ان من البیان لسحرا (الحدیث)

خطباتِ حکیم العصر

افادات

حکیم العصر، محدثِ دوراں
ولیِ کامل، مخدوم العلماء

حضرت اقدس
مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم
کہروڑ پکا ضلع لودھراں

جلد نہم

ترتیب: استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ
ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم

خطبات حکیم العصر

ضابطہ

نام کتاب: خطبات حکیم العصر (جلد نہم)

خطیب: حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

اہتمام: استاذ العلماء مفتی ظفر اقبال مدظلہ

تصحیح: مولوی کلیم اختر وقاری محمد جاوید

تخریج: مولانا محمد عمران

کمپوزنگ: مولوی صہیب محمود مسہ کوٹی ومولوی حامد علی

تعداد: 1100

اشاعت دوم: اپریل 2011

ناشر

مکتبہ شیخ لدھیانوی باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

فون -0300-6804071-0300-7807639

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے

علمی خطبات کا حسین مجموعہ

خطبات حکیم العصر

جلد نہم

مکتبہ شیخ لدھیانوی

باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ
اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں
اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں (سورۃ الفاتحۃ آیت ۴)

انتساب

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت اقدس

مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

علم نبوت ایک سعادت

اہل مدارس اور کفار کے منصوبے

اہمیت علم دین

پریشانیوں کا حل

عورت اور تعلیم (۱)

علم کے لیے اہل علم کی ضرورت

علم حدیث کی اہمیت

معجزہ پیغمبر کے حاملین

عورت اور تعلیم (۲)

اسلام میں اجنبیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور طلبہ مدارس

عورت اور تعلیم (۳)

کفر کی طعنہ زنی اور ہمارا عزم

مدارس کی اہمیت

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا ناچیز پر بے بہا فضل اور کرم ہے کہ مجھے حکیم العصر (میرے مربی ومحبوب) جن کی شفقتوں سے میری پوری زندگی بھری ہوئی ہے۔ان کے خطبات کو جمع کروانے اور اشاعت کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔فالحمدلله عليٰ ذلك

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خطبات کی آٹھ جلدیں مکمل ہوچکی ہیں جن میں عقائد، اخلاق، دور حاضر کے بارے میں اکابر کا نقطہ نظر، اصلاح وارشاد، حب رسول، حب مدینۃ الرسول، عقیدہ حیات وممات اور بے شمار دوسرے موضوعات پر انتہائی سہل انداز میں بیش بہا قیمتی علمی خزانہ جمع ہوگیا ہے۔

استاذ محترم کو اللہ تعالیٰ نے مرجع خلائق اور جامع کمالات بنایا ہے۔ایک ہی وقت میں آپ مدرس ومفسر بھی ہیں، اعلیٰ پائے کے منتظم بھی ہیں، اصلاح وارشاد کی مسند پر سجے ہوئے عارف کامل بھی ہیں، بے شمار دینی مدارس، مکاتیب اور جامعات کے سرپرست بھی ہیں۔ بیان، وعظ اور تقریر میں ایسی مٹھاس کہ اللہ اللہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات دل ودماغ کے گوشوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔

اور اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ بھی ہیں جو کہ علماء، صلحاء اور اکابرین امت اور عوام الناس کے آپ کی شخصیت پر اعتماد اور اللہ کے ہاں قبولیت کی ایک واضح نشانی ہے۔ناچیز کو بھی اللہ تحفظ ختم نبوت کے مشن کے لیے آپ کی قیادت میں قبول فرمائے۔

استادمحترم کے خطبات کی نویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں اکثر بیانات ختم صحیح البخاری کے موقع پر کیے گئے ہیں۔اس لیے خطبہ میں ایک ہی حدیث بار بار نظر آئے گی۔لیکن عجیب بات یہ ہے کہ حضرت الشیخ نے ہر بیان میں موقع محل کی مناسبت سے الگ الگ نکات ذکر فرمائے ہیں، مثلاً پریشانیوں کے اسباب اور ان کا حل،عورت اور تعلیم ،طالبان علوم دینیہ کا مقام ،اہل حق طبقہ کی پہچان ،دنیا داروں کی علماء پر طعنہ زنی میں ہمارا طرز عمل ،مدارس کی اہمیت ،عظمت قرآن وغیرہ وغیرہ۔لہذا کہنے کو تو صرف ختم بخاری کا بیان ہے لیکن دراصل ہر بیان اپنے اندر ایک نئے موضوع پر سیر حاصل بحث لیے ہوئے ہے۔یقیناً انشاءاللہ العزیز علماء کرام اور طالبان علوم دینیہ کے لیے یکساں مفید ہے۔اور تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ اولیں فرصت میں اس کا مطالعہ کیا جائے۔

کتاب اشاعت کے لیے ابتداء سے انتہاء تک مختلف مراحل سے گزرتی ہے اور اس میں مختلف افراد کا دخل ہوتا ہے،ان مخلصین کا یہ حق ہوتا ہے کہ ان کا بھرپور شکریہ ادا کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے ،اس لیے اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے تمام افراد کا بالعموم اور عزیزی مفتی صہیب ظفر صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اور اللہ عزوجل سے دعاء کرتا ہوں کہ اس مجموعہ کو قبولیت عنایت فرما کر ناچیز کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔(آمین)

(ابوطلحہ ظفر اقبال غفرلہ)

ملت ابراہیمی کی اہمیت

بمقام: مکہ مکرمہ

بتاریخ: ۱۴۳۰ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ، اِذْقَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ بقرہ:۱۳۰)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْن۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

❀❀❀

ملتِ ابراہیمی کی اہمیت:

اسلامی تقویم کا یہ بارھواں مہینہ ہے جس کو ہم ''ذوالحج'' کہتے ہیں اور اس کے بعد سال ختم ہو جائے گا (آگے محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے) اس مہینے کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے خاندان کے ساتھ خاص تعلق ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے خاندان کا لفظ اس لیے بول رہا ہوں کہ مکہ مکرمہ کی آبادی میں حضرت ابرہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا برابر کا حصہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے ساتھ بہت خاص ربط ہے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاندان کا اس لیے آپ اور ہم نماز میں جو صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو اس میں یہ لفظ آپ کے سامنے آتے ہیں۔

اللّٰھم صَلِّ علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید

اللھم بارك علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کمابارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر، آپ کے خاندان پر ویسی ہی صلوٰۃ وبرکت نازل فرما جیسی تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل واولاد پر نازل فرمائی تھی اس سے دونوں کی آپس میں مناسبت واضح ہوتی ہے اور ویسے بھی قرآن کریم میں ملت ابراہیمی کو ہمارے لیے ایک اصل قرار دیا گیا ہے، یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں '' وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْراھِیمَ اِلَّامَنْ سَفِهَ نَفْسَه '' یرغب یہ رغبت سے ہے اور '' رغبت '' کا لفظ جس وقت ''عن '' کے ساتھ ہو تو یہ اعراض کے معنی میں ہوتا ہے ''فی '' کے ساتھ استعمال ہو تو شوق اور محبت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے '' رَغِبْتُ فِیْه'' مجھے اس میں رغبت ہے، تو صلہ کے بدلنے سے اس کا معنی

بدل جاتا ہے تو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت، ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اس سے کوئی شخص منہ نہیں موڑ سکتا سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو نادان بنالیا ہے، عقلمند آدمی کا کام ملت ابراہیمی سے منہ موڑنا نہیں ہے کوئی سفیہ اور نادان آدمی ملت ابراہیمی سے اعراض کرے تو کرے عقل مند آدمی کا کام نہیں۔ سفیہ نادان کو کہتے ہیں قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے جس کو اللہ نے دنیا کے اندر بھی ممتاز کیا اور آخرت میں بھی وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں سے ہوں گے گویا کہ دنیا کے اندر بھی ملت ابراہیمی برتری اور بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں شامل ہونے کا ذریعہ ہے تو ایسا طریقہ جو دنیا میں بھی انسان کو ممتاز کرے اور آخرت میں بھی انسان کیلئے اچھے درجات مہیا کرے اس طریقہ سے منہ موڑ لینا یہ عقلمند کا کام نہیں ہے۔

مِلّتِ ابراہیمی کی حقیقت:

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ وہ طریقہ ہے کیا؟ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کیا ہے کہ جس سے منہ موڑنا نادانوں کا کام ہے؟

اس ملت کا ذکر اگلے الفاظ میں آگیا ''اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' یہ ملت ابراہیمی ہے جب اللہ نے انہیں کہا ''اَسْلِمْ'' اور ''اَسْلِمْ'' کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ اسلام سے امر کا صیغہ ہے ''اَسْلِمْ'' کا معنی ہم اپنی زبان میں یہ کرتے ہیں کہ تو اسلام لے آ، فرمانبردار ہو جا، تو انہوں نے فوراً کہا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں ورنہ اگر زیادہ واضح الفاظ کے ساتھ اس مفہوم کو واضح کیا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ''ابراہیم! اپنے آپ کو سپرد کردے'' انہوں نے کہا

''یا اللہ! میں نے اپنے آپ کو سپرد کردیا'' گویا کہ اپنے آپ کو سپرد کردینا یہ ہے ملت ابراہیمی جس ملت سے منہ موڑنا عقلمند کا کام نہیں ہے۔ ملت ابراہیمی یہ ہے ''اسلمت لرب العالمین'' ''میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کردیا۔

اب یہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا تو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو ہمارے لیے ایسے ہی نمونہ قرار دیا گیا جس طرح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہمارے لیے نمونہ ہے، اسوۂ حسنہ، اچھا نمونہ، بہترین نمونہ، قرآن کریم میں اس کا ذکر دو جگہ آیا ہے، ایک اس کا تذکرہ ہے سورۃ احزاب (آیت ۲۱) میں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا یہ (سورہ احزاب) میں ہے اور (سورہ ممتحنہ) میں بھی اسی طرح کا لفظ آیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۔

تمہارے لیے ابراہیم اور ابراہیم علیہ السلام کے رفقاء میں اچھا نمونہ ہے خاص طور پر ان لوگوں کیلئے جو اللہ سے امیدیں لگائے ہوئے ہیں اور اللہ کو یاد کرتے ہیں اور جو منہ موڑ لے تو یاد رکھو! اللہ کو کسی کی ضرورت نہیں۔

بڑوں کی تواضع:

بالکل اسی طرح جس طرح حج کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ'' (آل عمران: ۹۷)

(ایک حافظ صاحب نے قرآن کریم کی آیت کا لقمہ دیا جس پر حضرت الشیخ

مدظلہ نے فرمایا، راقم) میں حافظ نہیں ہوں اس لیے حافظ صاحب کو پاس بٹھایا ہوا ہے تا کہ اگر کوئی لفظی کمی بیشی ہو تو اسکی اصلاح کرتے چلے جائیں امام کو لقمہ دینا یہ ٹھیک ہوتا ہے اور علماء حضرات جو سامنے تشریف فرما ہیں ان کے بارے میں میری خواہش ہوتی ہے کہ وہ موجود ہوں کہ ان کی موجودگی میں جو بات کی جائے گی وہ اس بات کی گارنٹی ہوگی کہ یہ بات درست ہے اپنے بڑوں کی موجودگی میں بات کرنے کا یہی فائدہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں گفتگو ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ تجھے پتہ ہے کہ میرے باپ نے اس دن تیرے باپ سے کیا کہا تھا اور تیرے باپ نے کیا جواب دیا تھا؟ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے علم نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میرے باپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے تیرے باپ (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) سے یہ کہا تھا۔

کہ اے ابوموسیٰ! اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ یہ معاملہ کرلے کہ جتنے کام ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی موجودگی مین کیے ہیں وہ تو ہمارے لیے رہیں ثابت اور جتنے کام ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں اللہ ہمیں برابر سرابر چھوڑ دے کیا یہ صحیح نہیں ہے؟

تیرے باپ نے جواب دیا تھا کہ نہیں، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بہت نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، جہاد کیا ہے، جماعت کثیر ہمارے ہاتھوں پر مسلمان ہوئی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا ثواب دے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ برابر سرابر کردے یہ بات سننے کے بعد حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا تاثر یہ ہے کہ یہی تو دلیل ہے کہ تیرا باپ میرے باپ سے اچھا تھا (بخاری ج 1 ص ۵۵۷ مشکوۃ ج ۲ ص ۴۵۸)

بات یہ تھی کہ اللہ کا خوف حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طاری تھا کہ جو کام ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیے ہیں ان کی قبولیت کی تصدیق ہو چکی ہے۔

اور جو کام حضور ﷺ کی عدم موجودگی میں کیے ہیں ان کی کیا ضمانت ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ اگر حساب نہ ہی رکھے تو ٹھیک ہے یہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی بات تھی اس لیے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا باپ میرے باپ سے اچھا تھا۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اپنے عمل پر بھروسہ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس لیے علماء کی موجودگی میں بات کرتا ہوں تا کہ مجھے اطمینان رہے کہ جو بات میں کر رہا ہوں اور یہ خاموش ہیں تو بات ٹھیک ہے اگر علماء کی سرپرستی نہ ہو تو پھر بسا اوقات غلط بات بھی زبان سے نکل جاتی ہے جو فتنہ کا باعث بنتی ہے۔

اللہ حاکم بھی ہیں محبوب بھی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا جیسے سرور کائنات ﷺ کی ذات کو ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا اور ہماری ملت بھی ''ملّتِ ابراہیمی'' کہلاتی ہے اور اس ملّتِ ابراہیمی کا خلاصہ ہے اپنے آپ کو سپرد کر دینا، اور اس کا سب سے بڑا مظاہرہ عملِ حج کے ساتھ ہوتا ہے یہ جوڑ لگا رہا ہوں اس مہینہ کے ساتھ اس بات کا کہ حج میں ''ملّتِ ابراہیمی'' کے سب سے بڑے عمل کا مظاہرہ ہوتا ہے وہ کیسے؟ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔

① شہادتین ② اقامت صلوٰۃ ③ ایتاءِ زکوٰۃ ④ صومِ رمضان ⑤ حج ''شہادتین'' کے تلفظ کے ساتھ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا اقرار کرتے ہیں جس کیلئے ہم لفظ یہ بولتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے اسلام لانے اور مسلمان ہونے کا اظہار شہادتین کے تلفظ کے ساتھ کرتے ہیں اور شہادتین کے بعد چار عمل ہیں جن کو ارکان قرار دیا جاتا ہے چار اعمال کے متعلق حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر ہے جو آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں کہ ہمارا تعلق جب اللہ کے ساتھ ہو گیا تو پھر یہ تعلق دو

طرح کا ہے اللہ تعالیٰ کو ہم نے حاکم بھی مان لیا اور صرف حاکم ہی نہیں بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ خود کہتے ہیں " وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ " (بقرہ:۱۶۵)

" مؤمنوں کو اللہ کے ساتھ بہت سخت محبت ہوتی ہے" لفظ عشق قرآن وحدیث میں نہیں آیا لیکن "اشدُّ حُبًّا" اسی معنی میں ہے اس میں اللہ اقرار کرتا ہے ہماری محبت کا اور یہ بہت بڑا تمغہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہمیں ملا ہے کیونکہ محبت کے دعوے تو لوگ بہت کیا کرتے ہیں اور محبوب بھی مان لے کہ فلاں کو میرے ساتھ محبت ہے یہ بہت بڑی سعادت ہے، یہ بہت بڑا انعام ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انعام دیا کہ اللہ کہتا ہے ایمان والوں کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

اور پھر حدیث شریف کے اندر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بہت واضح کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے مزہ ایمان کا تب آتا ہے جب اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت سب سے زیادہ ہو یہ مستقل موضوع ہے۔

ایک تو محبت کا تعلق ہوگیا اللہ کے ساتھ اور دوسرا اللہ کو ہم نے حاکم مان لیا "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ" (سورہ تین:۸) سب حاکموں سے بڑا حاکم ہم نے مان لیا اب اللہ تعالیٰ کی حاکمیت یہ رعب اور دبدبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت میں مٹھاس اور پیار ہے اب اس کا اظہار دو طرح سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دو کام ایسے متعین کیے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے حاکمیت نمایاں ہوتی ہے اور دو کام ایسے متعین کیے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت نمایاں ہوتی ہے "اقامتِ صلوٰۃ" اسمیں اللہ کی حاکمیت کا اور اپنے عجز کا کتنا اظہار ہوتا ہے کیا ہے حقیقتِ صلوٰۃ کہ اللہ کی عظمت کا اعتراف اور اپنے عجز اور درماندگی کا اظہار۔

فضائل کی اہمیت:

انسان جو عمل کرتا ہے اسمیں تین درجے ہیں، ایک درجہ ہوتا ہے مسائل کا، دوسرا درجہ ہوتا ہے فضائل کا، تیسرا درجہ ہوتا ہے حکمتوں کا، مسائل کے ساتھ عمل کی صورت بنا کرتی

ہے اور پھر یاد رکھیں زیب وزینت عمل کے اندر مستحبات کی پابندی کے ساتھ آیا کرتی ہے
جس طرح مکان آپ بنالیں اینٹیں لگالیں، دروازے لگالیں، نہ پلستر کریں نہ روغن کریں
مکان تو تب بھی ہے لیکن صرف اسی پر اکتفاء کرلینا یہ انسان کی عادت نہیں مکان کی شان
وشوکت اگر نمایاں ہوتی ہے تو پلستر، روغن اور پھول بوٹوں کے ساتھ ہوتی ہے
حالانکہ یہ چیزیں آپ کی زندگی میں کوئی اثر نہیں ڈالتیں یہ غیر ضروری ہوتی ہیں لیکن زینت
ہمیشہ زوائد سے بنا کرتی ہے۔

ناک کاٹ دیا جائے تب بھی انسان ہے، دانت نکال دیئے جائیں تب بھی
انسان ہے سر، مونچھیں، ابرو، سب استرے سے مونڈ دی جائیں تب بھی انسان ہے ہاتھ
پاؤں کاٹ دیے جائیں تو بھی انسان انسان ہے مرتا نہیں ہے لیکن ایسا انسان کسی کام کا نہیں
ہے یہی حال ہوتا ہے سنن اور مستحبات کی پابندی کا اس لیے فرائض پر اکتفاء کرلینا ایسا ہے
جیسے ڈھانچہ بنالیا لیکن اس کے اندر خوبصورتی، زیبائش اور کشش ہمیشہ مستحبات کی پابندی
کے ساتھ آتی ہے اس بات کو یاد رکھیں! اس لیے سنن اور مستحبات کو کبھی بھی غیر ضروری سمجھ کر
نظر انداز نہ کیا کریں عمل کے اندر زیب وزینت اسی سے آتی ہے اگرچہ عمل کی نفس حقیقت
فرائض کی پابندی کے ساتھ متحقق ہوجاتی ہے۔

اصل دارومدار مقبولیت ہے:

باقی رہی فضائل کی بات تو یہ ہیں ہمیں ترغیب دینے کیلئے لیکن ان کا دارومدار ہے
مقبولیت پر اگر ایک عمل آپ نے بہت سنبھال کے کیا ہے مسائل کی پوری رعایت رکھی ہے
لیکن اس کے اندر کوئی اس قسم کی بات آگئی کہ اللہ نے اس عمل کو قبول نہیں کیا تو آپ
ڈھیروں فضائل یاد کرلیں لیکن جب اللہ کی دربار میں حاضر ہوں گے تو کھوٹا سکہ ثابت ہوگا
فضیلت تب ہے جب قبولیت ہوجائے اگر قبولیت نہیں تو فضیلت کس کام کی؟

یہ بات بغیر دلیل کے نہیں کہہ رہا آپ تبلیغی اجتماعات میں سنتے بھی رہتے ہیں، پڑھتے بھی رہتے ہیں اور یہ حدیث تقریباً ہر کتاب کے اندر موجود ہے بلکہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے بار بار بے ہوش ہوتے تھے۔ ایک آدمی آیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور کہتا ہے۔

ابو ہریرہ! مجھے کوئی ایسی بات سناؤ جو تم نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو آپ نے فرمایا ہاں میں ایسی بات سناتا ہوں جو میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے یہ کہا اور غشی طاری ہو گئی پھر ہوش سنبھالا اور کہا ہاں میں ایسی بات سناتا ہوں جو میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اور اسی وقت پھر غشی طاری ہو گئی۔

تین دفعہ ایسے اثرات نمایاں ہوئے پھر کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے سامنے سب سے پہلے تین آدمی پیش ہوں گے جن میں ایک شہید ہوگا، ایک قاری قرآن ہوگا، اور ایک سخی، مال خرچ کرنے والا شخص ہوگا، شہید سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے جو اللہ کے دشمن سے لڑتا ہوا شہید ہوا (یہ بظاہر کتنا اچھا عمل ہے کتنا اونچا عمل ہے) کہ میں نے تجھے یہ یہ نعمتیں دی تھیں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! میں تیرے راستہ میں لڑتا رہا حتی کہ میں قتل کر دیا گیا۔ اللہ کہے گا "کَذَبْتَ" جھوٹ بولتا ہے، میرے راستہ میں کب لڑا۔ تم نے بہادری ظاہر کرنے کیلئے اپنی شجاعت نمایاں کرنے کیلئے، لوگوں سے تعریف سننے کیلئے کیا تھا جو کچھ کیا تھا جس مقصد کیلئے تھا وہ مقصد پورا ہو گیا میرے پاس اس عمل کی کوئی جزاء نہیں ہے اور اس کو اٹھا کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، یہ شہادت کتنا اچھا عمل تھا لیکن جب قبولیت نہیں ہوئی تو فضیلت کہاں سے آ گئی۔

اور ایک قاری قرآن سے پوچھا جائے گا تجھے اتنی نعمتیں دی تھیں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! ساری زندگی تیرا قرآن پڑھایا، ساری زندگی تیرا دین سکھایا، اللہ کہے گا جھوٹ بولتا ہے، قاری مشہور ہونا چاہتے تھے لوگوں سے تعریف سننا چاہتے تھے میری رضا کا ارادہ

کب کیا تھا؟ میرے لیے کیا کیا تھا؟ یہ تو سب تو نے اپنے لیے کیا تھا اس کو بھی اٹھا کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اب یہ قرآن کا پڑھنا پڑھانا جس کو تمام اعمال کے مقابلے میں اچھا عمل قرار دیا گیا ہے لیکن اگر قبول نہیں ہوا تو کچھ بھی نہیں اور ایک مال خرچ کرنے والے کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ جہاں مجھے پتہ چلتا تھا کہ تو خرچ کرنے سے راضی ہوگا میں وہیں خرچ کرتا تھا اللہ اسے بھی کہیں گے جھوٹ بولتا ہے (دیکھیے ترمذی ج ۲ ص ۶۳)

اس روایت کو پیش کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر غشی بار بار اس لیے پڑ رہی تھی کہ ہم اپنے عمل کے بارے میں کس طرح اطمینان کریں کہ پتہ نہیں کتنا اخلاص ہم میں ہے کتنا نہیں اور ایک ہم ہیں کہ کھاتے کھول کے بیٹھ جاتے ہیں یہ کام ہم نے کرلیا اس پر اتنا ثواب مل جائے گا۔

یہ عمل ہم نے کرلیا اس پر ایک لاکھ نماز کا اجر مل جائے گا، ہم نے یہ کام کرلیا اس کے اوپر یہ ہو جائے گا، یہ بات نہیں۔ اللہ نے ہمیں ترغیب دی ہے لیکن عمل اللہ کے ہاں قبول ہوگا تو یہ انعام ملے گا دعاؤں میں سب سے بڑی دعا یہی کرنی چاہیے کہ یا اللہ! تیری توفیق کے ساتھ یہ ٹوٹی پھوٹی حرکتیں ہم کر رہے ہیں یہ "بِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ" ہے "فَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا" جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائی جب یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تھے تو کہا تھا یہ "بِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ" ٹھکرائی ہوئی چیز ہے اسی طرح ہم بھی کہیں یا اللہ! تیرے سامنے یہی لے کے آئے ہیں تیری شان کے لائق تو نہیں لیکن ٹوٹی پھوٹی تیری توفیق کے ساتھ جو ہو سکا لے کے آئے ہیں "فتصدق علینا" یا اللہ! جو کچھ بھی ہوگا تیری طرف سے صدقہ ہے یہ ہے اصل کے اعتبار سے ہمارا اپنے اعمال کے متعلق تاثر ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق کون کوئی کام کرسکتا ہے؟ جو کچھ ہم کرتے ہیں اسی کی توفیق سے کرتے ہیں اس کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

نماز اور زکوٰۃ میں شانِ حاکمیت کا اظہار:

بہر حال نماز میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت نمایاں ہے اور یہی اثرات انسان کے اوپر نماز کے ہونے چاہئیں اگر ساری زندگی انسان نماز پڑھتا رہا لیکن اس کے سامنے اپنی عظمت رہی اپنی بڑائی رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز تو اس نے پڑھی لیکن نماز کا رنگ اس کے اوپر نہیں چڑھا، نماز کا رنگ چڑھتا ہے تو پھر اللہ کی عظمت کے سامنے انسان اپنی نفی کرتا ہے کہ جو کچھ ہے اللہ ہی ہے میں کچھ نہیں ہوں یہ ہے جو اثر ہونا چاہیئے نماز کا۔

اپنی نفی، اللہ کی عظمت کا اعتراف، اللہ کی کبریائی کا اظہار یہی بات ہے جو ہمارے بزرگوں کے کلام میں پائی جاتی ہے قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ میں کچھ نہیں ہوں یہ ہمارے مقابلے میں نہیں تھی ان کی بات، بلکہ اللہ کے مقابلے میں تھی۔ اللہ کی ہستی کے سامنے انہوں نے اپنی ہستی کو مٹالیا تھا۔ یہ نماز کا اثر ہونا چاہیئے تب ہم کہیں گے کہ نماز کا رنگ چڑھ گیا ورنہ جس کی ''میں'' ختم نہیں ہوئی یوں سمجھو کہ وہ غذا تو کھاتا ہے لیکن اس غذا کے اثرات بدن میں پیدا نہیں ہوتے۔

دوسرے نمبر پر ہے زکوٰۃ، زکوٰۃ کیا ہے؟ قرآن میں جابجا ہے مثلاً ''اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ'' جہاں بھی انفاق کا حکم آیا وہاں '' مما رزقنا کم '' کا ساتھ ذکر آیا غور کریں اللہ تعالیٰ کہتا ہے ''اسمیں سے جو میں نے تمہیں دیا ہے'' یہ لفظ بہت قابل غور ہے، میں نے آپ کو سو روپیہ دیا ہے پھر میں کہوں کہ اسمیں سے پانچ روپے فلاں کو دیدو تو کیا آپ کے لیے کوئی انکار کی گنجائش ہے؟ آپ کے لیے کوئی ناگواری کی گنجائش ہے؟

تو ہر وقت ذہن میں یہی رہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اللہ کا دیا ہوا ہے ہم اللہ کے مال کے امانت دار ہیں اور جہاں جہاں اللہ حکم دیتا ہے خوشی کے ساتھ، رغبت کے ساتھ خرچ کرنا چاہیئے اسمیں بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت نمایاں ہے کہ جیسے کوئی حکومت اپنی

رعایا کے اوپر اخراجات متعین کردیتی ہے کہ یہ تم نے اپنی آمدنی میں سے ادا کرنے ہیں اور ہم جب اس کو حاکم مان لیتے ہیں تو ٹیکس دیتے ہیں اس میں حاکم کی حاکمیت ظاہر ہوتی ہے اسی طرح زکوٰۃ میں بھی اللہ کی حاکمیت کا اظہار ہے۔

روزہ میں شانِ محبوبیت کا مظاہرہ:

اوراس کے بعد ہے روزہ اور حج، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے محبت کا مظاہرہ کہ جیسے آدمی کسی کی محبت میں گرفتار ہوجائے تو اس کی یاد میں کھانا پینا بھی بھول جاتا ہے تو یہ گویا ہم سے مشق کرائی جاتی ہے سالانہ، اللہ کی یاد میں کھانا پینا چھوڑنے کی لیکن اس کا اثر یوں ہوگا اب دیکھیں رمضان شریف سال میں ایک دفعہ آتا ہے یہ ہماری روحانیت کی محنت ہے کیا ہوتا ہے اسمیں؟ روزہ کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی رضا کیلئے کھانا چھوڑ دیا ، پینا چھوڑ دیا اور ازدواجی تعلقات چھوڑ دیے۔

اب روزہ کا اثر طبیعتوں پر یہ آئے گا کہ آپ گھر میں اکیلے ہیں بھوک لگی ہوئی ہے کھانا موجود ہے کوئی دیکھنے والا نہیں لیکن آپ نے جب روزہ رکھا ہوا ہے تو آپ وہ کھانا نہیں کھاتے بھوک برداشت کرتے ہیں آپ کا یہ تصور ہے کہ کوئی نہیں دیکھتا تو کوئی بات نہیں اللہ تو دیکھتا ہے، اب اللہ دیکھتا ہے تو آپ نے تنہائی میں کھانا چھوڑ دیا پینا چھوڑ دیا، ازدواجی تعلقات چھوڑ دیے۔

ایک مہینہ تک سال کے بعد یہ مشق کروائی جاتی ہے کہ آپ کے ذہن کے اندر یہ بات آجائے کہ اللہ دیکھتا ہے ہم اللہ کے سامنے ہیں اب یہ ایک عجیب بات ہے کہ "اللہ دیکھتا ہے" کی دلیل کے ساتھ ہم نے کھانا تو چھوڑ دیا پینا چھوڑ دیا باقی سب چیزیں جو خلاف شریعت ہوں ہم ان کو اختیار کرلیں تو یہ روزہ کی ایک صورت ہوگی حقیقت حاصل نہیں ہوگی۔ حقیقت تب حاصل ہوگی جب یہ تصور پختہ ہوجائے گا کہ ہم ہر وقت اللہ کے سامنے ہیں

تو جیسے ہم نے کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا اسی طرح اگر ہم باقی نافرمانیاں ترک کریں گے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے روزہ کا اثر قبول کرلیا اور روزے سے جو اصل مقصود ہے اسکی حقیقت اور اس کے اثرات وہ ہمیں حاصل ہو گئے یوں سمجھو کہ یہ تمہید ہے اللہ کے عشق کی کہ اللہ کے عشق و محبت میں آ کے کھانا پینا چھوڑ دیا نیند چھوڑ دی رات کو کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا ہے دن کو کھانے پینے سے پرہیز کرنا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا انداز ہے۔

حج ایک عاشقانہ عمل:

آگے رمضان شریف ختم ہوتے ہی حج کا سیزن شروع ہو گیا اور حج کے سیزن میں تو پوری وارفتگی ہے، پورا عشق کا مظاہرہ ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! "مَا الْحَاجُّ" کامل درجہ کا حاجی کونسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کامل درجہ کا حاجی وہ ہوتا ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں پھر کسی اور نے پوچھا "مَا الْحج" کامل حج کیا ہے؟ فرمایا "اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ" کامل حج وہ ہے جسمیں اونچی آواز سے تلبیہ پڑھا جائے اور خون بہایا جائے" (ابن ماجہ ص۲۰۸ ومثلہ فی المشکوٰۃ ۲۲۲/۱)

یعنی قربانی دی جائے آپ اس پر غور فرمائیں گے تو بات آپ کے سامنے واضح ہو جائے گی کہ گھر سے آپ چلتے ہیں کیا کرنے آتے ہیں؟ کس لیے آتے ہیں، کس صورت میں آتے ہیں؟ ایک وقت آیا کہ اچھے بھلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان کو اتار دو آپ نے چپ کر کے اتار دیئے کبھی پوچھنے کی جرأت نہیں کرتے کہ کیا فائدہ؟ سلے ہوئے کپڑے میں اور اسمیں کیا فرق ہے؟

اور پھر حج ہے ہی چند حرکتوں کا نام جیسا دیوانہ آدمی پھرا کرتا ہے کبھی اوپر کو بھاگا جا رہا ہے" کبھی نیچے کو بھاگا آ رہا ہے" آج یہاں (منیٰ) بیٹھے ہیں" کل عرفات جانا ہے" وہاں سے مزدلفہ جانا ہے" مزدلفہ سے منیٰ آئیں گے" کنکریاں ماریں گے" کوئی ایک بات بتاؤ جو عقل کے مطابق ہو؟ اگر کوئی انسان عقل کے ساتھ سوچنا

چاہے کہ کیا ہو گیا وہاں جا کے عرفات میں چند گھنٹے بیٹھے اور حاجی ہو گئے چاہے آپ نے کچھ بھی نہیں کیا عرفات میں جا کر بیٹھ گئے حاجی ہو گئے۔

تو اسمیں مکمل وارفتگی اور سپردگی ہے۔ کہ بس اللہ نے حکم دیا ہم کررہے ہیں اور ایسے کررہے ہیں جیسے عشق کا مارا ہوا انسان بھاگا پھرتا ہے'' کبھی وہاں اپنے محبوب کو تلاش کرتا ہے'' کبھی وہاں اپنے محبوب کو تلاش کرتا ہے'' کبھی ان پتھروں کو چاٹتا پھررہا ہے'' کبھی ان راہوں کی طرف بھاگ رہا ہے'' اور یہ ساری حرکتیں صرف اپنے محبوب کو راضی کرنے کیلئے ہیں اس کو کہتے ہیں سپردگی کہ جب اللہ کا حکم آجائے تو پھر انسان سوچنا چھوڑ دے کہ اسمیں کیا حکمت ہے کیا مصلحت ہے۔ جو حکمتیں سوچ کے، مصلحتیں سوچ کے، عقل کے ذریعے سے اس کی افادیت کو مان کر عمل کرتا ہے اس کا اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ عاشقانہ تعلق نہیں ہے۔ یہ حکیمانہ تعلق تو ہوسکتا ہے، وہ عقل کا پجاری تو کہلا سکتا ہے، وہ اللہ کا پجاری نہیں کہلا سکتا جو اللہ کے احکام کو عقل کے معیار پر پرکھ کے قبول کرتا ہے اور اگر عقل میں نہ آئے تو وہ قبول ہی نہیں کرتا۔ تو اس عشق کا مکمل مظاہرہ حج کے اندر ہو جاتا ہے۔

اس لیے حج کا صحیح معنی اور حج کا صحیح اثر انسان کی طبیعت پر یہی ہونا چاہیئے۔

احکام خداوندی کو عقل پر نہیں پرکھنا چاہیے:

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن شیطان نے سجدہ نہیں کیا تھا اللہ نے اسے ملعون ٹھہرادیا یعنی لعنتی قرار دیدیا ایک سجدہ تھا جو کرنے کیلئے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو نمازیں فرض کی ہیں تو ان میں کم از کم سترہ رکعات فرض ہیں اور ہر رکعت میں دو سجدے ہیں تو کل چونتیس سجدے ہوئے جو اللہ نے ہم پر فرض کیے ہیں لیکن اس فرض کو ہم چھوڑے ہوئے ہیں اور نہیں کرتے تو بھی کافر نہیں، لعنتی نہیں، گناہ گار ہیں اللہ کی رحمت سے امید ہے، اور وہ ایک سجدہ نہ کرنے کیوجہ سے مردود ہو گیا اور ہم چونتیس چھوڑے ہوئے ہیں تو بھی ہم مردود نہیں یہ اللہ کی رحمت ہے کہ

نماز چھوڑنے سے انسان فاسق ہوتا ہے اللہ ناراض ہوتا ہے، لیکن اس سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ اس کیلئے وہ بات نہیں ہے جو شیطان کیلئے ہے۔

لیکن دونوں باتوں میں فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتے ہیں کہ اللہ! حکم تیرا ٹھیک ہے کوتاہی ہماری ہے لیکن اس نے کہا تیرا حکم مصلحت کے خلاف ہے میں آگ سے پیدا ہوا ہوں یہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں اس سے افضل ہوں پھر افضل کو ادنیٰ کے سامنے جھکنے کا کیوں حکم دیا جا رہا ہے؟

جب اللہ کے حکم کو اس نے یوں اپنی عقل کے اوپر پرکھنا چاہا تو وہ مردود ہو گیا بس یہ اصول ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ اسلام اس دور کے موافق نہیں اپنے وقت پر وہ ٹھیک تھا یہ وہ شیطان والی بات ہے۔ اللہ کے احکام کے بارے میں اس کا نظریہ یہ ہے کہ آج کل کے دور میں یہ قابل قبول نہیں، آج کل یہ مصلحت کے مطابق نہیں، حالات کے مطابق نہیں، اس قسم کی باتیں کرنا اور اللہ کے احکام کو اپنی عقل پر پرکھنا یہ انسان کو دین سے خارج کر دیتا ہے اور مِلّتِ ابراہیمی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دو جب ثابت ہو جائے کہ حکم اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے تو پھر اس کے سامنے اپنی مصلحتیں نہ بگھارا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بمقام: مدینہ منورہ

بتاریخ: ۱۴۳۰ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ۔

فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِن وَالِدِه وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (بخاری ص٧) وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَايُحِبُّه اِلَّالِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَن يَّعُوْدَفِی الْكُفْرِ كَمَايَكْرَهُ اَن يُّقْذَفَ فِی النَّارِ، اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (ايضاً) وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری۲/۹۱۱، ترمذی۲/۶۴)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِيْم۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْم وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْن۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْه۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْه۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِن كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْه

احادیث کا ترجمہ:

سرورکائنات ﷺ کے اقوال طیبہ میں سے تین روایتیں میں نے تلاوت کی ہیں پہلی روایت کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لایؤمن احدکم" تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوگا "حتی اکون احب الیہ" جب تک کہ میں اس کو زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں بمقابلہ اس کے والد کے، اسکی اولاد کے اور سب لوگوں کے۔

دوسری روایت جو میں نے پڑھی اسمیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں موجود ہوں وہ شخص ایمان کا مزہ پالیتا ہے، اس کو ایمان کی مٹھاس حاصل ہو جاتی ہے ان میں سے پہلی بات بیان فرمائی کہ اللہ اور اللہ کا رسول "ماسوا" سے زیادہ محبوب ہو۔ "ماسوا" میں ساری کائنات آ گئی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سوا جو کچھ ہے اس کے مقابلے میں اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ زیادہ محبوب ہو۔ دوسری بات فرمائی کہ اگر وہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ محبت بھی اللہ کیلئے کرتا ہو۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کیلئے ایسے ناگوار ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناگوار ہے۔ (آگ میں ڈالا جانا جس طرح انسان کو ناگوار ہے کفر کی طرف لوٹنا اس کو اتنا ہی ناگوار ہو)

یہ تین کیفیتیں اگر پیدا ہو جائیں۔ کہ اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ پوری کائنات کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہوں اور اگر کسی بندے کے ساتھ محبت ہو تو وہ بھی اللہ کیلئے ہو اور کفر سے طبعاً نفرت ہو جیسے آگ میں ڈالے جانے سے انسان عقلاً نہیں، طبعاً ڈرتا ہے یہ کیفیت اگر پیدا ہو جائے تو ایسے شخص کو ایمان کا مزہ آ جاتا ہے۔ "وَجَدَ حلاوۃ الایمان" وہ ایمان کی مٹھاس پالیتا ہے۔

تیسری روایت جو میں نے عرض کی وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سرورکائنات ﷺ سے سوال کیا تھا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ ترمذی شریف کی روایت ہے

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے جو قیامت کا اتنا شوق چڑھا ہوا ہے تو نے قیامت کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا یا رسول اللہ! کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں تو یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام لانے کے بعد جتنی خوشی اس بات کے سننے سے ہوئی میں نے نہیں دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی بات پر اتنے خوش ہوئے ہوں (ترمذی ۲/۶۴)

وجہ آپ سمجھتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے اور ان کو بشارت مل گئی ''المرءُ معَ من احب'' تو ان کو اور کیا چاہیئے۔ تینوں روایتیں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں آپ نے دیکھ لیا کہ یہ تینوں ہی محبت سے متعلق ہیں۔

محبت کیا ہے؟:

پہلی بات تو یہ ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ محبت کسے کہتے ہیں؟ اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی کیونکہ جو چیزیں بدیہی ہوں ان کی تعریف نہیں ہو سکتی اب آپ سے کوئی پوچھے کہ پیاس کیا ہوتی ہے؟ تو آپ لفظوں میں نہیں سمجھا سکتے۔ بھوک کیا ہوتی ہے؟ جانتے آپ سب ہیں لیکن لفظوں میں نہیں سمجھا سکتے۔ اسی طرح محبت ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ہر شخص کو پتا ہے لیکن لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے معنیٰ کریں گے اس کا میلان قلب، دل کا میلان کسی کی طرف ہو جائے اس کو محبت کہتے ہیں یہ ایک ناقص تعبیر ہے، یا اردو کا ایک شاعر ہے جس کا تخلص شیفتہ ہے وہ کہتا ہے۔

؎ شاید اسی کو محبت کہتے ہیں شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

یہ اس کی اپنی تعبیر ہے کیونکہ عشق ومحبت کی تاثیر گرم ہے اس لیے عشق کا شعلہ جب بھڑکتا ہے تو معشوق کے علاوہ ہر چیز کو جلا کے رکھ دیتا ہے، تو اسکی تعبیر آگ کے ساتھ بہت حد تک مناسب ہے اسی سے ہم آگے بات لیں گے کہ جہاں آگ لگی ہو اور دھواں نہ اٹھے یہ کیسے ممکن ہے، وہ دھواں آگ کے آثار میں سے ہوتا ہے۔

بہر حال محبت کا مفہوم آپ سمجھتے ہیں اور بداھتہً سمجھتے ہیں، ضرورۃً سمجھتے ہیں اور اجلی بدیہات میں سے ہے اور جو چیز اتنی واضح ہو اس کو لفظوں میں سمجھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایک اہم اشکال اور جواب:

پہلی روایت کی طرف دیکھتے ہوئے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک مجھ سے اپنے والد کے مقابلے میں، اولاد کے مقابلے میں، سب لوگوں کے مقابلے میں زیادہ محبت نہ کرے، ذہن کے اندر ایک سوال آتا ہے کہ ہم تو اپنے دل ودماغ کو دیکھتے ہیں جتنا ہمیں اپنا ابا یاد آتا ہے، جتنی اولاد یاد آتی ہے یا جتنی بیوی یاد آتی ہے اتنا رسول اللہ ﷺ کے لیے تو ہم بے قرار نہیں ہوتے ان سے چند دن ملاقات نہ ہو تو ہم بے قرار ہو جاتے ہیں فوراً انسان کے دل میں وسوسہ پیدا ہوگا کہ مجھے بیوی بچوں سے، اولاد سے، ماں باپ سے محبت زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کے مقابلے میں محبت میرے ساتھ زیادہ نہ ہو۔ یہ وسوسہ اور خیال فوراً دل میں آتا ہے اور یہ واقعہ ہے آپ بھی اس میں مبتلا ہیں میں بھی اس میں مبتلا ہوں کہ جتنی یاد ہمیں ان متعلقین کی ستاتی ہے، اتنی یاد ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نہیں ستاتی تو پھر کیا رسول اللہ ﷺ کے اس فتویٰ کے تحت ہم مؤمن نہیں ہیں؟

اس لیے علماء لکھتے ہیں کہ محبت اصل کے اعتبار سے دو قسم پر ہے ایک محبت وہ ہے جس کو محبت طبعی کہتے ہیں یہ محبت اختیار میں نہیں اور ایمان اور ایمانیات کا تعلق اختیاری امور کے ساتھ ہے غیر اختیاری امور کے ساتھ نہیں ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا ...... (بقرہ:۲۸۶)

"اللہ تکلیف نہیں دیتا اس چیز کی جس کی انسان میں وسعت نہ ہو" یہ اختیار میں نہیں ہے اس لیے جو اس فن کے ماہر ہیں ان کا فیصلہ یہ ہے کہ "محبت وہ آگ ہے جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے" اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں آپ لگانا چاہتے ہیں ضروری نہیں کہ لگ جائے اور جس کو ہم دل سے نکالنا چاہیں ضروری نہیں کہ نکل جائے ہم چاہتے ہیں کہ محبت نہ ہو، ہو جاتی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ہو، نہیں ہوتی، یہ طبعی ہونے کی ایک تعبیر ہے یہ وہ آگ ہے جو لگائی نہ لگے اور بجھائی نہ بجھے، یہ تو اصحاب فن کا قول ہے۔

محبت طبعی کا ثبوت حدیث سے:

ورنہ اس بات کو ثابت کرنے کیلئے ایک حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ طبعی محبت اختیاری نہیں ہے اور جو اختیاری نہ ہو انسان اس کا مکلف نہیں ہے مکلف اس چیز کا ہے جو انسان کے اختیار میں ہو۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو/۹ ازواج موجود تھیں اور قرآن کریم میں اشارہ موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان بیویوں کے درمیان حقوق کی تقسیم ضروری نہیں تھی قرآن کریم کہتا ہے کہ آپ جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ جس کو چاہیں اپنے پاس نہ رکھیں "تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ" (سورہ الاحزاب: آیت ۵۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے تقسیم کی تکلیف نہیں دی۔

لیکن اس کے باوجود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بیویوں کے درمیان معاملہ یکساں رکھا ہے اور انصاف کا اعلیٰ سے اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

مکلّف نہیں تھے اس ساری تقسیمِ عادلانہ کے باوجود پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منقول ہے

حدیث میں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ

(مشکوٰۃ ۲/۲۷۹۔ترمذی ۱/۲۱۷)

''یا اللہ! جو کچھ میرے اختیار میں تھا وہ تو میں نے برابر سرابر تقسیم کر دیا پس اس بارے میں مجھے ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں ہے'' شارحین لکھتے ہیں کہ اس سے میلانِ قلبی کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی بیوی سے محبت زیادہ ہو کسی سے کم ہو یہ میرے اختیار میں نہیں ہے جو میرے اختیار میں تھی وہ میں نے پوری پوری تقسیم کر دی یہ علامت ہے اس بات کی کہ میلان طبعی انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب اختیار میں نہیں تو اس کا ہم سے مطالبہ نہیں ہو سکتا مطالبہ تو اس چیز کا ہے جو ہمارے اختیار میں ہو اور یہ جو اولاد کے ساتھ محبت ہے یا بیوی بچوں کے ساتھ محبت ہے یہ طبعی محبت ہے۔

اور ایک محبت ہوتی ہے عقلی اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شخصیت کو آپ نے عقلاً اپنی بیوی سے زیادہ، اپنی اولاد سے زیادہ، باقی کائنات کے مقابلے میں زیادہ اپنے لیے اہم قرار دیدیا عقیدۃً ارادۃً آپ اس کو اہم قرار دیتے ہیں چاہے دل میں وہ بے قراری نہیں جو طبعی محبت میں ہوتی تھی، اہم قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں تقابل آجائے تو ترجیح آپ اس کو دیتے ہیں تقابل آنے کے وقت آپ اپنی اولاد کو ترجیح نہیں دیتے تو پھر یہ علامت ہوگی کہ جو اختیاری محبت ہے وہ آپ کے اندر موجود ہے۔

کوئی مؤمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا:

چنانچہ آپ نے دیکھا کہ مؤمن کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اس کے سامنے بیوی اگر کوئی بے ادبی کا کلمہ بول دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو اسکی آنکھیں کھل جائیں گی اور

تھپڑ مارنے کو دل چاہے گا تو کیا یہ علامت نہیں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق بیوی کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اگر کوئی اولاد اس قسم کا کلمہ بول دے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے ادبی کا ہو تو انسان فوراً جوتا اتار لیتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کے سامنے کوئی بے ادبی کرتا رہے، گستاخی کرتا رہے اور اسکو پروانہ ہو یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس کے دل میں ایمان نہیں ہے اس کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق نہیں اس کو اپنی اولاد اور بیوی بچوں کے ساتھ تعلق زیادہ ہے، یہ اس اشکال کا جواب ہے جو عام طور پر دلوں کے اندر پیدا ہوتا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک طبعی محبت ہوتی ہے اور ایک عقلی محبت ہوتی ہے یہاں مطلوب وہ محبت ہے جو ہمارے اختیار میں ہو اور طبعی محبت اختیار میں نہیں ہوتی اس لیے آپ اس وسوسہ میں مبتلا نہ ہوں کہ بیٹا تو بڑا یاد آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد نہیں آتے عقلی محبت مطلوب ہے اور وہ آپ کے اختیار میں ہے، ایمانیات جتنی ہیں سب اختیاری ہیں انسان کو غیر اختیاری چیز کا مکلف نہیں کیا جاسکتا۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ بسا اوقات انسان عقلی محبت پر بھی اس طرح توجہ رکھتا ہے کہ کبھی کبھی وہ عقلی محبت طبعی محبت بن جاتی ہے کہ انسان اس طرح روتا ہے جس طرح اپنے محبوبوں کیلئے روتا ہے وہ پھر بہت ہی اعلیٰ درجہ ہے جو ان اولیاء اور صوفیاء کو حاصل ہوتا ہے یہ اس عقلی محبت کا کمال ہے پہلی روایت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی اس کی تو اتنی ہی وضاحت کافی ہے۔

ایمان کا مزہ کیسے حاصل ہوتا ہے:

دوسری روایت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے صحیح بخاری میں دونوں روایتیں اسی طرح آگے پیچھے ہیں کہ پہلے وہ روایت ہے اور اس کے متصل بعد دوسری روایت ہے تین باتیں جس میں موجود ہوں اس کو ایمان کا مزہ آجاتا ہے تو یہاں علماء شارحین

لکھتے ہیں کہ ایمان کا مزہ آجاتا ہے اس بات سے اوپر والی روایت میں ایک تاویل کی جاسکتی ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان نہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں اس نے ایمان کا مزہ نہیں لیا ورنہ نفس ایمان تو آسکتا ہے اوپر والی روایت کی تشریح میں یہ روایت معاون ہوجاتی ہے ایمان تو ہے کہ اللہ کو مان لیا، اللہ کے رسول کو مان لیا، کلمہ پڑھ لیا مؤمن ہوگیا لیکن مزہ نہیں آئے گا جس وقت تک اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کریگا۔ تو ایمان کا مزہ کیا ہے جو انسان کو لینا چاہیئے؟ بین السطور لکھا ہوا ہے کہ ایمان کا مزہ ہے "استلذاذِ طاعات" کہ پھر انسان کو اللہ اور اللہ کے رسول کا کہنا ماننے میں لذت آنے لگ جاتی ہے، یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ محبت سب سے زیادہ ہوگئی ہے۔

سمجھانے کیلئے سادہ سی مثال:

میں طلباء کو سمجھانے کیلئے سادی سی زبان استعمال کرتا ہوں کہ دو شاگرد ہیں ایک استاد کے۔ ایک شاگرد ایسا ہے جسکو استاد سے بہت محبت ہے اور ایک کا رسمی سا تعلق ہے تو اتفاق ایسا ہوجائے کہ جس کا تعلق کم ہے اگر استاد اس کو بلالے کہ میں لیٹنے لگا ہوں میرے بدن میں درد ہے اس کو دبا تو وہ اسی وقت کہے گا کہ کس مصیبت میں پھنس گیا، نا ہی سامنے آتے تو اچھا تھا وہ چلا جائے گا اور بددلی کے ساتھ بدن دبائے گا اگر بدن دباتے دباتے استاد کی آنکھ لگ گئی تو وہ کہے گا کہ ہائے پتا نہیں کب اسکی آنکھ کھلے گی اور مجھے کہے گا کہ بس کر اور جا تو پھر وہ جگانے کیلئے بسا اوقات بدتمیزی کے ساتھ یا تو بال اکھیڑے گا یا کچھ اور کرے گا تاکہ استاد کی آنکھ کھل جائے اور مجھے کہے کہ جا، تعلق تو اس کا بھی ہے مگر مزیدار نہیں ہے۔

اور ایک طالب علم ایسا ہوتا ہے جو ہر وقت منتظر رہتا ہے کہ استاد کی خدمت کا موقع ملے اس کو بلالیں یہ روزمرہ کے واقعات ہیں کہ ہم بار بار کہیں گے جاؤ بیٹا! آرام کرلو بہت دیر ہوگئی وہ نہیں جاتا بیٹھا ہے پھر ہم کہتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد کہ بیٹا! جاؤ جاکے آرام

کر و لیکن وہ نہیں جاتا کیونکہ اس کو محبت کی بناء پر جو خدمت میں مزہ آ رہا ہے اس کو وہ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے واقعہ ہے کہ کبھی کبھی اگر منع کرنے کی نوبت نہ آئے تو ساری رات بیٹھا رہے گا گرمیوں کے موسم میں ساری ساری رات پنکھا جھلے گا، دونوں کے درمیان فرق اگر ہے تو کیا فرق ہے؟

ایک کو خدمت میں مزہ آ رہا ہے اور ایک خدمت کو مصیبت سمجھ رہا ہے یہ فرق کس چیز کی بناء پر ہے؟ یہ فرق محبت کی بناء پر ہے کہ محبت نہ ہو تو کہنا ماننا آدمی مصیبت سمجھتا ہے اور محبت ہو تو کہنا ماننا سعادت سمجھتا ہے اس کو ''استلذاذِ طاعات'' کہتے ہیں کہ پھر طاعات میں لذت آنے لگ جاتی ہے، مزہ آنے لگ جاتا ہے پھر انسان کا جی چاہتا ہے ہر وقت اللہ کا ذکر کروں، اللہ کے رسول کا ذکر کروں، اللہ کا کہنا مانوں، اللہ کی عبادت کروں، پھر اس کو شرعی احکام کی اطاعت میں لطف آنے لگ جاتا ہے یہ علامت ہے کہ اب ایمان کامل ہو گیا۔ گویا کہ پچھلی روایت کا معنی یہ ہو گا کہ جب تک اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ محبت سب سے زیادہ نہ ہوا سوقت تک اس کو اللہ کے احکام ماننے میں، رسول اللہ کی اطاعت میں مزہ نہیں آتا، مزہ تب آئے گا جس وقت سب سے زیادہ محبت ہو گی گویا کہ اوپر والی روایت کی اس روایت کی روشنی میں ایک تاویل بھی ہو گئی کہ اس سے کمالِ ایمان مراد ہے جس سے ایمان کا مزہ آنے لگ جاتا ہے ورنہ نفس ایمان تو جب آپ نے اللہ کو مان لیا، اللہ کے رسول کو مان لیا، ضروریاتِ دین کا اقرار کر لیا تو مؤمن تو آپ ہو گئے اب آپ کو نماز پڑھنے میں مزہ آئے نہ آئے، روزہ رکھنے میں مزہ آئے نہ آئے، شرعی احکام پر اگر چہ بددلی کے ساتھ عمل کرتے ہیں پھر بھی مؤمن ہی ہوں گے لیکن اس کو کمال ایمان نہیں کہہ سکتے کمال ایمان اگر پیدا ہوتا ہے تو محبت سے پیدا ہوتا ہے۔

اللہ اور رسول کے ساتھ محبت ایسی ہونی چاہیے:

اب اگلی بات تھی '' وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِیْ

الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ ''دو باتیں اگلی آ گئیں، کہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ کیلئے کرتا ہے اور کفر کی طرف لوٹنے سے ایسے کتراتا ہے، ایسے کراہت کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے کراہت کرتا ہے یہ دو باتیں اس روایت میں زائد آ گئیں اب اس کو سمجھانے کیلئے ایک بات عرض کرتا ہوں ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ کسی فن کا مسئلہ ہو اس کو حل کرنے کیلئے اہل فن کے اقوال سے سہارا لیا جاتا ہے اور اہل فن کے فرمودات روشنی کا کام دیتے ہیں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ جسکی مثال دی جارہی ہے وہ کون تھا، کیسا تھا، کیسا نہیں تھا لیکن فن کا مسئلہ سمجھانے کیلئے اہل فن کے اقوال لیے جاتے ہیں۔

باب محبت اور بابِ عشق میں امامت کا درجہ ہے لیلیٰ مجنوں کا اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کا جن کے قصے کہانیاں پوری تاریخ کے اوپر حاوی ہیں اور اگر آپ نے کبھی مثنوی پڑھی ہے یا مثنوی کا کوئی سبق سنا ہے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے سارے کے سارے مسئلے انہی کی مثالوں کے ساتھ سمجھائے ہیں مثلاً ایک قول ہے کہ ایک معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ اے نوجوان! تو نے مسافری میں چلتے پھرتے بہت سارے شہروں کی سیر کی ہے تیرے نزدیک ان شہروں میں سے سب سے خوبصورت شہر کونسا ہے وہ کہنے لگا وہی شہر خوبصورت لگتا ہے جس میں میرا دلبر رہتا ہے یعنی جس شہر میں میرا دلبر ہے وہی شہر اچھا لگتا ہے نہ پیرس، نہ لندن، نہ کوئی دوسرا شہر، وہی شہر اچھا ہے جس میں میرا دلبر ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک شخص نے دیکھا کہ مجنوں آبادی سے باہر صحراء میں غم کی دنیا میں بیٹھا ہوا ہے ''ریگ کاغذ بود وانگشت قلم'' ریت کاغذ کی طرح اس کے سامنے تھی اور انگلی کو اس نے قلم بنایا ہوا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی کے نام خط لکھ رہا ہے ''گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں'' اس نے کہا مجنوں! یہ کیا کر رہے ہو ''مے نویسی نامہ بھر کیست ایں'' تو یہ خط کس کے نام لکھ رہا ہے مجنوں کہتا ہے خط کس کے نام لکھنا ہے؟ انگلی کے ساتھ ریت کے اوپر لیلیٰ لیلیٰ لیلیٰ لیلیٰ لکھ کر اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔

اسکو ذکر کرنے کے بعد آگے مولانا رومی رحمہ اللہ نے استنباط کیا ہے کہ کیا ہمارے لیے اللہ لیلیٰ جیسا بھی نہیں ہے؟ اگر مجنوں کو لیلیٰ کا نام لینے سے مزہ آتا ہے تو ہمیں اللہ کا نام لینے سے مزہ کیوں نہیں آتا؟ اگر لیلیٰ کا عاشق لیلیٰ کا نام لے کر مزہ لے رہا ہے تو کیا اللہ کے عاشق کو اللہ کا نام لینے میں مزہ نہیں آنا چاہیئے۔ صاحب فن کی بات ذکر کر کے اصل بات یہ سمجھانی مقصود ہے شہر وہ اچھا ہے جس میں دلبر ہے۔

اور جس کے ساتھ محبت ہے اس کا نام لینے میں مزہ آتا ہے، میٹھی سے میٹھی چیز اور پیاری سے پیاری چیز کھانے میں جو انسان کو مزہ آتا ہے آپ جانتے ہیں کہ ذکرِ محبوب اس سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے جیسے مشہور ہے کہ ایک دفعہ مجنوں کو کتا ہاتھ آ گیا اور مجنوں نے اس کے پاؤں چومنا شروع کر دیے مخلوق کہنے لگی یہ کیا قصہ ہے کہ کتے کے پاؤں چوم رہا ہے۔ کہتا ہے کتے کو اس لئے چوم رہا ہوں کہ اس کو لیلیٰ کی گلی میں سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا یہ پاؤں چومنے کے قابل ہیں جو لیلیٰ کی گلی میں چلے گئے یہ ساری باتیں بالترتیب ذہن میں رکھیں پھر اگلی بات عرض کروں گا اور عربی میں یہ شعر بہت مشہور ہے جو ہمارے علماء وعظوں میں کہتے رہتے ہیں کہ مجنوں کہتا ہے۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلیٰ
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَ ذَا الْجِدَارَا

میں دیارِ لیلیٰ میں سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں، کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں ''مَا حُبُّ الدیارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ'' یہ دیواروں کی محبت میرے دل میں نہیں بیٹھی ہوئی ''لٰکِنْ حُبُّ من سَکَنَ الدیارَا'' دیواروں کے اندر جو موجود ہیں اصل وہ ہیں، دل میں ان کی محبت ہے جسکی بناء پر میں دیواروں کو چوم رہا ہوں تو جس وقت بیت اللہ کے ارد گرد پھرتے ہیں، بیت اللہ کیلئے ترستے ہیں، تڑپتے ہیں اور اگر کبھی موقع مل جائے تو اس کے ساتھ لپٹتے ہیں اور پیار کرتے ہیں تو میرے ذہن میں فوراً یہی آتا ہے۔

"ماحُبُّ الدیارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ ...... لٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدیارا

ہاں دھکے ہم کھاتے ہیں یہ ان اینٹوں پتھروں کیلئے ہم کھاتے ہیں؟ محبت ان کی ہے جو اس کے اندر ہیں۔ اندر والوں کی محبت کی بناء پر کبھی اس دیوار کو چومتے ہیں کبھی اس دیوار کو چومتے ہیں اور جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے پھر وہ بھلایا نہیں جا سکتا اگر آپ کوشش بھی کریں بھلانے کی تو نہیں بھلا سکتے اس کا استحضار تام ہوتا ہے کہتے ہیں

اُرِیْدُ لِاَنْسٰی ذِکْرَھا فَکَاَنَّمَا

تَمَثَّلُ لِیْ لَیْلٰی بِکُلِّ سَبِیْلٖ

میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ اس کو بھول جاؤں لیکن میں کیا کروں جدھر دیکھتا ہوں وہی نظر آتی ہے۔

سمائے ہو جب سے تم آنکھوں میں میری

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

سچی محبت کی ایک نشانی:

یہ بھی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ خیالاتی طور پر محبوب انسان کے دل دماغ پر اس طرح چڑھ جاتا ہے کہ پھر چیز اچھی وہی لگتی ہے جسکی نسبت محبوب کی طرف ہوتی ہے کوئی اور نسبت ذہن میں رہتی ہی نہیں اور اگر کسی دوسرے کام کی طرف توجہ ہوتی ہے تو وقتی طور پر ہوتی ہے جب انسان فارغ ہوتا ہے، تو وہی یاد آتا ہے۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

یہ بھی اسی سے متعلق ہے۔ یہ ہیں وہ کیفیات، یہ ہے وہ دھواں جو اس آگ سے اٹھتا ہے اور جب یہ آگ لگتی ہے تو پھر اس کے اوپر یہ آثار طاری ہوتے ہیں۔ اب آیئے اصل بات کی طرف کہ اگر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو شہر بھی اسی کا اچھا لگے گا

مکہ اس لیے محبوب ہے کہ اس کی نسبت اللہ کی طرف ہے، مدینہ اس لیے محبوب ہے کہ اسکی نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے ہمیں نہ لندن کی ضرورت ہے، نہ کسی دوسرے شہر کی ضرورت، جو مزہ اس شہر میں آتا ہے وہ مزہ کسی دوسرے شہر میں آ سکتا ہی نہیں۔

مکہ افضل لیکن مدینہ کا لطف ہی کچھ اور ہے:

ہم سے کوئی پوچھے کہ تمہارے نزدیک روئے زمین پر سب سے پیارا شہر کونسا ہے ہم کہیں گے کہ

''آں شہرے کہ در و دلبر است''

اسی کی خاک نصیب ہو جائے ہمیں یہ سب سے پیاری ہے، باقی چیزوں کو لیکر ہم کیا کریں گے ورنہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے مؤمن کے دل میں مدینہ کی محبت سب سے زیادہ ہے باوجود اس بات کے کہ علمی تحقیق کے مطابق افضل مکہ ہے۔

یہ مسئلہ بھی یاد رکھیے! حج کا تعلق مکہ سے ہے مدینہ سے نہیں ہے اس لیے اگر کوئی شخص مدینہ نہیں آتا تو اس کے حج میں کوئی نقص نہیں ہے لیکن جب مکہ آ جائے اور پھر مدینہ نہ آئے تو اس سے زیادہ بے مروت آدمی کون ہو سکتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئے تھے اس مدینہ میں تو مدینہ کو شرف تبھی حاصل ہوا۔ ورنہ یاد رکھیے مکہ کا شہر ایک نبی کا، نبی زادے کا، نبی کی بیوی کا آباد کیا ہوا ہے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو بٹھایا، اپنے بچے کو بٹھایا یہاں سے مکہ کی آبادی شروع ہوئی وہ شہر نبی کے گھرانے کا ہے اور یہاں مدینہ میں سوائے یہودیوں اور مشرکوں کے کوئی بھی نہیں تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آئے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بخاری شریف (۲۵۳/۱) میں ہے۔

کہ مدینہ منورہ بیماریوں کا گڑھ تھا ''اَوْبَأُ اَرْضِ اللّٰهِ'' اللہ کی زمین میں سب

سے زیادہ وبائی علاقہ تھا کیونکہ یہ علاقہ تھا سیم والا اور جہاں سیم ہوتی ہے وہاں مچھر بہت ہوتا ہے اور جہاں سیم ہوتی ہے وہاں کیڑے مکوڑے اور زہریلی چیزیں بہت ہو جاتی ہیں اور یہ سیم والا علاقہ تھا۔

اور مکہ والے کہتے تھے کہ جو مدینہ چلے گئے ہیں ان کو بیماری نے کمزور کر دیا ہے اسی لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اکڑ اکڑ کے طواف کرو تا کہ ان کو پتا چلے کہ ہم کمزور نہیں ہیں اس کی حکمت یہی ہے اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم آئے تھے تو مکہ کو یاد کر کے روتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! ہمارے دل میں مدینہ کی محبت ایسے ڈال دے جس طرح مکہ کی محبت تو نے ڈال رکھی ہے بلکہ اس سے بھی اشد (بخاری ۱/۲۵۳)

یہ اس دعا کا نتیجہ ہے کہ عقیدۃً چاہے مکہ افضل ہو لیکن محبت جتنی مدینہ سے ہے اتنی مکہ سے نہیں ہے ورنہ عقل کے ساتھ انسان اگر سوچے تو وہاں ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے اور یہاں (مدینہ میں) ہم نماز پڑھتے ہیں تو مسجد نبوی کی پیشانی پر جو حدیث لکھی ہوئی ہے ترکوں والے حصہ میں وہی بخاری کی روایت ہے (مشہور تو ہے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے یہ روایت بھی مشکوٰۃ (۱/۷۲) میں ہے۔لیکن تیسرے نمبر کی ہے فصل ثالث کی ہے) پہلے درجہ کی روایت یہ ہے" صلوٰۃٌ فی مَسْجِدِیْ ھٰذا خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ صلوٰۃٍ فیما سِواہ اِلاَّ المسجدَ الحرامَ "(مشکوٰۃ ۱/۶۷ بخاری ۱/۱۵۹) میری اس مسجد کے اندر ایک نماز باقی مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے، صحیح روایت ہزار نماز کے متعلق ہے لیکن ہم یہ حساب نہیں لگاتے۔

۱۴۰۳ھ کی بات ہے کہ میں یہاں آیا تھا اور حج کر کے گیا تھا تو ڈیڑھ، پونے دو ماہ مدینہ منورہ میں رہا جب حج کیلئے گیا تو حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی میں دو تین دن باقی تھے دوست بیٹھے آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ اگر ایک آدھ دن کیلئے ہم مدینہ ہو

آئیں تو کتنی اچھی بات ہوگی اور ایک صاحب پاس بیٹھا تھا جس کی ملتان میں آڑھت کی دکان تھی کہنے لگا مولوی صاحب کیا بات ہے۔ ادھر تو کہتے ہو ثواب یہاں زیادہ ہے تو پھر مدینہ کیوں بھاگ کر جاتے ہو؟ میں نے کہا بھائی! یہ حساب جانیں تیرے جیسے تاجر کہ لاکھ کہاں ہے اور ہزار کہاں ہے؟ ہم تو اتنا جانتے ہیں یہ تو ہر جگہ ملتا ہے وہ وہیں ملتا ہے ہم تو اس کی ملاقات کیلئے جاتے ہیں، یہ گھر والا تو ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ ملتا ہے اور وہ وہیں ملتا ہے باقی حساب کتاب تم جانو کہ زیادہ کہاں ملتا ہے، ہم ان حسابوں کو نہیں جانتے، ہم تو ملاقات کیلئے جاتے ہیں۔

سماعِ انبیاء کے بارے میں اکابرِ دیوبند کا عقیدہ:

اور ہمارے اکابر کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس وقت ہم جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سلام کو سنتے ہیں اس تصور کے ساتھ جب آپ روضۂ اقدس پر جائیں گے تو دیکھیں گے کہ کتنی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے جب انسان یہ سمجھے کہ میں سلام پڑھ رہا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں اور میرے سلام کا جواب دے رہے ہیں اب یہ سعادت کسی اور جگہ نہیں لی جاسکتی "وہاں سے فرشتے پہنچاتے ہیں" اب ڈاک کے ذریعہ سے خط پہنچادیا جائے اور سامنے بیٹھ کر بات کی جائے کیا دونوں باتوں میں فرق نہیں؟ کیا ٹیلی فون پر بات کرنے سے یا خط بھیجنے سے وہ تسلی ہوتی ہے جو سامنے بیٹھ کر بات کرنے سے ہوتی ہے یہ سعادت اور کہاں تلاش کریں گے" اور جو اس بات کا قائل نہیں محروم القسمت اس کو مدینہ آنے کی ضرورت کیا ہے؟ وہ تو پاکستان میں بیٹھ کر درود شریف پڑھے گا تو فرشتوں کے ذریعہ سے یہاں آجائے گا اس کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے" وہ لاکھ کا ثواب چھوڑ کے ہزار والی جگہ پر کیوں آتا ہے اپنے آپ کو خسارہ میں کیوں ڈالتا ہے؟

مدینہ کی محبت کا اصل راز:

دراصل یہ حضور ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آپ جہاں بھی دیکھیں گے کہ مسلمان جتنا۔ مدینہ سے محبت کرتا ہے، مدینہ سے پیار کرتا ہے، مدینہ کی نظمیں پڑھتا ہے، مدینہ کی نعتیں پڑھتا ہے، مدینہ کو یاد کرتا ہے، میرا خیال ہے کہ اتنا تذکرہ آپ مجلسوں میں مکہ کا نہیں سنیں گے، یہ اسی دلبر کے شہر والی بات ہے کہ حضور ﷺ کی دعا کے نتیجہ میں مؤمن کے دل میں محبت اس طرح آ جاتی ہے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ حضور ﷺ کے ساتھ ہمارا عاشقانہ تعلق ہے کہ ہمیں شہر وہی اچھا لگتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔

حضور ﷺ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت:

اور پھر اسی محبت کے آثار میں سے ہے صحابہ کی محبت '' اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ '' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا میرے بعد ان کے اوپر زبان نہ کھولنا، تنقید نہ کرنا، ان کو نشانہ نہ بنالینا '' فَمَنْ اَحَبَّهُمْ '' جو ان سے محبت کرے گا '' فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ '' ان سے محبت کرنا میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ہوگا '' وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ '' اور جو ان سے نفرت کریگا '' فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ '' وہ میرے ساتھ نفرت کی وجہ سے ان سے نفرت کرے گا میرے ساتھ محبت ہو تو میرے صحابہ کے ساتھ لازماً ہوگی اور اگر میرے صحابہ کے ساتھ بغض ہے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ بغض میرے ساتھ ہے '' وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ '' جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی '' وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ '' اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی '' وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ '' (ترمذی ۲/ ۲۲۵۔ مشکوۃ ۲/ ۵۵۴) '' اور جو اللہ کو تکلیف پہنچائے قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے گا اور چھوڑے گا نہیں۔

بالترتیب یہ ساری باتیں بیان فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا نتیجہ ہے صحابہ کی محبت یہ بھی علامات میں سے ہے اس سے میں آپ کو وہ بات سمجھانا چاہتا ہوں ''لَا یُحِبُّ عَبْداً اِلَّا لِلّٰہِ'' کہ اگر کسی بندے سے محبت بھی ہو تو اللہ کیلئے ہو کہ اس کا اللہ کے ساتھ تعلق ہے تو ہمارا بھی اس کے ساتھ تعلق ہے یہ محبت کی علامات میں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور یہ چھوٹی عمر میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انس رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور آپ کی خدمت کیلئے پیش کر دیا (بخاری ۲/۱۰۲۱) اور یہ ان کے سوتیلے بیٹے ہیں بچپن انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گذارا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بیٹا کہہ کر بلایا کرتے تھے'' یَا بُنَیَّ '' چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس بات پر ایک عنوان رکھا ہے جس کو ہم ترجمۃ الباب کہتے ہیں کہ پرائے بچہ کو بیٹا کہنا اس کا ثبوت دینے کیلئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بیٹا کہا کرتے تھے تو پرائے بچہ کو بیٹا کہہ کر بلانا، اس بات کو ثابت کرنے کیلئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل اور شمائل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ہیں کیونکہ یہ خادم تھے اور خادم کا ہر وقت واسطہ پڑتا ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ

بیٹا! اگر تجھ سے ہو سکے تو صبح و شام ایسے حال میں کر کہ تیرے دل کے اندر کسی کے متعلق کینہ، بغض، کھوٹ نہ ہو۔ اپنا دل صاف رکھا کر اگر ایسا تو کر سکتا ہے تو کر'' ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذَالِكَ مِنْ سُنَّتِیْ'' بیٹے! میرا طریقہ یہی ہے کہ میں کسی کے متعلق دل میں کھوٹ نہیں رکھتا ''وَمَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ

،،جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا......(ترمذی ۲/۹۶۔مشکوۃ ۱/۳۰) تو سنت کے ساتھ محبت کرنا گویا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے اس کو بھی اپنے ساتھ محبت کی علامت قرار دیا ہے۔

حضور ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں:

یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہی۔اب یہ بات ذرا سوچنے کی ہے کہ ہمارا عقیدہ واقعہ کے مطابق ہے کہ اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے سب سے افضل اشرف سرورکائنات ﷺ ہیں۔اس لیے ہم آپ ﷺ کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں افضل المخلوقات کہتے ہیں اور اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے سارا مخلوق ہے کوئی چیز غیر مخلوق نہیں ،قدیم کوئی چیز نہیں سب اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں یہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے ''لا خالِقَ اِلّا اللّٰه'' ''اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ'' یہ اللہ کی شان ہے یعنی اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی شی ایسی نہیں جو مخلوق نہ ہو اور اللہ کی پیدا کی ہوئی نہ ہو۔اور جب ہم سرور کائنات ﷺ کو اشرف الخلوق کہیں گے تو آپ مخلوق میں سے سب سے اشرف ،سب سے افضل ہوئے یہ بالکل صاف بات ہے نہ عرش کو وہ فضیلت حاصل ہے نہ کسی فرشتہ کو وہ عظمت حاصل ہے اور نہ کسی دوسری چیز کو وہ شرف حاصل ہے۔

مسلمان کے اندر اتنی غیرت تو ہونی چاہیے:

آپ ﷺ بھی مخلوق ہیں لیکن مخلوق میں سے سب سے اشرف تو جب آپ سب سے اشرف ہیں تو آپ کی ہر چیز مخلوق میں سے سب سے اشرف ہے اللہ نے شکل وصورت دی تمام مخلوق میں سے سب سے اشرف وافضل ،عادات وخصائل دیئے تو سب سے اشرف اور سب سے افضل اس لیے آپ کی سنت ساری کائنات کے مقابلے میں اشرف وافضل ہے تو جو شخص حضور ﷺ کو اشرف الخلوقات سمجھتا ہے اس کو چاہیئے کہ آپ کے طور ،طریقہ کو بھی

سب سے اچھا سمجھے اور اس بات پر آج کل زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اب دونوں تہذیبوں میں عالمی سطح پر ٹکراؤ ہے، عیسائیت اپنے آپ کو منوا رہی ہے اور اپنے طور طریقہ کو، اپنے رہن سہن کو، اپنی ہر چیز کو وہ اسلام کے مقابلہ میں بالا و برتر ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اب مسلمان کے اندر اتنی غیرت ہونی چاہیئے کہ وہ اس تہذیب کے مقابلہ میں اپنی تہذیب کو عقیدۃً بھی سب سے اشرف سمجھے اور عملاً بھی اپنی تہذیب کو غیروں کی تہذیب کے مقابلہ میں ایسی ترجیح دے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ واقعی یہ مسلمان اپنے نبی کے ساتھ اتنی محبت رکھتے ہیں کہ ساری دنیا مذاق اڑائے، ساری دنیا استہزاء کرے، ساری دنیا شور مچائے لیکن یہ اپنے نبی کے طریقے کو سب طریقوں کے مقابلہ میں افضل سمجھتے ہیں۔ یہ ہے سنت کے ساتھ محبت کرنے کا طریقہ اور اگر ہم سر سے لیکر پاؤں تک عیسائی تہذیب اپنالیں اور ہمارا رہنا، سہنا، اٹھنا، بیٹھنا، سارا اسی کے مطابق ہو تو آپ جانتے ہیں کہ یہ پھر سنت کے ساتھ محبت والی بات تو نہ ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا "مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ" جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس کی میرے ساتھ محبت ہے اور محبت رفاقت کا ذریعہ بنتی ہے۔

اہل عرب کے بارے میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خصوصی خطاب اور اسکی وجہ:

ذخیرہ حدیث میں ایک روایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ذخیرہ حدیث میں یہ بات آپ نے صرف حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اصل میں ایرانی تھے سلمان فارسی کے نام سے مشہور ہیں، حق کی تلاش میں نکلے تھے لوگوں نے پکڑ کے غلام بنا کر بیچ دیا چودہ جگہ بکتے ہوئے وہ مدینہ منورہ آئے تھے اور یہاں ایک یہودی کے غلام تھے اور پھر حضور ﷺ کو پہچان کر ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مکاتب ہونے کی ترغیب دی اور اس کا بدل کتابت خود ادا کیا جس سے وہ آزاد ہوئے اس لیے وہ صاحبِ کتابین کہلائے ہیں کیونکہ انجیل کے بھی ماہر تھے پھر قرآن کے بھی ماہر

ہوئے ڈھائی سو سال تک ان کی عمر میں اتفاق ہے اور بعض نے ساڑھے تین سو سال بھی لکھی ہے بخاری کے حاشیہ میں یہ بات مذکور ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض حواریوں سے بھی انکی ملاقات ہوئی ہے غزوہ خندق کے موقع پر خندق جو کھودی گئی تھی یہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے کھودی گئی تھی بہت صاحب حکمت صحابی تھے۔

ان کو ایک دفعہ خطاب کیا سرور کائنات ﷺ نے ’’ لَاتُبْغِضْنِیْ فَتُفَارِقَ دِیْنَکَ ‘‘ سلمان! میرے ساتھ بغض نہ رکھنا ورنہ تو اپنے دین سے علیحدہ ہو جائے گا یہ سلمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہا تھا سلمان رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے اور کہا ’’یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اُبْغِضُکَ وَبِکَ ھَدَانَا اللّٰہُ ‘‘ یارسول اللہ! میں آپ سے بغض کیسے رکھوں گا آپ کی وجہ سے تو اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ’’ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِیْ ‘‘ (ترمذی ۲/۲۳۰_مشکوۃ ۲/۵۵۲)

یہ ہے وہ نکتہ جس طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں سلمان! عربوں سے بغض رکھو گے یہ بغض مجھ سے سمجھا جائے گا اور یہ سلمان ایرانی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ حضور ﷺ نے شاید حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی معرفت سے اہل ایران کو پیغام دیا ہے تو سمجھ لو! صحابہ عرب ہیں تابعین عرب ہیں اور حضور ﷺ نے فرمادیا ’’ تبغض العرب فتبغضنی ‘‘ اگر تو عربوں سے بغض رکھے گا تو بغض مجھ سے سمجھا جائے گا۔ اور ایک جگہ فرمایا ’’اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ ‘‘ عربوں سے تین وجہ سے محبت رکھو ’’ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ ‘‘ میں عربی ہوں ’’ وَالْقُرْآنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ ‘‘ (مشکوۃ ۲/۵۵۳)...... پوری دنیا کے اہل ایمان کے قلوب کو عرب کے ساتھ جوڑنے کیلئے یہ کہا ہے۔

مرکز عرب میں ہے اب اس کو اٹھا کر ہم کشمیر میں کیسے لے جائیں ہم اس کو اٹھا کے پاکستان کیسے لے جائیں؟ اس لیے جس وقت تک آپ اس کے ساتھ جڑے رہیں گے اس وقت تک امت مجتمع ہے اور جب آپ اپنا تعلق اس سے توڑیں گے تو امت منتشر

ہو جائے گی اور مرکزی نکتہ ہے کونسا؟ جوامت کیلئے اجتماع کا ذریعہ بنے اس لیے اس بات کو ذکر کرتے ہوئے میں نے کہا کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی معرفت اہل ایران کو یہ پیغام دیا ہے۔

تو صحابہ کی محبت علامت ہو گی حضور ﷺ کی محبت کی، سنت کی محبت علامت بن گئی حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی یہ سارے کے سارے وہ آثار ہیں جو محبت سے نمایاں ہوتے ہیں جس کیلئے میں نے ابتدا میں جملہ بولا تھا کہ جب آگ لگتی ہے تو دھواں اٹھتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں آگ لگی ہوئی ہے۔ دھواں دلالت کرتا ہے کہ یہاں آگ ہے تو یہ ہیں وہ علامات جن کے ساتھ اس محبت کو پہچانا جاتا ہے۔

اللہ کی خاطر محبت کا مطلب:

اس لیے ہمارا تعلق اگر کسی بندے سے ہے تو اس نسبت سے ہو کہ اس کا اللہ سے تعلق ہے اس لیے ہم اس سے تعلق رکھتے ہیں اور اگر کسی اور وجہ سے تعلق رکھیں گے تو وہ ایمانی محبت نہیں ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہتے ہوئے تعلقات تو ہوتے ہیں کہ میرا ان سے تعلق ہے فلاں سے تعلق ہے کیوں ہے؟ اس میں کوئی نہ کوئی وجہ ربط ہوتا ہے۔ کروڑوں لوگ ہیں جن سے ہمارا نہ محبت کا تعلق نہ بغض کا، نہ جان نہ پہچان کچھ بھی نہیں ہے لیکن جب کسی کے ساتھ ربط ہو گا تو کسی نہ کسی وجہ سے ہو گا...... مجھے اس سے تعلق ہے اس لیے کہ میرا رشتہ دار ہے...... مجھے اس سے تعلق ہے اس وجہ سے کہ میرا محسن ہے...... میرا دل انکے ساتھ اس لیے اٹکا ہوا ہے کہ یہ خوبصورت ہیں...... میرا دل اس لیے اٹکا ہوا ہے کہ یہ صاحب کمال ہے...... تو دیکھو صاحب کمال ہونا، صاحب حسن ہونا، رشتہ دار ہونا، یہ واسطہ بنا ہے ہم دو کے جوڑنے کا یہ سارے کے سارے واسطے جتنے بھی ہیں یہ دنیاوی تعلقات ہیں ان کا دین سے کوئی معاملہ نہیں ہے اور جس سے میں اس لیے دلی تعلق رکھتا ہوں کہ یہ

اللہ والا ہے، اللہ کی عبادت کرتا ہے، اللہ کے دین کی اشاعت کرتا ہے، اللہ کی کتاب پڑھتا ہے، اللہ کی کتاب کا حافظ ہے، میں اس لیے محبت کرتا ہوں اب دیکھو درمیان میں واسطہ اللہ کا آ گیا ہے میری آپ سے محبت اس لیے ہے کہ آپ اللہ کے دین کی اشاعت کر رہے ہیں ورنہ نہ تو آپ میرے رشتہ دار ہیں نہ محسن ہیں، نہ استاد ہیں، نہ شاگرد ہیں، اس کو کہتے ہیں اللہ واسطے محبت۔

اب علماءِ دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو یاد کر کے ہم روتے ہیں، حضرت گنگوہی کو یاد کرتے ہیں، حضرت تھانوی کو یاد کرتے ہیں، ان کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے؟ ہمارے چچا لگتے ہیں؟ ہمارے ماموں لگتے ہیں؟ ان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ ان کے ساتھ ہمارا تعلق محض اللہ کی وجہ سے ہے کہ یہ دین کے ناقل ہیں انہوں نے دین اور ایمان ہم تک پہنچایا اس کو کہتے ہیں ''لَا یُحِبُّ عَبْداً اِلَّا لِلّٰہِ'' کہ بندے سے محبت کرے تو اللہ کے لیے کرے کوئی اور دوسری غرض درمیان میں نہ ہو۔ باقی محبتیں طبعی ہیں لیکن یہ جو اللہ واسطے محبت ہے یہ بھی ایمان کے کمال کی علامت ہے۔ اور سنت کی محبت، صحابہ کی محبت ان کی طرف میں نے تھوڑا تھوڑا اشارہ کیا ہے۔ ان کی وضاحت بہت ہو سکتی ہے، کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن یہ عنوانات ہیں جو میں نے آپ کے سامنے ذکر کیے ہیں۔

کفر سے نفرت کیوں؟

تیسری بات یہ تھی کہ کفر سے ایسے نفرت ہو جائے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے نفرت ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ کفر اللہ کی نافرمانی ہے اور شرک کفر کی ہی ایک قسم ہے۔ شرک سے بھی اسی طرح نفرت ہونی چاہیئے۔ جس طرح کھلی آنکھوں انسان آگ میں نہیں جاتا شرک بھی اسی طرح مبغوض ہو۔ اور اسی طرح سنت کے خلاف جو عمل ہے بدعت وہ بھی کفر کا شعبہ ہے، وہ بھی اختیار نہ کرے، اور اس سے طبعاً نفرت ہو جائے۔ یہ اس محبت کا سلبی پہلو ہے۔

اب دوسرا عنوان بدلتا ہوں، وہ ایجابی پہلو تھا کہ یہ محبوب ہے لہذا یہ بھی محبوب ہے، یہ بھی محبوب ہے، یہ بھی محبوب ہے، یہ اثباتی طور پر محبت پھیلتی ہے۔ اور سلبی پہلو یہ ہے کہ مجھے حضور ﷺ سے محبت ہے اور یہ ان کا دشمن ہے اس لئے مجھے اس سے نفرت ہے چونکہ یہ ان کی ناپسندیدہ چیز ہے اس لیے مجھے اس سے نفرت ہے، چونکہ ان کو یہ پسند نہیں اس لیے مجھے بھی پسند نہیں، یہ سلبی پہلو ہے کہ محبوب کی ادائیں تو محبوب ہوا کرتی ہیں لیکن جو چیزیں اس کے خلاف ہوں ان سے پھر نفرت ہوا کرتی ہے۔ اس لیے توحید سے محبت، شرک سے نفرت، سنت سے محبت، بدعت سے نفرت، یہ ساتھ ساتھ لازم ہے۔ جس وقت تک شرک سے دوری نہ ہو، کفر سے قطع تعلقی نہ ہو، بدعت سے نفرت نہ ہو اس وقت تک ایمان ناقص ہے۔ توحید سے محبت، سنت سے محبت، اور کفر و شرک سے نفرت۔

شرک تو ایسی بدتر چیز ہے کہ جتنی بھی انسان نیکیاں کرے، اچھے کام کرے لیکن اس میں شرک کا شائبہ آ گیا تو قرآن کہتا ہے اس کی مثال پھر ایسے ہوگی ''اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً'' (سورہ نور: ۳۹)...... ریگستان میں دور سے دیکھیں تو ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے پانی ہے تو مشرکوں کے اعمال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں وہ ایسے ہیں جیسے چمکتی ہوئی ریت ''حَتّٰى اِذَا جَاءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا'' پیاسا پانی کی طلب میں جب وہاں پہنچے گا تو کچھ بھی نہیں ہوگا مشرک کے اعمال چمکتی ہوئی ریت ہے تو تیسرے جملے کا معنی یہ ہے کہ کفر سے نفرت ہو جائے اور اتنی نفرت ہو جائے کہ یہ سمجھے کہ کفر یا کافرانہ کام کرنا ایسے ہے جیسے انسان کو عقل و ہوش کے ساتھ آگ میں ڈالا جائے تو کفر سے نفرت یہ کمال ایمان کی علامت ہے۔

جنت میں حضور ﷺ کی معیت اور اس کی آسان فہم مثال:

تو جب یہ ساری باتیں ہو جائیں گی محبت کامل ہو جائے گی تو اس کے نتیجہ میں ملتی

ہے رفاقت۔ تو تیسری روایت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی '' کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ '' وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ میرے ساتھ جنت میں ہوگا لیکن درجات کا فرق ہوگا یہ نہیں کہ ایک ہی درجہ میں ہو جائیں ایک ہی جگہ بیٹھیں گے تو بھی درجہ میں فرق ہوتا ہے۔

یہ بات بچوں کو سمجھانے کیلئے میں ہمیشہ مثال دیا کرتا ہوں کہ دیکھو ایک طالب علم استاد سے محبت کرتا ہے اب استاد صاحب سفر پر جارہے ہیں تو اس طالب علم کو کہیں گے بیٹا! میرے ساتھ چلو، اب جس کار میں استاد بیٹھا ہے اسی میں وہ بیٹھا ہے، جس دستر خوان پر استاد نے کھایا ہے اسی پر وہ کھا رہا ہے لیکن کیا دونوں کا درجہ ایک ہے؟ رفاقت تو ہوگئی ایک ہی کار میں ہیں، ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے ہیں، ایک ہی سواری پر سوار ہیں تو جس طرح سفر پر جاتے ہوئے استاد اپنے محبوب طالب علم کو ساتھ رکھتا ہے یہ رفاقت ہے اس محبت کی بناء پر اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ہی دستر خوان پر کھا رہے ہیں، ایک ہی سواری پر بیٹھے ہیں، ایک ہی کمرے میں سو رہے ہیں سب کچھ ایک ہیں اس رفاقت کی بناء پر لیکن وہ بھی جانتا ہے کہ میرا درجہ کیا ہے اور دنیا بھی جانتی ہے۔ تو درجات کا فرق لازماً ہوتا ہے اسی طرح حضور ﷺ بھی انگلی پکڑ کے جنت میں لے جائیں گے جتنے بھی محبت کرنے والے ہوں گے سب کو گزار کے پھر سرور کائنات ﷺ جنت میں جائیں گے جب تک ایک بھی باہر ہوگا نہیں جائیں گے۔

اپنی امت کی خاطر حضور ﷺ کی رنجیدگی کا عالم:

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ بہت رو رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے '' اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ '' اللہ نے اپنی حکمت کے تحت فرشتوں کو متعین کیا ہوا ہے، جبرائیل علیہ السلام کو بلایا اور بلا کر کہا کہ جاؤ جا کر پوچھو کہ ان کے رونے کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اللہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن اسباب کے تحت اس کو ظاہر کرنا مقصود تھا جبرائیل آئے اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیوں روتے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے رونے کا سبب

بیان فرمایا کہ مجھے میری امت کا فکر ہے، مجھے میری امت کا فکر ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی محبت کرتے تھے ہم سے کہ ہمارے لیے روتے تھے رو رو کر اپنی امت کیلئے دعائیں کرتے تھے تو امت کا بھی فرض ہے کہ اپنے رسول سے بھی ایسی ہی محبت کرے) تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ جا کر کہدو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے..... (مسلم ۱/۱۱۳۔ مشکوۃ ۲/۴۸۹)......اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک بھی امتی جہنم میں ہوگا..... (جلالین، قرطبی، تفسیر کبیر، نسفی، سورۃ ضحیٰ آیت ۵ کے تحت) سب کو نکال کر جنت میں لے جائیں گے تب خوش ہوں گے اور حدیث شفاعت میں جو درجات آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سفارش کے اگر ساری روایات پڑھیں تو امت خود محسوس کرے گی کہ جو اللہ کا رسول ہمارے لیے اتنا روتا ہے اور ہمیں یاد کرتا ہے تو کیا ہمارا یہ فرض نہیں بنتا کہ ہم بھی اس کے ساتھ محبت کریں اور اسکی یاد میں اسی طرح روئیں۔

کاش! میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا:

مشکوۃ شریف میں فضائل طہارت میں روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بقیع میں تشریف لے گئے جو چند صحابہ فوت ہو چکے تھے ان کے لیے دعا کرتے تھے مشکوۃ میں لفظ موجود ہیں کہ وہاں بقیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا" وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا "(مسلم ۱/۱۲۷۔ مشکوۃ ۱/۴۰)..... کاش کہ میں اپنے بھائیوں کو بھی دیکھ لیتا، بھائیوں کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے، صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم تو صحابہ ہو ہر وقت ساتھ رہنے والے۔ اخوت کا رشتہ عام ہے اصحاب کا رشتہ خاص ہے جو صحابی ہے اسکے ساتھ اخوت بھی لیکن جو صرف اخوت والے ہیں ان کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے جو ابھی تک آئے نہیں ہیں عرض کی یا رسول اللہ! جو ابھی تک آئے نہیں، اور آپ نے زندگی میں ان کو دیکھا نہیں آپ قیامت کے دن ان کو

کیسے پہچانیں گے کہ یہ میرا امتی ہے۔آپ کیسے پہچانیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر ایک جگہ کالے گھوڑے پھر رہے ہوں اور ایک شخص کے گھوڑے ایسے ہوں جن کے پاؤں سفید ہوتے ہیں ، پیشانی سفید ہوتی ہے ہاتھ سفید ہوتے ہیں تو کیا کالے گھوڑوں میں اگر اس قسم کے سفید پیشانی والے ، سفید پاؤں والے گھوڑے ہوں تو وہ اپنے گھوڑوں کو پہچانے گا نہیں؟ صحابہ کہنے لگے یا رسول اللہ ! فوراً پہچان لے گا فرمایا میں اپنی امت کو آثار وضوء سے پہچانوں گا کہ ان کے اعضاء ایسے چمک رہے ہوں گے کسی دوسرے کے اس طرح نہیں چمک رہے ہوں گے یہ ایسے ہوں گے جیسے کالے گھوڑوں میں سفید پیشانی والے گھوڑے ہوتے ہیں میں دیکھ کے سمجھ جاؤں گا یہ بھی میرا اُمتی ہے، یہ بھی میرا اُمتی ہے، یہ بھی میرا اُمتی ہے۔

اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اور وضو نہیں کرتا وہ اپنا شناختی کارڈ گم کر رہا ہے، وہ پہچانا کیسے جائے گا؟ اگر وضو کی عادت نہیں ، نماز کی عادت نہیں تو اس نے اپنی شناخت گم کر دی ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کو پہچاننا ہے اس شناخت کے ساتھ اس قسم کی باتیں حدیث میں اتنی آتی ہیں کہ جب بندہ دیکھتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ کتنا پیار ہے اور امت سے کتنی محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کیلئے کتنی دعائیں کرتے تھے ، بس اب آخری بات عرض کر کے بات ختم کرتا ہوں۔

ایک دعا کا تو لازماً اہتمام کرنا چاہیے:

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے تو بہت دعائیں کی ہیں لیکن ایک دعا کا مطالبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے بھی کیا ہے اپنی امت سے اس کا ہمیں ضرور اہتمام کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جس وقت اذان سنو اذان کا جواب دو اور اس کے بعد " صَلُّوا عَلَيَّ " (مشکوۃ ۱/۶۴) "مجھ پر صلوٰۃ پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو" اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ" الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مقام محمود کی دعا کرو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے مطالبہ ہے کہ جو میرے

لیے مقام محمود کی دعا کرے گا قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا (بخاری ۱/۸۶۔ مشکوٰۃ ۱/۶۵) اور یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی حدیث شریف کے اندر ہے۔ جس نبی نے ہمارے لیے اتنی دعائیں کیں اس کیلئے ہم کم از کم ایک دعا کا اہتمام تو کریں جس کا مطالبہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے کہ میرے لیے یہ دعا کرو وہ ساری باتیں سارے تذکرے محبت کو چمکانے کیلئے ہیں محبت کے آداب کو مستحضر کرنے کیلئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طور پر محبت نصیب فرمائے اور اس کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

علم نبوت ایک سعادت

بمقام: شجاع آباد

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

قَالالنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَاحَسَدَ اِلَّافِیْ اِثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًافَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ ورجل آتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا (مشکوٰۃ /۳۲ج/۱ بخاری ج/۱،/ص ۱۷،۱۸۹)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

سب سے پہلے مولانا قاری محمد حنیف صاحب مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب اور ان کے رفقاء کو دینی مدارس کے تحفظ اور ان کی خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے اس قسم کے پروگرام منعقد کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان پروگراموں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مدارس کے تحفظ اور عوام الناس کے لیے مدارس کے تعارف کا ذریعہ بنائے۔

مدارس کا منشور:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، جس مذہب کی تعلیم باقی ہے وہ مذہب باقی ہے جس مذہب کی تعلیم ختم ہو جائے وہ مذہب بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مدارس دینیہ بقائے تعلیم کی سعی کر رہے ہیں۔ یہ تبصرہ اس عظیم شخصیت کا ہے۔ جو ایک ایسے ادارہ کا مہتمم رہ چکا ہے جس ادارہ نے مشرق و مغرب میں قرآن وسنت کا نور پھیلایا۔ اس تبصرہ میں حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جامعیت کے ساتھ مدارس کی صحیح تصویر کشی کی ہے جس سے مدارس کا منشور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اصل مقصد مدارس کا اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنا ہے۔

الحمد للہ! مدارس اس کام میں کامیاب ہوئے، روکھی سوکھی کھا کر چھوٹا موٹا پہن کر دین کی شمع کو روشن کیا اور بڑی بڑی پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص قابل رشک ہیں ایک وہ جسے اللہ نے علم دیا وہ علم کی نشر و اشاعت کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ دین کی نشر و اشاعت کی سعادت بھی اہل مدارس کو حاصل ہوئی اور شریعت کی نظر میں قابل رشک ٹھہرے صحیح بخاری میں ہے کہ ایک زانیہ عورت نے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی

مغفرت کر دی، محض اس لیے کہ اس نے مخلوق خدا پر ترس کھایا۔ ارباب مدارس بھی مخلوق خدا کی عظیم ترین خدمت کر رہے ہیں۔

الغرض یہ مدارس وہی ہیں جن کی بنیاد امام الانبیاء ﷺ نے اصحاب صفہ کی صورت میں رکھی جس میں اکثر غریب حضرات رہا کرتے تھے۔

اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ کو معلوم نہیں تھیں اور امت کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ نبی ﷺ تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہیں۔

فنون کی اہمیت:

آپ جانتے ہیں دنیا میں انسان کے پاس دو قسم کے علوم وفنون ہیں ایک وہ علم ہے جو انسان کی دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔ مثلاً انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا خوراک کیسے پیدا کی جائے اس کے لیے زراعت کا علم ہے، باغات کے متعلق علم ہے، انسان بیمار ہوتا ہے اس کو صحت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے ڈاکٹری اور طب ہے، اس کے لیے میڈیکل کالج ہیں۔

انسانی ضروریات ہیں تو اس کے لیے دھاگے بنانے کا فن ہے الغرض رہائش، سواریاں وغیرہ کے حصول کے مختلف فنون ہیں۔

آپ تھوڑی سی توجہ فرمائیں گے یہ ساری چیزیں انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی محتاج نہیں رہیں جو لوگ خدا کو نہیں مانتے ان کے ہاں بھی صحت، لباس، خوراک، زراعت، سواریاں، دوائیاں بن رہی ہیں یہودیوں، عیسائیوں، سکھوں میں بھی یہ چیزیں موجود ہیں تو یہ چیزیں نبی کی تعلیم کی محتاج نہیں پھر نبی کی آمد کا مقصد کیا ہوا کیونکہ نبی اس لیے نہیں آتے کہ یہ بتائیں کہ کپڑا کیسے بناہے؟ جوتا کیسے بنا ہے؟ یہ چیزیں تجربے کی محتاج ہیں، معلوم ہوا نبی براہ راست اللہ تعالی سے علم حاصل کرتا ہے وہ علم نبی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

علم نبوت کی خصوصیات:

یہ نبی والا علم ایسا علم ہے جو انسانی عقل کی پیداوار نہیں اس علم کو علم الٰہی اور علم نبوت کہتے ہیں جس کے پاس نبی کا علم نہیں ہے۔ ان کی زندگی جانوروں کی زندگی کی طرح ہے تمام جاندار جنگلوں کے درندے سارے پرندے اپنی ضروریات کو پورا کر کے اتراتے پھریں تو پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟

انسان نبی کی تعلیم سے ممتاز ہوتا ہے جانوروں سے، نبی کی تعلیم سے دوری سے وہ جانوروں کی مثل بلکہ جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے نبی کی تعلیم سے دوری انسان میں بگاڑ پیدا کرتی ہے انسان درندوں سے بھی زیادہ درندہ ہو جاتا ہے۔

الحاصل بتانا یہ ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے جس کو ہم قرآن و حدیث اور فقہ کا علم کہتے ہیں وہ علم دین ہے باقی تمام فنون ہیں جو انسان کی ضروریات پورا کرتے ہیں۔

فنون کی طرف اکثر کی رغبت:

دوسری طرف علم دین ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو انتہائی سستا بنا دیا ہے یہ نعمت ہوا کی طرح ملتی ہے۔ علم دین ہی ہے جو مفت حاصل ہوتا ہے۔ رہائش، خوراک، کتب، معلمین کا انتظام مفت ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی کالج سکول، یونیورسٹی دکھاؤ جو انجینئر، ڈاکٹر تو بنائے لیکن فیس نہ لے مگر علم دین پڑھانے والے ادارے (مدارس عربیہ دینیہ) علوم انبیاء علیہم السلام مفت تقسیم کرتے ہیں۔ علم دین پڑھانے والے تمام طبقوں سے زیادہ قابل قدر ہیں لیکن ہر دور میں دنیا دار لوگ ان مدارس والوں کو دشمن سمجھتے رہے ہیں اور یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو راہ حق سے ہٹا دیں اتنا واویلا کیا گیا کہ کان سن کر تھک گے، مدارس والے دہشت گرد لیکن جب پوچھا جائے کہ کون سا مدرسہ ہے؟ جہاں لڑائی فساد ہوا ہو طلباء آپس میں لڑے ہوں، استادوں کو مارا ہو۔

کسی مدرسہ کا نام تو لو جبکہ اس کے برعکس سکولوں کالجوں میں کتنے فسادات ہوئے پروفیسروں کو مارا گیا۔

مدارس کے متعلق نیا پلان:

اب انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ جناب ہمیں تو صرف یہ فکر ہے غریب بچے جو مدارس میں پڑھتے ہیں ان کو ملازمت نہیں ملتی ان کو انگریزی پڑھاؤ کمپیوٹر سکھاؤ جغرافیہ تاریخ پڑھاؤ تا کہ ان کو ملازمت مل جائے یہ باعزت طریقے سے زندگی گزار سکیں۔

اصل حقیقت:

یہ جو نعرہ لگایا ہے عربی مدارس والے بیکار نہ رہیں اصل بات یہ ہے کسی طرح ان کو علم نبوت سے محروم کر دیا جائے ورنہ ان عقلمندوں سے پوچھا جائے کہ تمہارے سکولوں، کالجوں سے جتنے فارغ ہیں، ان سب کو ملازمت مل جاتی ہے اگر ایک اشتہار آ جائے تو ہزاروں میٹرک، ایف اے، بی اے، پاس آ جاتے ہیں۔ اتنی بے کاری، پہلے سکولوں، کالجوں والوں کو ملازمت دو،

ہم آپ کے پاس درخواست لے کر نہیں آئیں گے ہمیں نوکری دے دو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں قناعت دی ہے دینی مدارس کا پڑھا ہوا بے کار نہیں رہے گا کہیں موذن لگ جائے گا، کہیں امامت کروا لے گا، یا بچوں کو قرآن مجید پڑھا دے گا، اور وقت عافیت کے ساتھ گزار لیتا ہے،

بہر حال ان کی چال میں نہ آؤ اپنے پیٹ کی فکر کم اور لوگوں کو دین پہنچانے کی فکر زیادہ کرو۔ ہمارے اکابر کی فراست جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو ناکارہ بنا دیا بظاہر نقصان کیا مگر حقیقت میں فراست تھی چنانچہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب فراغت ہوئی اور باہر نکلے تو ہمیں تعجب ہوا کہ کیسا نصاب ہے کہ اس پر تو چپڑاسی اور نوکر ہی لگ سکتے ہیں۔

مگر بعد میں عملاً تجربہ ہوا کہ اس میں بڑی فراست تھی چنانچہ فقیہ الامت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نواب حیدرآباد دکن کے جواب میں فرمایا ہم نے مدارس اس لیے نہیں بنائے کہ نواب صاحب کی ریاست چلے بلکہ اس لیے بنائے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا ہو، بچوں کو قرآن پڑھانے والا ہو، لوگوں کو صحیح امامت کرانے والا ہو اور جو لوگ سرکاری ملازمت حاصل کرتے ہیں وہ ہمارے کام کے نہیں رہتے وہ ہماری محنت ضائع کرتے ہیں آج بھی مدارس عربیہ دینیہ اس منشور کے تحت خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت دیتے رہیں گے۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دعا ہے کہ اللہ رب العزت مدارس اور ارباب مدارس کو ہر شر فتنہ سے محفوظ فرمائے اور اخلاص وقبولیت سے نوازے،

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
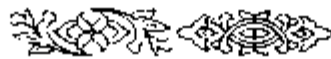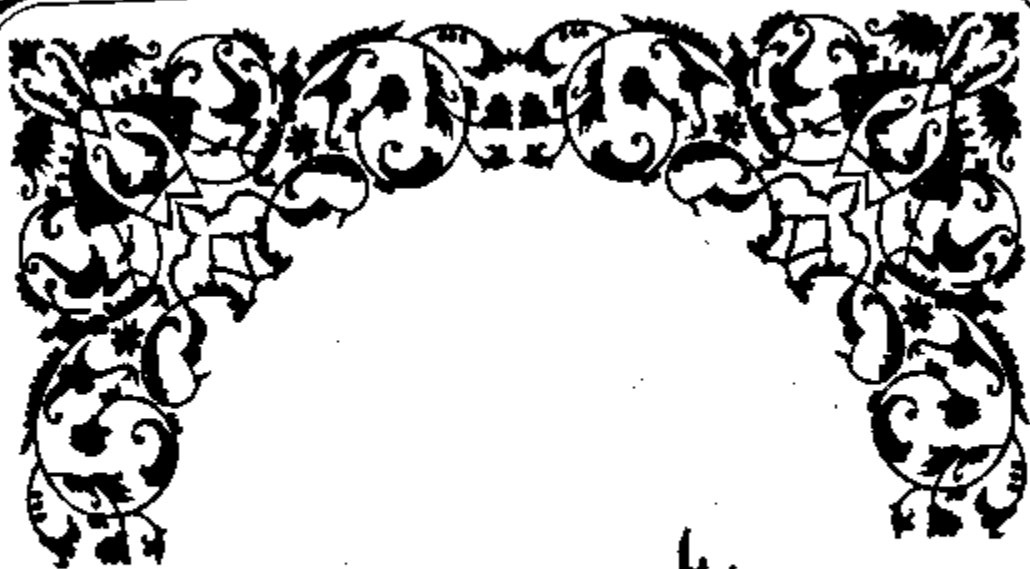
اہل مدارس اور
کفار کے منصوبے

بمقام: باب العلوم کہروڑپکا

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

قَالالنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَاحَسَدَ اِلَّافِیْ اِثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًافَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ ورجل آتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا (مشکوٰۃ /۳۲ ج/۱ بخاری ج/۱/ص ۱۷، ۱۸۹)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

دل کی گہرائی سے آپ حضرات کی آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کی زیارت وملاقات اور آپ کی تشریف آوری کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب کے تحت ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں ہے منت منے کہ خدمتے سلطان مے کنی الخ ، سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر خیر کی توفیق ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرو اللہ نے اپنے فضل وانعام سے ہمیں معطل نہیں رکھا۔

خدمت دین احسان خداوندی ہے:

اگلی بات جو ہے وہ ہر وقت لوح قلب پر لکھنے کی ہے کہ اگر بادشاہ نے اپنی خدمت کے لیے آپ کو منتخب کر لیا ہے تو اس پر احسان نہ جتاؤ یہ تمہارا احسان نہیں ہے یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنی خدمت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ ہمارا کوئی احسان نہیں ہے۔

نہ اللہ ہماری خدمت کا محتاج ، نہ اس کا دین ہماری خدمت کا محتاج ، وہ قائم ودائم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر ساری مخلوق انتہائی متقی انسان کے قلب پر جمع ہو جائیں کہ ہر انسان کے سینہ میں انتہائی متقی انسان جیسا دل آجائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے کہ میری سلطنت میں مچھر کے پر برابر اضافہ نہیں ہوتا اور اگر ساری مخلوق تمام انسانوں میں سے بدتر انسان کے قلب پر جمع ہو جائے کہ ساری مخلوق ہی باغی ہو جائے ، بدتر ہو جائے ، اللہ کی نافرمان ہو جائے ، معاصی میں لگ جائے ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری سلطنت میں مچھر کے پر برابر کمی نہیں آتی اللہ تعالیٰ کی سلطنت تو قائم ودائم ہے۔

دین کی بقاء کا ذریعہ انسان ہیں:

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اس دین کا بقاء بھی قیامت تک رکھا ہے اور اس نے باقی رہنا ہے دنیا کے سارے کافر ومشرک اکٹھے ہو کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں کہ کسی طرح یہ دین ختم ہو جائے پھر بھی یہ دین باقی رہے گا۔

اور اگر اس کے بقاء کے لیے ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں منتخب کرلیا ہے تو یہ اس کا احسان ہے کیونکہ قرآن کریم نے باقی رہنا ہے اور کس طرح باقی رہنا ہے؟ تو دین کی حفاظت اور اس کی اس دنیا کے اندر بقاء اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ سے نہیں کروانی، انسانوں سے کروانی ہے۔ یہ کام اللہ نے فرشتوں سے نہیں لیا انسانوں سے لیا ہے انسانوں کو ذریعہ بنایا ہے اس دین کی بقاء کا، قرآن کریم ہے انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہوتا چلا جائے گا، حدیث ہے، فقہ ہے، تفسیر ہے، لغت ہے، دین کے جتنے علوم ہیں وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ نے جیسے کتابوں میں محفوظ کیے ہیں اسی طرح ان کو انسانوں کے دل دماغ میں بھی محفوظ کردیا ہے تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں منتخب کیا ہے تو یوں سمجھو کہ ظاہری طور پر دنیا کے اندر یہ لوگ دین کی بقاء کا ذریعہ ہیں یہ اللہ کا انتخاب ہے اس پر ہم صبح وشام رات دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تو بھی اس نعمت کا ہم شکر ادا نہیں کرسکتے۔

احساس ذمہ داری:

تو جب ہمارا انتخاب اللہ کی جانب سے ہے اور قیامت تک دین باقی رکھنے کی ایک کڑی اللہ نے ہمیں بنالیا ہے تو ہمیں اس نعمت کی قدر دانی کرتے ہوئے کچھ اپنی ذمہ داری کا احساس بھی کرنا ہوگا جیسے کسی نے کہا کہ

یہ تو شہادت گاہ ہے الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

مسلمان ہونا آسان سمجھتے ہیں حالانکہ یہ تو شہادت گاہ ہے الفت میں قدم رکھنا ہے اور جیسے علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ اگر اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میرے بدن پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کی مشکلات کو میں جانتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد کیا مشکلات پیش آتی ہیں، ان کا تصور کرکے میں کانپ جاتا ہوں۔

مدارس کا تحفظ حقیقت میں اسلام کا تحفظ ہے:

اب آج اگر چہ ہمارا موضوع تو ہے مدارس کے تحفظ کے متعلق۔ اگر حقیقت میں دیکھیں تو یہ اسلام کے تحفظ کے متعلق اسلام کی بناء پر جو ذمہ داریاں ہم پر آئی ہیں وہ تو ہیں اور پھر اس راستہ میں منتخب ہو جانے کی وجہ سے ہم پر مزید ذمہ داریاں ہیں۔

ہم سارے کے سارے الحمد للہ ایک ہی خاندان کے فرد ہیں اور آج ہمیں آپس میں ملنے کا موقع ملا، اکٹھے ہونے کا موقع ملا اس سے ایک دوسرے کو سہارا بھی ہوتا ہے اور حوصلہ بھی ہوتا ہے اور اجتماع واتفاق کی برکات بھی حاصل ہوتی ہیں بہت خوشی ہو رہی ہے یہ دیکھ کر کہ حافظ عبد الصمد صاحب باوجود بہت کمزور ہونے کے، باوجود علیل ہونے کے اس موضوع سے دلچسپی کی بناء پر تشریف فرما ہیں، ان کا آنا جانا بہت ہی دشوار ہے لیکن اس مبارک اجتماع کے ساتھ ہمدردی کی بناء پر تشریف فرما ہیں، اور اس سے بھی بڑی خوشی کے بات یہ ہے کہ یہ فاضل دیوبند بزرگ آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں اور پورے پاکستان میں گنتی کے چند حضرات موجود ہیں جنہوں نے ان اکابر کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی ان حضرات نے اکابر کو دیکھا ہے اور ہم ان کو دیکھ رہے ہیں یہ ہمارے لیے بہت برکت کا ذریعہ ہے۔

آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا:

تفصیل کا موقع نہیں صرف ایک بات کہتا ہوں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

تلواروں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں

آساں نہیں ہے مٹانا نام ونشان ہمارا

وہ تو تلواروں کے سائے کی بات تھی آج تلواروں کے سائے میں ہم نہیں ہے

لیکن میں اس کو یوں کہتا ہوں

اکابر کے سائے میں پڑھ کر جواں ہوئے ہیں

آساں نہیں ہے مٹانا نام ونشان ہمارا

اکابر کے زیر سایہ ہم نے جو کچھ سیکھا ہے، جو کچھ پڑھا ہے الحمد للہ یہ امانت ہمارے پاس ہے ہم اس امانت کو آگے منتقل کر رہے ہیں بہت فرعون آئے، بہت شداد آئے جنہوں نے اس خیر کے سلسلہ کو مٹانے کی کوشش کی لیکن اللہ گواہ ہے کہ ان کا نام ونشان نہیں رہا اور یہ سلسلہ اپنی آب وتاب کے ساتھ آگے بڑھتا جا رہا ہے اور دن بدن اس کی رونق میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ عداوت ودشمنی رکھنے والے مٹتے جا رہے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ میں سچ بولنے والے صدر:

میں اکثر اجتماعات میں کہا کرتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں دو صدر ایسے آئے ہیں جن کو کچھ سچ بولنے کی عادت تھی۔

(۱) صدر سکندر گذرا، (۲) پرویز مشرف انہوں نے سچ کیا بولا جو باقیوں نے نہیں بولا؟ ہمارے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے ملفوظات میں ایک بات لکھی ہے وہ فرماتے تھے کہ مسلم لیگ کی بنیاد ہی دھوکہ بازی پر ہے اور ان کا پہلے دن سے ہی یہ ارادہ تھا کہ ہم نے مصطفیٰ کمال اتاترک جیسی حکومت پاکستان میں بنانی ہے جیسے وہ لادینی حکومت ہے اسی طرح یہاں کا نظام بھی لادینی ہوگا لیکن انہوں نے منافقت کے ساتھ نعرہ لگایا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ، اور خلافت راشدہ کا قانون نافذ ہوگا، اور ہم اپنی زندگی اسلامی قانون کے مطابق گزاریں گے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ پاکستان بنتے ہی ان کا ارادہ علماء کو قتل کرنے کا تھا، لیکن دو وجہ سے یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے ایک تو ان کے دل میں کچھ حیاء تھی ہمارے اکابر کی جنہوں نے ان کا ساتھ دیا تھا اس لیے وہ آتے ہی یہ کام نہیں کر سکے۔

اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آتے ہی ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنا شروع کر دیں تو جب یہ آپس میں الجھ گئے تو پھر ان کو موقع ہی نہیں ملا کہ یہ اتنا بڑا اقدام کرتے اسلام کا نعرہ لگاتے رہے کہ اسلام زندہ باد۔

مرزا اسکندر کے عزائم اور انجام:

① لیکن اپنے دل کی بات اگر کہی ہے تو مرزا اسکندر نے کہی ہے مرزا نے سچ بولا کہ میں ایک کشتی تیار کر رہا ہوں جسمیں علماء کو بٹھا کر سمندر میں لے جا کر غرق کر دوں گا اس نے یہ سچ بولا تھا ارادہ اس کا ایسے ہی تھا تو آپ نے دیکھ لیا کہ بیڑی اس کی غرق ہوئی یا علماء کی غرق ہوئی؟ یہ بات آپ کے سامنے ہے ایسا بھاگا یہاں سے کہ انگلینڈ کے اندر جا کے ایک ہوٹل کا منیجر بن کے اس نے وقت گزارا اور جس ذلت و رسوائی کے ساتھ اللہ نے اس ٹھکانے لگایا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے علماء کی کشتی تیر رہی ہے اور انکی زندگی اسی طرح پر بہ رہی ہے جیسا کہ چلی آ رہی ہے۔

پرویز مشرف کی بے دینی اور انجام:

② دوسرا سچ بولا تھا پرویز مشرف نے اس نے بھی اپنے دل کی بات کہی تھی یہ کہ جب یہ آیا تھا تو اس نے آتے ہی اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ مصطفیٰ کمال اتاترک میری آئیڈیل شخصیت ہے اور مصطفیٰ کمال اتاترک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے پورے ملک کو بے دین بنا کے رکھ دیا تھا دین سے بیزار کر دیا، دینی ادارے کر دیے حتی کہ اذان بند کرا دی، نماز بند کرا دی، حج پر پابندی لگا دی یہ انقلاب جو اتاترک لایا تھا اور پرویز مشرف نے آتے ہی واضح الفاظ میں کہا کہ میرے لیے کمال اتاترک آئیڈیل شخصیت ہے اور بہت ہی پرعزم طریقہ سے یہ آگے بڑھا اور ہر چیز اسلامی نشان مٹاتے مٹاتے کہاں تک آ گیا اور یہ بے غیرتی کی انتہا تھی کہ اس نے قوم

بچیوں کی شلواریں بھی اتروادیں، اوراس کی زندگی کے جو دن ہیں وہ انشاء اللہ العزیز انتہائی رسوا اور خوار ہوکر اس دنیا سے جائے گا۔

لیکن الحمدللہ مدارس، علماء طلباء اور یہ دین کا کام جس طرح پہلے جاری تھا الحمدللہ اس سے زیادہ آب وتاب کے ساتھ یہ جاری ہے۔

منافقین کا طرز عمل قرآن کی روشنی میں:

مختصراً عرض کرتا ہوں تفصیل کی گنجائش نہیں قرآن کریم نے ہمارے سامنے جو تاریخ دہرائی ہے یا جن باتوں کو محفوظ رکھا ہے ان میں ایک منافقین کی سیرت بھی ہے جسکو قرآن کریم نے محفوظ رکھا ہے اور ایک مستقل سورت ہے جس کو سورت منافقون کہتے ہیں اس کے پہلے رکوع میں اول سے آخر تک منافقین کا ذکر ہے تو دو باتیں منافقین کی خاص طور پر قرآن کریم نے آپ کے سامنے نقل کی ہیں۔ عبداللہ بن ابی منافقین کا رئیس تھا دل میں اس کے بغض تھا، اوپر سے اسلام کا اظہار کرتا تھا موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ کوئی موقع ملے تو میں ان مخلصین صحابہ کرام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کاروائی کروں،

اس کو موقع نہیں ملتا تھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مہاجر اور انصار کی آپس میں لڑائی ہوگئی اس کو موقع مل گیا تو اس نے کہا جسکو قرآن کریم نے نقل کیا ہے وہ کہنے لگا حدیث کے الفاظ کا مفہوم ذکر کررہا ہوں کہ یہ ذلیل قسم کے لوگ جو اپنے علاقوں سے یہاں بھاگ کر آگئے ہم نے ان کو ٹھکانہ دیا اور آج یہ ہمیں لاتیں مارتے ہیں اور ہماری مخالفت کرتے ہیں جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو ان ذلیلوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے باعزت لوگ یہاں رہیں گے قرآن کریم نے اس کے اس لفظ کو نقل کیا ہے "لیخرجن الاعز منها الاذل" عزت والا یہاں سے ذلیلوں کو نکال دے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کو پتہ نہیں "ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين" عزت تو ہے ہی اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور

مؤمنین کی ذلیل تو یہ ہیں اور یہ ان اللہ والوں کو ذلیل کر رہے ہیں تو اس نے اپنے آپ کو "اعـــز" کہا اور جماعت صحابہ کو اذل کہا یہ منافقانہ جذبات تھے، کہلاتا وہ بھی مسلمان تھا، دوسرا یہ کہا" لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا (سورۃ منافقون) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جولوگ جمع ہو گئے ہیں ان کو کھلانا پلانا چھوڑ دو آج کی اصطلاح میں ہے کہ ان کے چندے بند کردو جب ان کو چندہ دینا بند کردو گے تو یہ خود ہی منتشر ہو جائیں گے اور مدرسے بند ہو جائیں گے تو یہ بھی اس کا جذبہ تھا جولوگ اللہ کے رسول کے اردگرد جمع ہیں ان پر خرچ نہ کرو۔

کیونکہ انصار آنے والے صحابہ پر خرچ کرتے تھے جن کے قصے آپ حضرات پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ تو یہ تجویز سب سے پہلے رئیس المنافقین کی تھی کہ ان کی آمدنی بند کردو ان کے اوپر خرچ کرنا بند کردو یہ خود بکھر جائیں گے جب ان کو کھانے کو نہیں دو گے تو یہ خود ہی چلے جائیں گے تم ان کو کھانے کے لیے دیتے ہو تو یہ بیٹھیں ہیں۔

دور حاضر کے منافقین کا طرز عمل:

اور اسی طرح آج کے منافقین بھی یہی دونوں باتیں ہی کرتے ہیں ایک تو اہل دین کو یہ باعزت طبقہ نہیں سمجھتے یہ بھی اسی منافقانہ جذبہ کا عکس ہے سمجھتے ہیں کہ ہم عزت والے ہیں اور یہ اذل ہیں اور یہ آج کی بات نہیں۔

یہ بات تو کافروں کی طرف سے پہلے سے چلی آرہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت کے رؤساء نے حضرت نوح علیہ السلام کے ماننے والوں کو کہا تھا "هـم اراذ لـنـا" (هـود:۲۷) یہ ہم میں سے سب سے گھٹیا طبقہ ہے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اس نے بھی یہی کہا کہ ہم اعز ہیں اور یہ اذل ہیں،

آج بھی یہی جذبہ ہے کے دین پڑھنے والوں کو، دینی کام کرنے والوں کو جو کہ مذہبی طبقہ ہے، ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور ان کو مزید رسوا کرنے کے لیے پوری قوت

صرف کی جارہی ہے لیکن اللہ کا اعلان برقرار ہے ''للہ العزۃ ولرسولہٖ وللمؤمنین '' کہ عزت تو ہے ہی اللہ کے لیے اللہ کے رسول کے لیے اور مؤمنین کے لیے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ خود کس طرح ذلیل ہو رہے ہیں، ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں، ایک دوسرے کے عیب کھول رہے ہیں۔

اور ان کے فراڈ ثابت ہو رہے ہیں یہ خود بخود ذلیل ہوتے جا رہے ہیں اور دوسری طرف علماء کے تو لوگ ہاتھ چومتے ہیں ان کے آگے پیچھے پھرتے ہیں ان کی عزت ہی عزت ہے اور یہ کس طرح ذلیل ہوتے جا رہے ہیں یہ آپ کے سامنے ہے۔

مدارس کے چندے کو روکنا نفاق کی علامت ہے:

دوسری بات یہ ہے کہ ان کے چندے بند کر دو ان کے اوپر خرچ کرنا بند کر دو یہ خود بخود منتشر ہو جائیں گے چندے دینے والوں کو پریشان کرتے ہیں لوگوں کو کہتے ہیں کہ ان کے اوپر خرچ نہ کرو لیکن اس کا جواب بھی اللہ نے دیا ہے'' وللہ خزائن السمٰوٰت والارض ولکن المنافقین لایعلمون '' کہ خزانے تو سارے اللہ کے ہیں اللہ کے پاس رزق کے خزانے ہیں لیکن ان منافقین کو پتہ نہیں ہے سمجھتے ہیں کہ اگر ہم خرچ کرنا بند کر دیں گے تو شاید یہ بھوکے مریں گے یہ منتشر ہو جائیں گے تو کیا اس وقت کے منافقین کے یہی جذبات نہیں ہیں جو اس وقت کے منافقین کے قرآن کریم نے نقل کیے ہیں؟

یقیناً یہی جذبات ہیں اور یہ بات سب کے سامنے بالکل واضح ہے آئے دن یہ جو پابندیاں لگا رہے ہیں۔ چندہ دینے والوں کو پریشان کر رہے ہیں، ترغیب دے رہے ہیں، کہ ان کو چندہ نہ دو یہ بالکل منافقانہ بات ہے انشاء اللہ العزیز اس کے نتیجہ میں بھی یہ خود ذلیل ہوں گے یہ خود فنا ہوں گے۔ اور یہ ادارے، دین کا کام کرنے والے انشاء اللہ اسی طرح باعزت ہوں گے۔

تعلق مع اللہ کو مضبوط رکھو:

بشرطیکہ ہم اپنے تعلق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑے رکھیں اور " للہ خزائن السمٰوات والارض " کے اوپر اعتماد کریں، ہم اپنے آپ کو ان کا محتاج نہ سمجھیں، اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگیں، انشاء اللہ العزیز قدوت کے سرچشمہ کے ساتھ جڑے ہوئے ہم ہیں اور ہم اس طاقت کے سرچشمہ کے ساتھ جڑے رہیں گے تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس وقت اس طاقت کے سرچشمہ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط رکھنا چاہیے۔

اور آج کا اجتماع آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مروت اور ہمدردی کا اظہار ہے اور انشاء اللہ العزیز اس کے علاقہ اور اہل علاقہ کے اوپر اچھے اثرات مرتب ہوں گے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوں گی اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ہمارے محترم حضرت قاری محمد حنیف صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھیں۔ اور اس محاذ پر بہت کامیاب جنگ لڑ رہے ہیں ہم سب ان کے لیے دعا گو ہیں۔

میں شکر گزار ہوں آپ سب کے آنے کا اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
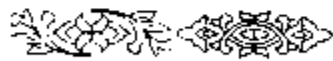
اہمیت علم دین

بمقام بنگلہ دیش

بتاریخ ۱۴۳۰ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَاقَسَمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَامَنْ یُحِبُّ وَمَنْ لَایُحِبُّ وَلَایُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّامَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ الدِّیْنَ فَقَدْاَحَبَّہٗ،وَالَّذِیْنَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یُسْلِمَ قَلْبُہٗ وَلِسَانُہٗ (مشکوٰۃ /ج۲ص۴۲۵)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

جب ملک کے دونوں حصے آپس میں متحد تھے اور وہ مغربی پاکستان کہلاتا تھا اور یہ مشرقی پاکستان کہلاتا تھا تو یہاں سے طلباء بہت کثرت کے ساتھ اُس حصہ میں مدارس میں پڑھنے کے لیے جایا کرتے تھے تو دونوں میں بڑا رابطہ تھا لیکن ہماری بدنصیبی کہ دونوں ٹکڑے علیحدہ ہوگئے اور علیحدہ ہونے کے بعد آمدورفت کی وہ سہولتیں نہیں رہیں تو طلباء کی آمدورفت بھی بند ہوگئی اور آنا جانا مشکل ہوگیا اور یہ میرے لیے پہلی سعادت ہے کہ میں اب پہلی مرتبہ یہاں بنگلہ دیش میں حاضر ہوا ہوں۔ اکثر و بیشتر شہروں کے طلباء ہمارے ہاں پڑھنے کے لیے گئے تھے اس شہر کے بھی تھے کسی سے رابطہ تھا اور کسی سے رابطہ نہیں تھا۔

بہر حال اب میرا حاضر ہونا ہمارے مخدوم حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے، مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ہیں اور پوری دنیا میں ختم نبوت کی تحریک انہی کی سرپرستی میں چل رہی ہے۔ صاحب زادہ حضرت مولانا عزیز احمد صاحب، حضرت اقدس کے یہ بڑے صاحب زادے ہیں اور انہوں نے یہاں خانقاہ سراجیہ کی شاخ میں اپنی نیابت میں ان کو متعین کیا ہے۔

اور یہ اکثر و بیشتر آتے رہتے ہیں اور اس مرتبہ جب آئے تو انہوں نے احسان فرمایا کہ مجھے بھی ساتھ لے لیا جس کی وجہ سے میں آج یہاں موجود ہوں۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کا بزرگوں کے فیضان پر خوشی کا اظہار:

ہم جب مدارس میں جاتے ہیں اور اپنے بزرگوں کا فیضان دیکھتے ہیں خصوصیت کے ساتھ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان کے نام پر جو مراکز ہیں اور ان کی نسبت کے ساتھ جہاں کام ہوتا ہے ان کو دیکھ کر ہماری طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔

علم کی عظمت اہل علم سے پوچھیے:

یہ تو آپ سمجھتے ہی ہیں کہ ہر شخص کو اس طبقہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے جس سے اس کا تعلق ہوتا ہے، جس طبقہ کے پاس جو چیز ہو انسان کے دل میں اس کی قدر ہوتی ہے۔

یہ ایک اصول ہے جس کی تشریح مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ اگر میرے دل میں مال کی محبت ہو تو مجھے ہر مالدار اچھا لگے گا اور اس کی عظمت میرے دل میں آئے گی، اور اگر میں صنعت کار ہوتا اور مجھے صنعت سے محبت ہوتی تو اس کی عظمت میرے دل میں ہوتی میں ہر صنعت کار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا اور ان کی عظمت میرے دل میں ہوتی، اگر کوئی زمیندار ہے جس کے دل میں زمین کی محبت ہے تو وہ ہمیشہ زمیندار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور اگر کسی کے دل میں مال کی محبت نہیں تو مالدار کی عظمت بھی اس کے دل میں نہیں نہ کوئی خوف، نہ کوئی رعب اور نہ کوئی محبت،

اگر کوئی صنعت کار نہیں ہے، صنعت کی محبت اس کے دل میں نہیں ہے تو صنعت کار کی بھی عظمت اس کے دل میں نہیں ہوگی اب اگر کسی کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ نے دین کی عظمت ڈالی ہے اللہ نے اپنی محبت ڈالی ہے، اپنے محبوب کی محبت ڈالی ہے اور اپنے دین کے ساتھ اس کو جوڑا ہے اگر دل کے اندر اس کی عظمت ہے تو یقیناً وہی شخص اچھا لگے گا اور اس کی محبت دل میں ہوگی جو علم دین میں لگا ہوا ہو اور اس علم کو حاصل کر رہا ہو یا اس کو حاصل کرکے اس کی نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہو تو اسی کی عظمت دل میں ہوگی بلکہ اگر آپ اپنے قلب کی کیفیت کو پہچاننا چاہتے ہیں تو اس کا معیار بھی یہی ہے بات تو لمبی ہو جائے گی اور حضرت نے بار بار احساس دلایا ہے کہ وقت بہت کم ہے لیکن چونکہ جب ہم ان مجالس میں آتے ہیں تو ہماری طبیعت میں بشاشت آجاتی ہے دل و دماغ خوش ہوتا ہے اس لیے جی چاہتا ہے کہ آپ حضرات کے ساتھ دو چار باتیں ہو جائیں۔

قارون کا ذکر قرآن میں:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑے سرمایہ دار کا تذکرہ کیا ہے اور وہ شخص پوری دنیا میں، پوری تاریخ میں ایک محاورہ بن گیا ہے اتنا بڑا سرمایہ دار تھا اور اس کا نام قارون تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا سرمایہ دیا تھا کہ اگر اس کے سرمایہ کی چابیاں ایک جماعت لے کر چلتی تو وہ بھی بوجھ محسوس کرتی تھی بہت بڑا مالدار تھا سورت قصص کے آخر میں اس کا ذکر آیا ہوا ہے چونکہ آپ سب اہل علم ہیں اس لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

آگے جا کے اللہ نے اس کا تذکرہ کیا "فخرج علی قومه فی زینته" ایک دفعہ وہ اپنی قوم کے سامنے سج دھج کے آیا ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ آیا جیسا کہ آجکل جب آفیسر نکلتے ہیں تو آگے پیچھے کاریں ہیں خادم اور نوکر ہیں، سیکورٹی گارڈ ہیں ہر طرف سے ان کو گھیرا ہوا ہوتا ہے اسی طرح جلوس کی شکل میں انسان نکلتا ہے تو وہ بھی "خرج علی قومه فی زینته" اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں یہ ادا کر رہا ہوں کہ اپنی پوری ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ باہر نکلا پورا سج دھج کے اپنی شان و شوکت کو نمایاں کرنے کے لیے باہر نکلا۔

قارون کو دیکھنے والا پہلا طبقہ:

اس کے باہر نکلنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آگے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے "قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی قارون" اتنے کاش جتنا سازو سامان اس کے پاس ہے جتنا مال و دولت اس کے پاس ہے کاش کہ ہمارے پاس بھی ہوتا۔

جس طرح ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ منہ سے پانی ٹپک پڑا، ان کی آنکھیں اس کی زیب و زینت کو دیکھ کر چندھیا گئیں کہ کتنا مالدار ہے کیسی سج دھج ہے کاش کہ ہم بھی ایسے ہی ہوتے یہ ایک طبقہ ہے اس طبقہ کے متعلق اللہ کہتا ہے "الذین یریدون الحیو

الدنیا" یہ وہ لوگ تھے جن کا ارادہ دنیوی زندگی کا ہی تھا ان کے سامنے صرف دنیا کی زیب وزینت تھی چونکہ ان کے سامنے دنیا ہی تھی اس لیے دنیا کی اس سج دھج کو دیکھ کر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اوران کے منہ سے رال ٹپکی اوران کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جیسے یہ بہت بڑا آدمی ہے بڑی ٹھاٹھ باٹھ والا ہے کاش کہ ہم بھی ایسے ہی ہوتے ان کے لیے قرآن کریم نے " الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا" کا لفظ بولا ہے۔

اوراس کے ساتھ ہی ایک دوسرا طبقہ بھی نمایاں ہوا" وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر" اور جن کو علم دیا گیا تھا، جو علم والے تھے وہ ان کی باتیں سن کر کہنے لگے ویلکم اس لفظ کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرنا ہو تو یہ کہیں گے کہ تمہارا ستیاناس ہو یہ کیا کہہ رہے ہو آخرت کا ثواب اس دنیا کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ یہ دوسرا طبقہ تھا ان کے لیے قرآن کریم نے " الذین اوتوا العلم " کا لفظ استعمال کیا ہے کہ جن کو علم دیا گیا تھا انہوں نے یوں کہا۔

علم نافع کا معیار:

اب یہ ایک معیار ہمارے ہاتھ میں آ گیا اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ علم آپ کے دل پر اثر انداز ہے یا نہیں کیونکہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

علم علی اللسان، علم فی القلب، اور علم فی القلب علم نافع اور علم علی اللسان حجۃ اللہ علی ابن آدم تو علم قلب میں آیا ہے یا نہیں؟ اگر کسی کی کار دیکھ کر، اگر کسی کی کوٹھی دیکھ کر، اگر کسی کا جاہ وجلال دیکھ کر، اگر کسی کی شان وشوکت دیکھ کر ہمارے دل میں یہ بات آئے کہ یہ کتنے خوش نصیب ہیں" انہ لذو حظٍ عظیم" کاش کے ہم بھی ایسے ہوتے اگر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ یقین کرے کہ اس کا شمار" الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا " میں ہو گا چاہے ظاہری طور پر وہ مولوی ہو، چاہے ظاہری طور پر وہ پیر ہو، چاہے ظاہری طور

پر وہ کچھ ہو لیکن دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھنے کے بعد اگر دل میں یہ آئے کہ کاش ہم بھی ایسے ہوتے تو یہ "الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا" کا مصداق ہے دیندار نہیں ہے۔

اگر اس قسم کی ٹھاٹھ باٹھ کی طرف انسان نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے کہ یہ کیا ہے بہت عارضی ہے، کل ختم ہو جائے گی، پرسوں ختم ہو جائے گی اور آخرت جسکو مل گئی، آخرت کا ثواب جس کو مل گیا، اور آخرت میں کام آنے والے عملوں کی جسکو توفیق ہو گئی چاہے فاقہ کی حالت میں ہے، چاہے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں، چاہے چٹائیوں پر سوتے ہیں، لیکن ایسے کاموں کی توفیق ہو گئی جس کے ساتھ آخرت میں ثواب ملے گا اگر دل کے اندر یہ بات آتی ہے تو پھر آپ یقین کر لیں کہ یہ علامت ہے "او توا العلم" کی،

تو صحیح طور پر علم والا وہی ہے جو دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر ملے نہیں اور اس کے دل کے اندر حرص پیدا نہ ہو یہی وہ بات ہے جو میں نے ابتدا میں کہی تھی کہ جس کے دل کے اندر دنیا کی محبت ہوگی وہ دنیا دار سے محبت کرے گا اور جس کے دل میں علم ہوگا وہ عالم سے محبت کرے گا اس کے ساتھ تو آپ پہچان کر سکتے ہیں کہ آپ کے دل میں کس چیز کی محبت ہے۔

دنیا کا ملنا اللہ کے محبوب ہونے کی علامت نہیں

بہر حال جو روایت میں نے آپ کے سامنے پڑھی اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر تمہارے اخلاق ایسے تقسیم کئے ہیں جیسے تمہارے رزق کی تقسیم کی۔ یہ یہاں طالب علمانہ بات ہو سکتی ہے کہ رزق کی تقسیم کو مشبہ بہ قرار دیا گیا ہے اور مشبہ بہ وہ چیز ہوا کرتی ہے جو بہت نمایاں اور واضح ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی تقسیم اتنی نمایاں ہے کہ جس کے اوپر دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کو مشبہ بہ قرار دے کر بتایا کہ اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق ایسے تقسیم کیے ہیں جیسے رزق تقسیم کیا ہے اور اس کے ساتھ فرمایا اللہ دنیا کا ساز و سامان اپنے محبوبوں کو بھی دیتا ہے، غیر محبوبوں کو بھی دیتا ہے، دنیا کا ساز و سامان ملنا اللہ کے نزدیک محبوب ہونے کی علامت نہیں ہے کتنے ہی خزانے مل جائیں اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ یہ اللہ کا محبوب ہے۔

دین کا ملنا اللہ کے محبوب ہونے کی علامت ہے:

اور اللہ دین اسے دیتا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کو محبت ہوتی ہے تو جس شخص کو اللہ نے دین دیدیا تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ اللہ کو اس شخص کے ساتھ محبت ہے علم دین کا مل جانا یہ دین کا ہی حصہ ہے جیسا کہ شمائل ترمذی کے آخر میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے "ھذاا لحدیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم" (شمائل ترمذی ص ۳۰) تمہارا یہ علم بھی تمہارا دین ہے تو دیکھ لیا کرو کہ تم دین کس سے حاصل کرتے ہو یعنی رجال کو دیکھا کرو۔ سند کو دیکھا کرو، بات کی صحت پر غور کیا کرو کیونکہ تمہارا علم بھی تمہارا دین ہے اور علم کو دین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس علم کے ساتھ دین کی پہچان ہوگئی، حلال وحرام کی پہچان ہوئی، اللہ کی مرضیات ونا مرضیات کی پہچان ہوگئی، یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس علم کو حاصل کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے منتخب کر کے اپنے علم دین کے لیے چن لیا ہے تو گویا کہ یہ اللہ کے محبوبوں کی جماعت ہے اور جب اللہ سے تعلق ہے تو پھر اللہ کے محبوبوں کو دیکھ کر دل میں خوشی کیوں نہیں آئے گی؟ یقیناً دل خوش ہوتا ہے جب اہل علم کو دیکھتے ہیں۔

اصلاح نیت کی فکر کرنی چاہیے:

لیکن اس کے ساتھ ایک بہت اہم بات ہے جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے کہ ایک ہوتا ہے ظاہر اور ایک ہوتا ہے باطن، اصلاح نیت یہ ہے دین کا باطن اور اس کے بغیر ظاہر ایسا ہے جیسے خول تو ہو لیکن اندر روح نہ ہو منافق بھی ایمان لاتے تھے وہ بھی کہتے تھے۔ "نشھد انک لرسول اللہ" یہ قرآن نے نقل کیا ہے لیکن اللہ کہتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں ان کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ دل میں نفاق تھا اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر لوگوں کو دکھانے کے لیے لمبی نماز پڑھتے ہو تو یہ نماز دوزخ کی چابی تو ہے جنت کی چابی نہیں ہے۔

یہ ظاہر ہے اور باطن ہے اصلاح نیت کہ جو کچھ بھی ہو اللہ کے لیے ہو اس لیے

اگر ایک آدمی سترج کرتا ہے لیکن دل بں اخلاص نہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ علم حاصل کرنے کے بعد میں خطیب بن کر بیٹھوں گا، مولوی بن کر بیٹھوں گا، تو کوئی فائدہ نہیں اور وہ روایت بھی آپ۔ کے ذہن میں ہوگی جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل فرمائی اور ترمذی کے اندر ہے کہ اس روایت کو نقل کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر تین دفعہ غشی کا دورہ پڑا جس میں ہے کہ اللہ کے سامنے تین آدمی پیش ہوں گے ایک شہید ہوگا، ایک قاری ہوگا، ایک سخی ہوگا، لیکن تینوں کے اندر اخلاص نہیں ہوگا تو تینوں کو اٹھا کر جہنم میں ڈالا جائے گا اس لیے اخلاص بہت ضروری ہے۔

دل اور دماغ کو مسلمان بناؤ:

اس لیے آگے تنبیہ فرمادی کہ اپنے دل اور دماغ کو مسلمان کرنے کی کوشش کرو تو اسلام کا اعتبار ہے اور اپنے کردار کو درست کرنے کی کوشش کرو تب ایمان کا اعتبار ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل اور دماغ مسلمان نہ ہو اور کوئی آدمی مؤمن نہیں ہوگا جب تک اس کی تکلیف سے اس کے پڑوسی امن میں نہ ہوں۔ ان چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیئے ان کے ساتھ ظاہر اور باطن کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ علامت ہوگی اس بات کی کہ دل میں اخلاص ہے، ہم دین پڑھ رہے ہیں تو اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں اس بات کا اہتمام کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اخلاص نیت کی توفیق دے۔

اور یہ دین جو ہم نے ظاہری طور پر لیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو حقیقت میں نصیب فرمائے۔ اور دنیا کی محبت سے بچائے اور آخرت کی محبت عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
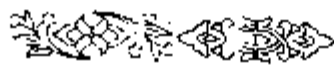
پریشانیوں کا حل

بمقام: میراں پور میلسی

تاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اورنگزیب اور شعر کا واقعہ:

مغلیہ خاندان میں اورنگزیب بہت جلیل القدر بادشاہ گذرا ہے اور اس کی حکومت راس کماری سے لے کر افغانستان تک تھی پورا ہندوستان اس کی حکومت میں متحد تھا مغلیہ خاندان کے ایران کے ساتھ بھی بہت تعلقات تھے آپ حضرات سکول و کالج میں جو تاریخ پڑھتے رہتے ہیں اس میں یہ ذکر پڑھا ہوگا کہ ہندوستان میں مغلیہ خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی تھی ظہیرالدین بابر نے یہ مغلیہ خاندان کا پہلا بادشاہ ہے اور اس کا بیٹا تھا ہمایوں اور ہمایوں کو شیر شاہ سوری نے بھگا دیا تھا اور اس سے حکومت چھین لی تھی اور ہمایوں یہاں سے بھاگ کر ایران چلا گیا تھا تو ایران کی حکومت نے ہمایوں کے ساتھ تعاون کیا اور اس کو دوبارہ دہلی کا تخت دلوا دیا۔

اسی بھاگ دوڑ کے دور میں اس کا بیٹا اکبر پیدا ہوا تھا جو بعد میں ہندوستان کا بہت بڑا بادشاہ بنا تو اس وقت سے ایران اور ہندوستان کے بہت تعلقات تھے اور آپس میں آنا جانا تھا اور بادشاہوں کے ذوق کے مطابق شاعروں کی مجلسیں بھی ہوتی تھیں، شعر گوئی بھی ہوتی تھی اورنگزیب کی ایک بہن تھی جس کا تخلص تھا (مخفی) شاہ ایران شعر و شاعری کا بہت شوقین تھا تو ایک دفعہ اس کے منہ سے اتفاقاً ایک فقرہ فارسی کا نکل گیا جو کہ شعر کے وزن پر تھا اور وہ فقرہ یہ تھا کہ

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

چونکہ ایران کی زبان فارسی تھی اس لیے فارسی کا فقرہ کہا، ابلق کہتے ہیں مختلف رنگ والی چیز کو جس کو ہماری زبان میں چت کبری کہتے ہیں تو اس کا معنیٰ ہوا کہ ایسا موتی جس میں مختلف رنگ ہوں کسی نے کم ہی دیکھا ہوگا۔

اب ایران کا بادشاہ سوچتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ دوسرا مصرعہ مل جائے تو شعر مکمل ہو جائے گا، دوسرا مصرعہ اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا اس نے اپنے درباری

شاعروں کو کہا کہ اس کے ساتھ دوسرا مصرعہ لگاؤ تا کہ شعر مکمل ہو جائے تو کوئی شاعر بھی یا فقرہ فٹ نہ کر سکا کہ جس کے ساتھ یہ شاہی مزاج کا شعر مکمل ہو جاتا۔

شاہ ایران نے یہی فقرہ لکھ کر ہندوستان میں اورنگزیب کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہندوستان کے شاعروں سے اس شعر کو مکمل کراؤ تو بادشاہ نے اس کا تذکرہ کیا شاعروں تک بات پہنچی اب ہر کوئی دماغ لڑاتا ہے لیکن کوئی بامعنیٰ فقرہ نہیں بنتا کہ جس کے ساتھ اس شعر کو مکمل کر دیا جائے۔

اورنگزیب کی بہن بھی شاعرہ تھی جس کا تخلص مخفی تھا اس نے جس وقت اپنی آنکھ میں سرمہ لگایا تو سرمہ کے اثر سے پانی آجایا کرتا ہے تو ایک آنسو ٹپکا جس میں پانی کی سفیدی بھی تھی اور سرمہ کی سیاہی بھی تھی تو گویا کہ وہ پانی کا قطرہ موتی کی شکل میں تھا اس میں یہ دو مختلف رنگ آگئے سفیدی بھی اور سیاہی بھی تو اس کا ذہن فوراً اس فقرہ کی طرف منتقل ہوا کہ۔

ے درابلق کسے کم دیدہ موجود

تو اس نے دوسرا مصرعہ ساتھ جوڑ دیا

ے مگر اشک بتاں سرمہ آلود

کہ ایسا موتی جس میں مختلف رنگ ہوں کسی نے کم ہی دیکھا ہوگا ہاں محبوب کی آنکھ سے سرمہ آلود آنسو جو ٹپکتا ہے وہ درابلق ہوتا ہے وہ موتی کی طرح ہے اور اس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں اس نے یہ شعر پورا کر دیا۔

ے درابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر اشک بتاں سرمہ آلود

اورنگزیب کو بہت خوشی ہوئی اور اس نے وہ مکمل شعر ایران کے بادشاہ کی طرف بھیج دیا شاہ ایران بہت خوش ہوا کیونکہ اس کا مصرعہ بے معنیٰ سا تھا اور اس کے ملنے کے ساتھ بہت خوبصورت معنیٰ پیدا ہو گیا شاہ ایران نے فرمائش کی کہ جس شاعر نے اس شعر کو

مکمل کیا ہے اس شاعر کو ایران بھیجو تا کہ میں اس کو انعام دوں اور اسکی حوصلہ افزائی کروں، یہ پیغام آجانے کے بعد اورنگزیب کو بہت دکھ ہوا کہ میں اپنی بہن کو کیسے بھیج دوں وہ آج کل بادشاہوں اور بڑوں کی طرح بے غیرت تو تھا نہیں بہت مذہبی آدمی تھا۔

تو فکر مند ہوا اور بہن پر جا کے ناراض ہونے لگا کہ تو نے اچھی شاعری دکھائی اب شاہ ایران کی طرف سے مطالبہ آگیا ہے کہ اس شاعر کو میرے پاس بھیجو میں کیا کروں ،میں تو تجھے ایران نہیں بھیج سکتا وہ کہنے لگی فکر کی بات نہیں ہے میں ایک شعر لکھ دیتی ہوں وہ شعر شاہ ایران کو بھیج دینا اگر وہ سمجھدار ہوگا تو مطلب خود سمجھ جائے گا اصل میں یہ سنانا مقصود ہے تو اس نے شعر یہ لکھا کہ۔

؎ در سخن مخفی منم چو بوئے گل در برگ گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

اس کا لفظی معنیٰ ہے کہ میں اپنی بات کے اندر چھپی ہوئی ہوں جیسے پھول کی پتی کے اندر خوشبو چھپی ہوئی ہوتی ہے اسی طرح میں اپنے قول کے اندر چھپی ہوئی ہوں جو مجھے دیکھنے کی تمنا کرتا ہے وہ اگر دیکھنا چاہتا ہے تو میری کلام میں مجھے دیکھ لے۔

تو جب اس بادشاہ نے یہ شعر لکھ کر بھیجا تو شاہ ایران سمجھ گیا کہ یہ شعر کسی عورت کا ہے اور باپردہ عورت ہے جو چھپی ہوئی ہے اس لیے اس کو اگر دیکھنا ہے تو اس کے قول کے آئینہ میں تو اس کو دیکھا جا سکتا ہے وہ سامنے نہیں آسکتی یہ واقعہ میں نے آپ کو کیوں سنایا؟

اس واقعہ کے ساتھ میں یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کو دیکھا نہ جا سکے تو اس کے قول کے اندر اس کو دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے انسان کا جو قول ہوتا ہے انسان کی جو باتیں ہوتی ہیں ان باتوں سے انسان کی حقیقت ،قائل کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

جب تک انسان بات نہ کرے اس وقت تک نہ اس کی خوبی کا پتہ چلتا ہے اور

نہ اس کی خرابی کا پتہ چلتا ہے تو انسان کی حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے اس کا قول ایک آئینہ اور شیشہ کا کام دیتا ہے۔

اللہ اور رسول ہمارے سامنے نہیں:

اب ہمارے سامنے ہمارا خالق اور مالک اللہ ہے ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے اور یہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ان آنکھوں کے ساتھ اللہ کی زیارت نہیں ہوسکتی، قیامت کے بعد جنت میں زیارت نصیب ہوگی اور وہ اللہ کی زیارت اتنی لذت اور سرور کا باعث ہوگی کہ جنتی جنت کی نعمتوں کو بھول جائیں گے اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے (آمین)

یہاں دنیا میں تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کی کلام ہوئی تھی اور انہوں نے تمنا کی تھی ''قال رب ارنی انظر الیك'' (اعراف/۱۴۳) یا اللہ! تو مجھے اپنا آپ دکھا دے تو اللہ نے کہا ''لن ترانی '' تو مجھے دیکھ نہیں سکتا اس لیے اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اس دنیا کے اندر رہتے ہوئے اس زمین پر ان آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں ہوسکتی اللہ کی ہم زیارت نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے اپنا ترجمان بنا کر نبی کو بھیجا سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے کامل مکمل ترجمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بات ہمارے سامنے نمایاں کر کے کہتے ہیں اب یہ ترجمان ہیں اللہ تعالیٰ کے اور اب ہم ان کو بھی نہیں دیکھ رہے وہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں۔

نہ اللہ کی ذات ہمارے سامنے ہے، نہ اللہ کے رسول کی ذات ہمارے سامنے ہے، ایمان ہمارا ہے اور ایمان بھی اس درجہ کا ہے کہ پوری کائنات میں ہمارے دل کے اندر جتنی اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے اتنی محبت کسی دوسرے کی نہیں ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی نشانی یہی بتائی ہے ''لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ وولدہ والناس اجمعین '' (بخاری ج/۱/ص/۷) تم میں سے کوئی شخص

مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی اولاد، اپنے والدین، اور سب لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت نہ کرے۔

اور دوسری روایت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ساتھ ہے کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمام مخلوق میں سے انسان کو سب سے زیادہ محبوب ہو جائے یہ انسان کے ایمان کا کمال ہے اور اللہ تعالیٰ خود اس بات کی شہادت قرآن میں دیتے ہیں" والذین آمنوا اشد حباً لله "(بقرہ/۱۶۵) کہ ایمان والوں کو اللہ سے محبت بہت ہوتی ہے۔

اللہ اور رسول سے رابطے کا طریقہ:

اب اگر ہم اپنی اس محبت کا خیال کریں اور ہمارے اندر یہ تڑپ پیدا ہو کہ ہم اپنے محبوب کو دیکھیں اس کو ہماری آنکھوں کے سامنے آنا چاہیئے اللہ کو دیکھنے کی تمنا ہے یا اللہ کے رسول کو دیکھنے کی تمنا ہے تو اس واقعہ سے میں نے آپ کے ذہن میں یہ بات ڈالی ہے کہ اللہ کی کلام پڑھو گے تو اس میں اللہ نظر آئے گا، اللہ کے رسول کی کلام پڑھو گے تو اس میں اللہ کا رسول نظر آئے گا اگر اللہ کی ذات اور صفات کو سمجھنا چاہتے ہو تو اللہ کی کتاب پڑھو اور اگر سرور کائنات ﷺ کے ظاہری اور باطنی احوال جانچنا چاہتے ہو تو اللہ کے رسول کی کلام پڑھو تو قرآن وحدیث اس اعتبار سے مؤمن کے لیے ایمان کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہے کہ قران کے ساتھ اللہ سے رابطہ ہوتا ہے اور حدیث کے ساتھ سرور کائنات ﷺ سے رابطہ ہوتا ہے یہ بات میں نے بے بنیاد نہیں کہی ہمارے ہاں حدیث شریف کی جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں بہت ساری کتابیں ہیں جو محدثین نے جمع کی ہیں۔

لیکن ان میں سے چھ کتابیں زیادہ ممتاز ہیں جن کو ہم صحاح ستہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں صحاح ستہ کا معنی یہی ہے کہ چھ کتابیں جو باقی کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح سمجھی جاتی ہیں وہ ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں ان میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، ابن ماجہؒ ہے یہ چھ کتابیں صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔

گویا کہ نبی بول رہا ہے:

اور ان میں سے سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے جو سب سے پہلے لکھی گئی اور سب سے پہلے نمبر پر ہے اور انہی کے شاگردوں میں ایک شاگرد ہے ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتاب جامع ترمذی ہے جو اول سے لے کر آخر تک ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے وہ بہت جامع کتاب ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر حال امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے،

طہارت کو، عبادت کو، معاملات کو، نکاح کو، جہاد کو، جو بھی ہے ہر بات اس میں موجود ہے تو جب حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کتاب لکھی جو ہمارے مدارس میں موجود ہے اور آپ کے مدرسہ میں بھی بچیوں کو پڑھائی گئی تو اس کتاب کو لکھنے کے بعد حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے جو کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ ''بستان المحدثین'' حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس میں محدثین کے حالات بیان کیے گئے ہیں اس میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس گھر کے اندر میری یہ کتاب موجود ہو، موجود ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ گھر والے اس کو پڑھتے ہوں ''کان فیہ نبی یتکلم'' کہ جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو گویا کہ اس گھر میں بولتا چالتا نبی موجود ہے۔

کیونکہ محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تصویر کھینچی ہے کہ اگرچہ اس وقت کیمرے موجود نہیں تھے لیکن آپ اس کتاب کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے لے کر کہ آپ کے بال کتنے لمبے تھے ان کی ہیئت کیسی تھی اور آخر میں کتنے بال سفید ہو گئے تھے یہاں سے ذکر شروع کیا حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر سے شروع کر کے شمائل ترمذی کے اندر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے تلوے کا ذکر بھی موجود ہے کہ آپ کے پاؤں کی نچلی جانب کیسی تھی تو ایسی تصویر کھینچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک

کیسا تھا، بال کیسے تھے، چہرہ کیسا تھا، سینہ کیسا تھا سارے کا سارا نقشہ سامنے رکھیں تو واقعہ یہ ہے کہ انسان کی قوت متخیلہ ایک ایسی صورت بنالیتی ہے جو کائنات میں کسی کی نہیں جو سب سے اعلی ارفع اور خوبصورت ہو، یہاں تک تو محدثین نے محفوظ کیا ہے اور کوئی بات نہیں چھوڑی نہ گھر کے اندر کی، نہ گھر کے باہر کی، نہ مسجد کی، نہ میدان جنگ کی، نہ بازار کی جو معاملات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آئے ہیں سارے کے سارے ایک ایک کر کے محدثین نے جمع کیے ہیں۔

اور سارے ابواب مرتب کر دیے تو بات وہی کہ کلام کے اندر اگر کسی کو دیکھنے کے لیے قرآن کریم کو دیکھیں، تو قرآن و حدیث کی تعلیم میں مصروف علماء مخلوق کو اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جوڑنے والے ہیں اور اللہ کی توفیق کے ساتھ ان علماء کا، اور مدارس کا جن میں علماء ان کتابوں کو لیے بیٹھے ہیں۔ آپ کے دل میں ان کی قدر و قیمت نہیں ہے آپ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی فضول طبقہ ہے اس لیے دل میں ان کی قدر و قیمت نہیں ہے آپ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی فضول طبقہ ہے اس لیے سارے کے سارے لوگ ان کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے الا ماشاء اللہ تو دنیا کے طبقوں میں سے سب سے قیمتی طبقہ وہی ہے جو آج آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جوڑے بیٹھا ہے ان کے علاوہ اور کون ہے جو آپ کا تعلق اللہ اور اللہ کے رسول سے جوڑتا ہو؟ اس طبقہ کی جتنی قدر کی جائے اتنی کم ہے قرآن کریم بھی عام ہو گیا اور حدیث شریف بھی عام ہو گئی۔

حفاظت دین کی ذمہ داری عورتوں پر بھی ہے:

پھر آپ جانتے ہیں کہ جہاں تک دین کا تعلق تھا وہ جیسے مردوں کے لیے ہے ویسے عورتوں کے لیے بھی ہے، ایمان کے مکلف مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں، تو عقائد کی درستگی، اعمال کی درستگی جیسے مردوں کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے اکابر علماء دیوبند نے جہاں باقی شعبوں کے اندر دین کی خدمت کی ہے اسی طرح بچیوں کو قرآن و حدیث پڑھانے کے

مدارس بھی قائم کر کے الحمدللہ قریہ قریہ بستی بستی ہر جگہ بچیوں اور عورتوں کے اندر بھی قرآن وحدیث کو عام کر دیا ہے۔

یو پی میں تو بہت پرانا رواج تھا گھر گھر حافظ عورتیں موجود تھیں عالمہ موجود تھیں ،قرآن کی تلاوت ان کا عام معمول تھا ،صبح سے لے کر شام تک کام بھی کرتی تھیں اور قرآن بھی پڑھتی تھیں اور مقابلہ ہوتا تھا کہ تو نے کتنے پارے پڑھے ہیں اور تو نے کتنے پارے پڑھے ہیں،

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل قرآن کے اندر ان باتوں کا تذکرہ کیا ہے اور تبلیغی جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں نے سنا ہوگا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے جس وقت ماں کا دودھ چھوڑا تھا اس وقت تقریباً ایک پاؤ قرآن یاد کر چکے تھے۔

جب ماں کی زبان پر ہر وقت قرآن کی تلاوت ہوگی تو بچے تو ماں کی نقل اتارتے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ گھر میں ماں نماز پڑھتی ہے تو بچہ کو کوئی پتہ نہیں ہوتا وہ بھی مصلیٰ بچھا کر الٹا سیدھا ہونا شروع کر دیتا ہے اور جہاں گھر کے اندر ہر وقت ناچ ہوتا ہو تو وہاں بچے بلا سوچے سمجھے اسی طرح ناچنے لگ جاتے ہیں۔

روشن خیالی یا جاہلیت اولیٰ؟

تو گھر میں ماں کا جو ماحول ہوگا بچوں کا وہی ہوگا ہماری بدنصیبی تو یہ ہوگئی کہ ہمارا تعلق اس جدید تہذیب نے جس کو یہ لوگ ''روشن خیالی'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں یہ روشن خیالی ایسی اندھی اور تاریک تہذیب ہے کہ اس نے ہمارا تعلق مکہ اور مدینہ سے توڑ کر اللہ اور اللہ کے رسول سے توڑ کر کنجروں اور کنجریوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے ہمارے دل ودماغ میں بھی اب انہی کا تصور، ہمارے کانوں میں اب انہی کی آواز، اور ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے انہی کی تصویریں ہیں یہ ہماری بدنصیبی کی انتہاء ہے۔ جو اس جدید تہذیب نے آپ حضرات کو دی ہے۔

یہ جدید تہذیب کیا ہے؟ یہ جاہلیت اولیٰ کی ایک خوبصورت صورت ہے، قرآن کریم نے ایک لفظ استعمال کیا ہے" لاتبرجن تبرج الجاهلية الاولى" سرور کائنات ﷺ سے پہلا دور دور جاہلیت کہلاتا ہے جتنی بری عادتیں جاہلیت میں تھیں اور وہ معاشرہ ان کا عادی تھا اور سرور کائنات ﷺ نے ایک ایک جاہلیت کے کام کو مٹایا تھا اس نئی تہذیب نے اس کو نئے سانچہ میں ڈھال کر، خوبصورت بنا کر آپ کے گھروں میں پہنچادیا ہے جاہلیت اولیٰ میں عورتیں بے حجاب پھرتی تھیں قرآن میں ذکر ہے۔

جاہلیت جدیدہ میں اس کو بہت خوبصورت طریقہ کے ساتھ عام کردیا۔

① جاہلیت قدیمہ میں جوا عام تھا اس وقت جوا کے سادہ سے طریقے تھے آج یہ ہمارے معاملات کے اندر بالکل رچ بس گیا ہے،

② جاہلیت میں سود کا معاملہ تھا اور اب سود ایسا گھسا کہ اس کے بغیر کسی کاروبار کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا،

③ جاہلیت میں شراب اور نشہ عام تھا آج آپ خود مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ پوری دنیا کس طرح اسکی لپیٹ میں ہے۔

④ جاہلیت اولیٰ میں سب سے زیادہ پیار کتے سے تھا اور میرا خیال ہے کہ جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے کبھی بھی کتے کے ساتھ اتنا پیار نہیں کیا گیا جتنا اب کتے کے ساتھ پیار کیا جاتا ہے اگر آپ نے یورپی تہذیب کو دیکھا ہے تو عورت کو دیکھو وہ کتا لیے پھرتی ہے مرد کو دیکھو وہ کتا لیے پھرتا ہے، اس جدید تہذیب کے اندر یہ محبوب جانور ہے۔

⑤ جاہلیت کے زمانہ میں تصویریں عام تھیں اور پتھروں کی بھی تراشی جاتی تھیں ،اور آج کل پلاسٹک کی بھی ہیں دوسری بھی ہیں اور کاغذ کی تصویر تو اتنی عام ہوگئی جس کا حساب کوئی نہیں، وہی پرانی جاہلیت اس کو مزین کر کے خوبصورت بنا کے سرخی پاؤڈر لگا کے ہمارے اندر پھیلادی گئی اور ہمارا رشتہ ان یہود ونصاریٰ کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور ہمارا تعلق

اللہ اور اللہ کے رسول، مکہ اور مدینہ سے توڑ دیا گیا، شکل ہمیں اللہ کے رسول کی پیاری نہیں لگتی طرز زندگی ان کا اچھا نہیں لگتا۔

مسلمان! ذرا سوچ:

حالانکہ عقل کی بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حصہ میں رکھا ہے یہ ہماری سعادت ہے ہم ان کا کلمہ پڑھتے ہیں پوری مخلوقات میں سے سب سے زیادہ خوبصورت، پوری مخلوقات میں سے سب سے زیادہ اشرف، پوری مخلوقات میں سے زیادہ اعلیٰ، کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں اس کے نمونہ کا کوئی دوسرا فرد ہے ہی نہیں اتنا اعلیٰ وارفع، احسن رسول اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر آپ سنتے رہتے ہیں۔

واحسن منك لم تر قط عيني

واجمل منك لم تلد النساء

تیرے سے زیادہ خوبصورت میری آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں اور تیرے سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں یہ واقعہ کے مطابق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس تھے افضل الناس تھے، "اشجع الناس" تھے" ابلغ الناس" تھے جتنی اچھی صفات ہیں سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کہا میرے نزدیک محبوبیت کا معیار یہ ہے، نمونہ یہ ہے، اسوہ یہ ہے کہ جو میرا محبوب بننا چاہتا ہے تو نمونہ تمہارے پاس موجود ہے بس میرے نزدیک محبوب بننے کی ایک یہی صورت ہے۔

لیکن آج ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل، عمل، اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ ہمارا کتنا تعلق ہے اور ہم اس سے کٹ کے یہود و نصاریٰ کی تہذیب کے ساتھ کتنا جڑ چکے ہیں، ہم اپنے ایمان اور تہذیب کے اعتبار سے لٹ گئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی کرتے جا رہے ہیں اس سے زیادہ بے وقوفی اور حماقت دنیا میں اور کیا ہو سکتی ہے۔

بہر حال یہ قرآن و حدیث کا مدرسہ اور قرآن و حدیث کے پڑھائے جانے کی جو یہ صورت ہے یہ مؤمنوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے اور اسی کے ساتھ ہی آپ کا ایمان بچا ہوا ہے اور اسی کے ساتھ ہی آپ کا دین بچا ہوا ہے اس لیے دیہات اور چھوٹی چھوٹی بستیوں میں جو یہ مدرسے کھل گئے ہیں یہ بہت قابل قدر ہیں ان کے ساتھ تعلق رکھو اپنے بچوں کو قرآن پڑھاؤ، حدیث پڑھاؤ، تاکہ ایمان باقی رہے ورنہ اس دور کے اندر تو ایمان کا بچانا بہت مشکل ہے۔

جن بچیوں نے وفاق کا پورا نصاب پڑھ لیا وہ نو ۹ بچیاں ہیں جو اس سال اس مدرسہ سے فارغ ہو رہی ہیں اور اس سے پہلے بھی ہر سال لڑکیاں فارغ ہوتی ہیں تو گھروں میں حدیث بھی جائے گی قرآن بھی جائے گا ان بچیوں کو میں خصوصیت کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں کہ جو آپ نے پڑھا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج مطہرات آپ کی بیٹیاں صحابیات جن کے حالات آپ کے سامنے کتابوں میں آئے ہیں ان کو نمونہ بنا کر اپنے گھروں کے اندر اسلامی تہذیب کو عام کرنے کی کوشش کیجئے تاکہ اللہ کی رحمت آئے اور گھروں میں سکون و اطمینان ہو۔

پھر تمہاری پریشانی کا کوئی علاج نہیں:

میرے پاس ارد گرد سے بہت سے لوگ آتے ہیں اور آ کر اپنی پریشانی کا رونا روتے ہیں تو جب وہ پریشانی بتاتے ہیں تو میں ان سے پہلا سوال کرتا ہوں کہ آپ کے گھر میں ٹی وی ہے؟ وہ کہتا ہے ہاں جی ہے، اچھا بچے دیکھتے ہیں؟ جی دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں دنیا کے کسی کونے میں چلے جاؤ تمہاری پریشانی کا کوئی علاج نہیں ہے جہاں گند کا ڈھیر ہوگا وہاں مکھیوں نے تو آنا ہے اب جب وہ مکھیاں آئیں گی تو ظاہر بات ہے بیماری پھیلے گی۔

اللہ کا رسول تو کہتا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، اور جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، (مشکوٰۃ ج/۲/ص/۳۸۵ بخاری

ج/۱/ص/۴۵۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گانے بجانے کے آلات مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج/۲/ص/۳۱۸)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا واقعہ ہے مشکوٰۃ میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھروں میں جایا کرتے تھے اور اس سے پہلے ایک گھر تھا وہاں نہیں جاتے تھے اس کے سامنے سے گزر کر اگلے گھر میں چلے جاتے تھے صحابہ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت محبت تھی انہوں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟

انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپ ہمارے گھر کے دروازے کے سامنے سے گزر کے اگلے گھر میں چلے جاتے ہیں ہمارے گھر نہیں آتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے گھر میں کتا ہے میں اس لیے نہیں آتا، کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! ان کے گھر میں بھی تو بلی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلی کی کوئی بات نہیں بلی میں درندگی ہے خباثت نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ج/۲/ص/۳۸۷)

حاصل یہ ہے کہ بلی کے رکھنے کی اجازت ہے کتا اگر گھر میں ہے تو اپنی زندگی میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے گھر بھی نہیں جاتے تھے اور اگر تمہارے گھر میں کتا ہے تو کیا تم صحابہ سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہو کہ اللہ کی رحمت آجائے گی؟

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑا خرید لیا اس کے اوپر کوئی تصویر بنی ہوئی تھی عادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ جب آپ سفر پر جایا کرتے تھے تو آخری آخری ملاقات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر کے جایا کرتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ ج/۲/ص/۲۸۳)

ایک دفعہ آئے، جھانکے اور واپس چلے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نہیں آئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ آج پتہ نہیں کیا بات ہے، ابا آئے نہیں،

جس وقت بات کی تو کہا تیرے گھر میں کپڑا تھا تصویر والا اور جہاں تصویر ہو وہاں اللہ کا رسول نہیں آیا کرتا۔ (قال علی القاری الھم ان کان فیہا تماثیل فلا نکار بسبہا، مرقات ج/۸ص/۲۴۶)

اب تصویر بیٹی کے گھر میں ہے تو اللہ کا رسول بیٹی کے گھر نہیں آتا اپنی زندگی میں اور ہم نے فوٹو لگا لگا کے، تصویریں لگا لگا کے گھر بھرے ہوئے ہیں پھر ہم امید لگائے بیٹھے ہیں کہ چار آنے کی شیرینی لے آؤ اور میلاد پڑھو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آتے ہیں کتنی جہالت ہے اس سے بڑھ کر اور جہالت کیا ہو سکتی ہے؟ کتے والے گھر میں حضور ﷺ اپنی زندگی میں نہیں آتے تھے چاہے وہ صحابی کا گھر ہی کیوں نہ ہو، تصویر والے گھر میں رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لاتے تھے چاہے وہ بیٹی کا گھر ہی کیوں نہ ہو۔

اور ایسے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک دفعہ ہوا (مشکوۃ ج/۲ص ۳۸۵)

تو جب یہ چیزیں ہمارے گھروں میں آجائیں گی تو آپ خود بتایئے کہ اللہ کی رحمت کو تو ہم نے خود گھر سے دھکے دے دے کر نکال دیا تو سکون اور اطمینان کیسے آئے؟ پریشانیاں کیسے دور ہوں، اور جب یہ چیزیں آئیں گی تو شیطنت کا غلبہ ہوگا۔

اب آئے دن دیکھو کسی کو جن لگے ہوئے ہیں، کسی کو جادو چڑھا ہوا ہے، کسی کو چڑیل چمٹی ہوئی ہے، تو دفاع ہے ہی نہیں ان غیبی مخلوقات کا جہاں یہ خباثتیں ہوں گی وہاں یہ شیاطین لازماً آئیں گے جب لازماً آئیں گے تو گھر کے اندر ساری بیماریاں بھی آئیں گی اور خرابیاں بھی آئیں گی، پھر پریشانیاں بھی آئیں گی تو ہم نے اتنی بڑی دولت جو اللہ نے ہمیں قرآن وحدیث کی صورت میں دی ہے ایک وقت تھا کہ صبح اٹھ کر ہر گھر کی عورت سب سے پہلے نماز پڑھنے کے بعد تلاوت کرتی تھی گھر کا کام بعد میں کرتی تھی ابتدا قرآن کے کھولنے کے ساتھ کرتے تھے اور اب بچے بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے ٹی وی کا بٹن دباتے ہیں تو پھر اطمینان کہاں سے آجائے۔

اس لیے قرآن سے اپنا تعلق لگاؤ، قرآن وحدیث کے ساتھ تعلق لگنے کے ساتھ

ہی دلوں کو سکون نصیب ہوگا اور اللہ کی رحمت متوجہ ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں سب سے زیادہ ... ستورات پر ہے۔

کیونکہ گھر کا بنانا، گھر کا سنوارنا، بچوں کی تربیت یہ سب سے پہلے گھر سے شروع ہوتی ہے جب ماں نماز پڑھے گی تو بچے بھی نماز پڑھیں گے، ماں وضو کرے گی تو بچے بھی کریں گے ماں وقت پر اٹھے گی بچے بھی اٹھیں گے، اس لیے مستورات جو دین پڑھ کے فارغ ہو رہی ہیں ان کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ پر فرض ہے کہ آپ اپنے گھروں میں اس تہذیب کو بدلیں، اسلامی تہذیب کو عام کریں، بچوں کو کلمہ پڑھایا کرو، بسم اللہ ختم ہوگئی کلمہ ختم ہوگیا۔

مسلمان ہی مسلمان کا دشمن:

اب تو پتہ نہیں پہلا سبق کونسا ہوتا ہے جس وقت ہم پڑھتے تھے پاکستان بننے سے پہلے تو پانچویں جماعت سے انگلش شروع ہوتی تھی تو پہلا سبق جو ہماری انگلش کی کتاب میں ہوتا تھا وہ یہ تھا (CAT) کیٹ، بلی (RAT) ریٹ، چوہا، یہاں سے سبق شروع ہوتا ہے معلوم نہیں ہماری پانچویں کلاس کی انگلش کا پہلا سبق یہ تھا اور اس کے سپائلنگ یہی تھے یہ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے جب پاکستان بنا ہے اس وقت میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا اس وقت انگلش کا اتنا زور نہیں تھا چاہے حکومت انگریز کی تھی اور اس وقت انگریز کی حکومت میں مدارس قائم تھے مساجد آباد تھیں کبھی انگریز حکومت کو یہ نہیں سوجھی تھی کہ مسلمانوں کے مدارس بند کروا دیے جائیں، مسجدیں گرا دیں اور اس ملک میں جسکو "لا الہ الا اللہ" کے نام پر لیا گیا تھا اس میں جتنی دشمنی مدارس اور مساجد کے ساتھ ہے اتنی نہ ہندو کو ہے نہ اتنی دشمنی کسی عیسائی کو ہے نہ کسی یہودی کو ہے جتنی حکومت والے اپنے ملک کے اندر اپنی عوام کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں، براہ راست کوئی یہودی آتا تو ایک علیحدہ بات تھی۔

لیکن اب تو مسلمان ہی مسلمان کے ساتھ دشمنی کر رہا ہے اس لیے بہت افسوس

والی بات ہے آنے والے وقت میں آنے والی نسل کا ایمان محفوظ رکھنا تبھی ہوسکتا ہے کہ جس وقت آپ کا اپنا تعلق قرآن وحدیث کے ساتھ مضبوط ہو۔

آخری حدیث کی مختصر تشریح:

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری آخری باب جو رکھا ہے وہ وزن اعمال کا رکھا ہے کیونکہ جس طرح آپ فصل بوتے ہیں حفاظت کرتے ہیں محنت کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ وزن کی صورت میں نکلتا ہے کہ کتنے من گندم پیدا ہوئی؟ کتنے من کپاس ہوئی؟ کتنے من آلو نکلے؟ وزن کے ساتھ ہی محنت کا خلاصہ نکلتا ہے تو جس طرح آپ اس ساری محنت کا نتیجہ وزن کے ساتھ معلوم کرتے ہیں اسی طرح آپ کی زندگی کے اعمال کا نتیجہ بھی وزن کے ساتھ ہی سامنے آئے گا، کہ نیکی کتنی کی ہے، برائی کتنی کی ہے تو آخری آخری باب میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وزن اعمال کا ذکر کیا کہ انسان کی زبان سے جو قول نکلتا ہے وہ بھی تولا جائے گا اور انسان جو عمل کرتا ہے وہ بھی تولا جائے گا اور آخری روایت جو نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو کلمے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں۔

زبان کے اوپر بڑے ہلکے پھلکے ہیں، زبان سے ان کی ادائیگی کوئی مشکل نہیں لیکن جب ترازو میں رکھے جائیں گے تو بڑے وزنی ہوں گے تو چلتے پھرتے شعر گنگنانے کی بجائے، آوارہ اور گندے قسم کے شعر زبان سے ادا کرنے کی بجائے عادت بنالیں کہ یہی کلمات زبان پر جاری رہیں وہ کلمات یہ ہیں۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

تو ایک ایک کا وزن جب قیامت کے دن سامنے آئے گا تو ہمارا نیکی والا پلڑا بھاری ہوگا اس لیے اس ذکر اللہ پر ہی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ختم کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچیوں کے بھی علم و عمل میں برکت دے اور تمام انسانوں کو بھی فکر آخرت نصیب فرمائے مرنا یقیناً ہے کوئی پاگل آدمی جس کے بھیجے میں عقل نہ ہو وہ تو شاید سمجھتا ہو کہ میں نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے ورنہ کافر ہو مسلمان ہو ہر کسی کو پتہ ہے کہ مرنا ہے

اور موت کا وقت کیا ہے؟ موت کی جگہ کونسی ہے؟ وہ اللہ کے علم میں ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کہاں مرنا ہے اور کب مرنا ہے جب ایسا حال ہے تو ہر وقت احتمال ہے کہ موت آجائے کیونکہ اس میں ضابطہ کوئی نہیں ہے کہ بچے نہیں مرتے جوان مرتے ہیں ایسی بات نہیں ہے بچے بھی مرتے ہیں جوان بھی مرتے ہیں، بوڑھے بھی مرتے ہیں، اور صرف بوڑھے ہی نہیں مرتے جوان بھی مرتے ہیں اور جوان ہی نہیں بچے بھی مرتے ہیں۔

اور اب تو حال یہ ہوگیا کہ مرنے کے لیے بیمار ہونا بھی کوئی ضروری نہیں ہے اب تو تندرست بھی مرتے ہیں اور بیمار بھی مرتے ہیں، جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو پتہ نہیں ہوتا کہ گھر واپس بھی آنا ہے یا نہیں جب یہ پتہ ہی نہیں کہ خاتمہ کب ہو جانا ہے اور جب خاتمہ ہونا ہے تو سب کچھ چھوٹ جائے گا کوئی چیز بھی ساتھ نہیں جائے گی سوائے اپنے عقیدے اور عمل کے تو آخرت کے لیے اپنے عقیدے اور عمل کا خیال کرو، اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری باب کے اندر اس کی ترغیب دی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ دے اور عمل کرنے کی توفیق دے (آمین)

سند کی اہمیت:

وہ بچیاں جنہوں نے یہ آخری سبق پڑھا ہے ان کے لیے بات ہے کہ ہمارے ہاں حدیث پڑھنے پڑھانے والوں میں سند کی بہت اہمیت ہے کہ میں اپنے سے لے کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک جو ہمارا سلسلہ ہے وہ ہم سارے کا سارا طلباء کو بتایا کرتے ہیں کہ ہمارا علم اس لائن سے آتا ہے یہ شخصیات ہیں جن کی وساطت سے ہمارے پاس علم آیا ہے حدیث میں اس کی بہت اہمیت ہے۔

جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پڑھتے ہوئے میں نے ذکر کیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرا پہلا استاد احمد بن اشکاب رحمۃ اللہ علیہ ہے اور اس کا استاد محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ اور اس کا استاد عمارۃ بن القعقاع رحمۃ اللہ علیہ ہے اور اس کا استاد ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ ہے

اور اس کا استاد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات نقل کرتے ہیں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اساتذہ کا یوں سلسلہ ذکر کیا ہے۔

اور ہمارا سلسلہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک اسی طرح متصل ہے ہماری سند میں کہیں پچیس واسطے آتے ہیں، کہیں ستائیس واسطے آتے ہیں، کیونکہ کوئی سند لمبی ہوتی ہے اور کوئی کم ہوتی ہے ان واسطوں کے ساتھ ہمارا ایک ایک مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک پہنچتا ہے ہمارے پاس علم بسند المتصل ہے تو اس لیے جن بچیوں کو استاذ نے پڑھایا ہے اصل سند تو ان کی ہے اور تبرکاً دوسرے بزرگ بھی ایک دوسرے کو اجازت دیدیا کرتے ہیں تو اس فن کے خادم ہونے کی حیثیت سے میں بھی ان بچیوں کو روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ اس نسبت کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے سعادت کا باعث بنائے۔

اور اس علاقہ میں بہت زیادہ مبارک باد کے مستحق ہیں مولانا ریاض صاحب جنہوں نے اس دیہات کے علاقہ میں مدرسہ قائم کر کے علم کو پھیلایا ،قرآن کریم کی اشاعت بھی ہو رہی ہے، حدیث کی اشاعت بھی ہو رہی ہے اور جو ان کے ساتھ مالی تعاون کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو بھی قبول فرمائے اور ان کی خدمت کو بھی قبول فرمائے جس طرح یہ مولانا ریاض صاحب کے لیے صدقہ جاریہ ہے اسی طرح یہ ان کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہے جو ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ایک حافظ بھی اگر تیار ہوتا ہے تو وہ دونوں ہی کی کوشش کا اثر ہے استاد نے پڑھایا ہے اور مالی وسائل مہیا کرنے والے مالی وسائل مہیا کرتے ہیں بالکل دونوں کا برابر درجہ ہے اور دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کی خدمت کو قبول فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عورت اور تعلیم (۱)

بمقام:

بتاریخ:

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تعلیمی سال امن و عافیت کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور آج اسباق کی اختتامی تقریب میں شریک ہیں آپ حضرات نے تعلیم کے دوران میں یہ بات اچھی طرح سے دیکھ لی ہوگی۔ جان لی ہوگی، پہچان لی ہوگی کہ یہ علم خصوصیت کے ساتھ روایت حدیث کا علم یہ مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ اس میں مستورات کا بھی برابر کا حصہ ہے۔

سب سے پہلے ایمان لانے والی عورت ہے:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کو نقل کرنے والے جہاں مرد ہیں وہاں عورتیں بھی ہیں اور یہ علم دونوں کے واسطہ کے ساتھ ہی آگے چلا ہے اور جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس زندگی میں آنے کے بعد آپ نے اپنی زندگی میں اپنی نبوت کا اظہار فرمایا وہ قصہ آپ ''باب کیف کان بدء الوحی'' میں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے ہے اس میں آپ نے اچھی طرح پہچان لیا ہوگا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لائے ہیں تو آپ کی حوصلہ افزائی کرنے والی، اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والی سب سے پہلے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا تھیں۔

تو گویا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز کو قوت پہنچانے والی سب سے پہلی خاتون ہی ہے اور مستورات میں سے ہی ایک عورت ہے جس کو یہ اعزاز ملا ہے اس طرح یہ شرف مستورات کو حاصل ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو قوت پہنچانے والی انہی مستورات میں سے ہی ہے۔

اسلام کی خاطر عورت کی قربانی:

اور پھر مکہ مکرمہ میں جب یہ آواز بلند ہوئی تو آپ نے پڑھا کہ اس دین کی قربانی

میں جس طرح مردوں کا حصہ ہے دین قبول کرنا اور سختیاں برداشت کرنا اسی طرح مستورات بھی اس میں برابر کی شریک ہیں اس زمین پر حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد اور اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے خون جو زمین پر گرا ہے وہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا ہے جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں تو گویا کہ دین کے لیے قربانی بھی مستورات میں سے ہی ایک نے دی ہے اور دی بھی ایسے انداز میں ہے کہ شاید اس دور میں بدبخت ابوجہل کے ذہن میں، عقل میں اس سے زیادہ سخت سزا کی کوئی صورت موجود نہ ہو۔

آج کے ابوجہل نے اسلام آباد میں لال مسجد کی طالبات کے ساتھ جو ظلم کیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدترین مثال ہے جو پرویز مشرف نے قائم کی ہے۔ شاید اس سے بڑھ کر اور سزا کسی کو نہیں دی جا سکتی جو اس بدبخت نے ان قرآن وحدیث پڑھنے والی بچیوں کو دی ہے کہ بمباری کے ساتھ ان کو زندہ جلا دیا یہ اس دور کی بدترین سزا ہے۔

لیکن اُس دور میں جو سزا اُس ابوجہل کو سوجھی تھی وہ اُس دور کے مطابق کوئی کم نہیں تھی۔ آپ نے سیرت کی کتابوں میں، حدیث کی کتابوں میں پڑھ لیا کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو پیٹا گیا، گھسیٹا گیا جو تشدد ان کے اوپر کیا جا سکتا تھا کیا گیا اور پھر بھی جب وہ اپنے اس قول سے باز نہ آئیں جو انہوں نے سرور کائنات ﷺ پر ایمان لانے کی صورت میں کیا تھا تو ابوجہل نے دو اونٹ منگوا کر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ باندھی دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھی اور ان دونوں اونٹوں کو مخالف سمت میں چلایا دائیں بائیں تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے بدن کے دو ٹکڑے ہو گئے اس دور میں شاید اس سے زیادہ سخت سزا ابوجہل کے ذہن میں نہیں آ سکتی تھی جو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی۔

تو گویا کہ اس دین کی خاطر قربانی دینے والی بھی ایک عورت ہی ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس دین کے پھیلانے میں اور اس دین کے قبول کرنے میں مستورات برابر کی شریک ہیں، جس طرح مردوں کا حصہ ہے اسی طرح عورتوں کا حصہ بھی ہے اور جس وقت

حدیث کی روایت چلتی ہے تو اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مردوں نے لیا تو مردوں سے عورتوں نے لیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بات عورتوں نے سنی جب انہوں نے آگے پھیلائی تو عورتوں سے مردوں نے لی پوری سند حدیث کے اندر عورتوں سے مردوں کا لینا اور مردوں سے عورتوں کا لینا تقریباً تمام کتب حدیث میں اس کی مثالیں آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ اس لیے یہ علم مشترک ہے مردوں اور عورتوں کے درمیان میں۔

بچیوں میں تعلیم کا آغاز کیوں؟

پہلے ہمارے ہاں اس کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا کہ باقاعدگی کے ساتھ یہ کتابیں طالبات کو پڑھائی جائیں، گھر میں تعلیم پر اکتفاء کیا جاتا تھا لیکن جیسے جیسے بے دینی شدت اختیار کر گئی خصوصیت کے ساتھ سکول و کالج کے ساتھ جو بے دینی کا طوفان آیا اور اس بے دینی اور بے حیائی کے طوفان میں مسلمان قوم کی بچیاں بھی بہنے لگ گئیں تو اس وقت ہمارے اکابر نے سوچا کہ اس تعلیم کا توڑ تعلیم کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے اس لیے یہ زنانہ مدرسے شروع کیے گئے اور اللہ کا شکر ہے کہ آج پورے ملک میں شہر شہر، قصبہ قصبہ، قریہ قریہ، یہ مدرسے قائم ہو گئے ہیں تو اس طرح اس بے دینی تعلیم کے مقابلہ میں یہ دینی تعلیم، اس بے حیائی کے مقابلہ میں حیا کی تعلیم یہ عام ہو رہی ہے پہلے پہلے تو پڑھانے والے مرد تھے اور پڑھنے والی عورتیں تھیں لیکن جیسے جیسے یہ سلسلہ چل پڑا تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ اب باقاعدہ اس کے اندر مستورات اور طالبات کا حصہ داخل ہو گیا ہے۔

عورتوں میں تعلیم عام کرنا ضروری ہے:

اور آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب آپ نے ساری صورت سمجھ لی ہے تو پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ آپ اس کو آگے دین کے پھیلانے کے لیے استعمال کیجئے۔ جہاں بھی آپ رہیں وہاں مدرسہ بنائیں اور اس علم کو پڑھائیں

قاعدہ سے شروع کروائیں آہستہ آہستہ انشاء اللہ العزیز معاملہ بڑھتا چلا جائے گا اس بے دین تعلیم کے مقابلہ میں اس دینی تعلیم کو عام کرنا اب یہ آپ کے فرائض میں بھی داخل ہے آپ جانتے ہیں کہ اللہ کی عبادت اور اللہ کی پہچان سوائے علم کے نہیں ہوسکتی اگر ایک عورت کے پاس علم نہیں ہے۔ اور وہ طہارت کے مسائل تک نہیں جانتی تو بسا اوقات وہ بے وضو ہی سارے کام کرتی رہے گی تو ثواب کی بجائے الٹا عذاب ہوگا بہشتی زیور میں آپ نے مسئلہ پڑھا کہ اگر آٹا گوندھتے وقت ناخن کے اوپر آٹا لگا رہ جائے اور اس کو یاد نہیں رہا کہ وہ اس کو اتارے اور اس نے اس کو اتارے بغیر وضو کر لیا تو اس کا وضو نہیں ہوا۔

جب اس کی توجہ ہو تو اس کو وہ آٹا اتارنا چاہیے اتار کر اس جگہ کو نئے سرے سے دھونا چاہیے تب جا کے وضو ٹھیک ہوگا اور اس زمانہ میں اگر وضو میں رکاوٹ آتی تھی تو آٹا گوندھنے سے ہی آتی تھی اس لیے اس کو بطور مثال کے ذکر کر دیا ورنہ آج آپ دیکھیں گے تو معاشرے میں ناخن پالش بہت عام ہے وہ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں کے اوپر اس طرح جمتی ہے جس طرح آٹا جمتا ہے ایک ہے مہندی کا رنگ، یا کسی عرق وغیرہ کا رنگ جس کا وجود نہیں اور چاقو وغیرہ سے تراشنے کے ساتھ اس کی ٹکڑیاں نہیں اترتیں وہ تو ٹھیک ہے وہ وضو سے مانع نہیں ہے غسل سے مانع نہیں ہے۔

بلکہ عورتوں کو ترغیب ہے کہ اپنے ہاتھوں کو رنگ کے رکھیں اور اپنے ناخنوں کو رنگ کے رکھیں لیکن ناخنوں پر ایسا رنگ لگانا جیسے پالش کی جاتی ہے برش کے ساتھ اور اس کی تہہ بیٹھ جاتی ہے تو تہہ بیٹھنے کی صورت میں جب آپ اپنے ناخنوں کو کھرچیں گی تو وہ اوپر سے اکھڑتی ہے اگر تو ناخن پالش اس قسم کی ہو اور کسی عورت نے اپنے ناخن پر وہ لگائی ہوئی ہے تو آپ جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ وضو نہیں ہوگا۔ غسل نہیں ہوگا فرض غسل ادا کرنا چاہے گی نہیں ہوگا، وضو کرے گی نہیں ہوگا۔

اب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرے گی تو غلط، نماز پڑھے گی تو غلط جتنا وہ اپنے

طور پر عبادت کرے گی اتنا ہی اس کے اوپر گناہ کا بوجھ بڑھتا چلا جائے گا، تو یہ بے علمی کی صورت میں جس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں اس طرح وہ عبادت کر کے بھی عذاب کی مستحق ہوگی بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ناخن پالش کی مثال دے رہا ہوں ورنہ یہی صورت ہے ہونٹوں کے اوپر سرخی لگانے کی اگر اس کی تہہ بیٹھی ہوئی ہے تو آپ جانتے ہیں کہ اس کے نیچے بھی پانی کا اثر نہیں پہنچتا عورت کو زیب و زینت کے طور پر ان چیزوں کا استعمال کرنا درست ہے۔

لیکن اس کو استعمال کرنے کے بعد جب وضو کی نوبت آئے تو اس کو اتار دیں مثلاً فجر کے بعد استعمال کریں تو ظہر کے وقت اتار دیں وضو کرلیں اور وضو کر کے نماز پڑھیں اگر بہت ہی شوق ہے تو پھر لگالیں لیکن ان چیزوں کے اتارے بغیر وضو نہیں ہوگا۔ اور سب سے بڑے خطرے کی بات یہ ہے کہ اگر ایسی صورت میں ہی وفات ہو جائے جبکہ یہ ناخن پالش اور سرخی اس طرح جمی ہوئی ہو جس کے ساتھ وضو نہیں ہوتا تو میت کا غسل بھی درست نہیں ہوگا اور جب میت کا غسل درست نہ ہو تو پھر اس کا جنازہ بھی درست نہیں ہے۔ تو بے جنازہ اس دنیا سے جائے بے غسل اس دنیا سے جائے اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہے کہ محض ایک معمولی سی زیب و زینت کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کرلیا۔

لیکن علم نہ ہونے کی بناء پر اس طرف توجہ نہیں ہوتی، یہ ایک بہت عام اور موٹی سی مثال آپ کے سامنے ذکر کر رہا ہوں اور اسی طرح کپڑوں کی طہارت ہے، بدن کی طہارت ہے، اس کے لیے بنیادی علم ضروری ہے ورنہ آپ نے حدیث میں پڑھ لیا کہ اگر پیشاب وغیرہ میں بے احتیاطی کی جائے بدن اور کپڑے کی پاکی کا خیال نہ رکھا جائے تو آپ نے پڑھا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں جو عذاب ہوتا دیکھا تھا تو فرمایا تھا کہ طہارت کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا ہے۔

یہ بنیادی باتیں بتا رہا ہوں کہ عملی زندگی درست کرنے کے لیے علم کی کتنی ضرورت ہے باقی نماز کے احکام ہیں، روزہ کے احکام ہیں تو آپ سب نے ان کا بھی

خیال رکھنا ہے اور اپنے محلہ میں، بہن بھائیوں میں، عزیز و اقارب میں ان کو پھیلانا ہے تاکہ ان کو بھی دین کا علم حاصل ہو اور ان کی عبادت بھی درست ہو، علم حاصل کرنے کے دو مقصد ہوا کرتے ہیں۔

ایک مقصد تو ذاتی ہے کہ انسان کو اس کے اوپر عمل کرنا چاہیئے جب علم حاصل ہو جائے گا تو عمل درست ہو جائے گا اگر عمل نہ کیا جائے تو بغیر عمل کے علم فتنہ ہے اور انسان کے لیے عذاب کا ذریعہ ہے حدیث شریف میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ " اشد الناس عذابا یوم القیامة " کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا اور علم سے فائدہ یہی ہوتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنایا جائے۔

ایک تو عمل مقصد ہے کہ جو پڑھا ہے اس کے مطابق عمل بھی کیجئے، اسی کے مطابق اپنی طہارت درست کرو، اپنی نماز درست کرو، اپنی عبادت درست کرو اور گھر کے ماحول کو درست کرو، گھروں میں زیب و زینت کے نام پر آج کل تصویریں عام ہوگئی ہیں اور آپ نے پڑھا ہے کہ سرور کائنات ﷺ اپنی بیٹی کے گھر نہیں گئے تھے جس وقت ان کے گھر تصویر لٹک رہی تھی اور فرمایا کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو وہاں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

عدم تعلیم کے نقصانات:

اور اسی طرح گھروں کے اندر یہ ٹی وی کا سلسلہ عام ہوگیا ہے، جس میں ہر وقت یہ کنجر ناچتے ہیں اور بدمعاش مرد و عورت اپنی کھیلوں کے مظاہرے کرتے ہیں جس گھر کے اندر یہ حرکتیں ہوتی ہوں گی آپ سمجھتے ہیں کہ اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے اس معاشرے کو پاک کرنا یہ مستورات کا ہی زیادہ تر کام ہے۔

کیونکہ گھروں میں یہ چیزیں عورتوں کی ضد اور ان کے مطالبہ سے ہی آیا کرتی

ہیں یہ واقعہ ہے لطیفہ نہیں کہ بہت کثرت کے ساتھ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور آ کر گھر کی پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں کہ گھر میں بہن بھائیوں کا آپس میں اتفاق نہیں، اولاد ماں باپ کی نافرمان ہے گھر میں برکت نہیں ہے، پریشانی ہے جب وہ آ کر اس قسم کی بات کرتے ہیں تو میرا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا آپ کے گھر میں ٹی وی ہے؟

اگر وہ کہیں کہ ہاں ہے تو پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا اس کو چلاتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں تو کہتے ہیں کہ جی دیکھتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ پوری روئے زمین پر کسی جگہ بھی تمہاری پریشانی کا کوئی علاج نہیں ہے، جس گھر میں یہ شیطانی حرکتیں ہوتی ہوں وہاں ہر وقت لعنت برستی ہے اور وہاں شیاطین کا ہجوم ہوتا ہے جب وہاں شیاطین کا ہجوم ہوگا تو پھر اللہ کی رحمت کیسے آئے گی، پھر سکون اطمینان کیسے نصیب ہوگا صبح و شام، رات دن تو آپ زہر پھانکیں اور پھر یہ کہیں کہ ہماری صحت خراب ہے یہ تو اپنے آپ پر ظلم خود کرتے ہیں جس وقت تک آپ زہر کھانا چھوڑیں گے نہیں اس وقت تک کوئی علاج مفید نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح جب تک ان شیطانی حرکتوں سے اپنے گھر کو پاک نہ کیا جائے اس وقت تک شیاطین کا غلبہ رہے گا اور آج کل تو بہت عام شکایت ہوتی ہے کہ جنات کا سایہ ہے جادو ہے، یہ کچھ بھی نہیں ہے یہ صرف اللہ کی طرف سے عذاب ہے گھر کا ماحول خراب ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے، بے غسلے پڑے رہتے ہیں اور سارا دن خرافات دیکھنے میں گزرتا ہے، تصویروں کا ہجوم ہے جہاں یہ گند کے ڈھیر ہوں وہاں مکھیاں اور کیڑے مکوڑے نہیں آئیں گے تو اور کیا آئے گا۔

لہذا گھروں کی پریشانیاں دور کرنے کے لیے اور اطمینان پیدا کرنے کے لیے آپس میں محبت ہو سکون ہو، اطمینان ہو، گھر میں برکت ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کام کرو جس کے ساتھ اللہ کی رحمت آتی ہو اور ان سب کاموں سے باز آؤ جن کی بنا پر

اللہ کی لعنت برستی ہے اس کے بغیر سکون کی زندگی کسی صورت میں نصیب نہیں ہو سکتی اور گھروں کے ماحول کو درست کرنا اکثر و بیشتر مستورات کے ذمہ ہوتا ہے، ماں کی گود بچہ کی پہلی تعلیم گاہ ہے، پہلی تربیت گاہ ہے،۔

جن کے گھر میں ماؤں کو نماز پڑھنے کی عادت ہے وہاں بچے بھی مصلیٰ بچھا کر نقل اتارتے ہوئے الٹا سیدھا ہونا شروع کر دیتے ہیں اور جن گھروں میں ہر وقت ٹی وی کے اوپر ناچنے کی محفلیں ہوتی ہیں وہاں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کی نقل اتارتے ہوئے ناچنا شروع کر دیتے ہیں تو گھروں کا ماحول درست کرنا بہت ضروری ہے اور اس میں زیادہ تر دخل مستورات کا ہوتا ہے اس ذمہ داری کو آپ نے محسوس کرنا ہے خود بھی عمل کرنا ہے اور دوسروں کو بھی پہنچانا ہے دوسرا مقصد حصول علم کا تبلیغ ہے کہ دوسروں تک اس علم کو پہنچایا بھی جائے اور پہنچانا تبھی مفید ہوتا ہے جب انسان کے پاس علم کے ساتھ ساتھ اپنے عمل کی قوت بھی ہو ضروری نہیں کہ آپ نے جلسے کرنے ہیں، جلوس نکالنے ہیں بلکہ گھروں میں اپنی محفلوں میں، ملاقات کے وقتوں میں کوئی کتاب پڑھ کے سناؤ، کوئی وعظ ونصیحت کرو، آخرت کی یاد دہانی کراؤ اسی طرح گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی عادت ڈالو، نماز کی عادت ڈالو، تسبیحات کی عادت ڈالو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ العزیز گھروں میں برکت ہوگی اور پھر آپ کے کردار کے ساتھ یہ روشنی پھیلے گی دوسروں کو بھی خیال آئے گا اور ان کو بھی ترغیب ہوگی کہ وہ بھی اپنی بچیوں کو دینی علوم پڑھائیں۔

عورت کو ایک بات کی خاص تاکید:

اور سب سے زیادہ تاکید جس مسئلہ کی میں آج کل اپنی بہنوں بیٹیوں کو کرتا ہوں ان زنانے جلسوں میں ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جو آپ کے سامنے حدیث شریف میں گزری اور ہر وقت یاد رکھنے کی ہے بلکہ اس روایت کو زبانی یاد کر و اور ہر قت اس کو گنگناتی رہو کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ آیا تھا اور فرمایا کہ یہ بہت نماز پڑھتی

ہے، بہت نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ فرضوں کے ساتھ ساتھ نفل بھی پڑھتی ہے بہت روزے رکھتی ہے کثرت صلوٰۃ اور کثرت صوم کی بناء پر اس کی شہرت ہے اور سخاوت بھی بہت کرتی ہے یہ مالی عبادت ہوگئی یعنی بدنی عبادت بھی کرتی ہے اور مالی عبادت بھی کرتی ہے اور بہت کثرت سے کرتی ہے۔

لیکن اس میں ایک عیب ہے وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان کے ساتھ تکلیف پہنچاتی ہے، ہے بڑی بدزبان، ہر کسی سے گالی گلوچ، ہر کسی سے لڑائی، ہر کسی سے بدکلامی، بدزبان ہے اور پڑوسی سے مراد صرف وہ نہیں ہوتے جن کا گھر دوسرے کے گھر کے ساتھ ہو بلکہ گھر کے اندر رہنے والے بھی پڑوسی کا مصداق ہیں،

آپ کی بہنیں آپ کے ساتھ ہیں، آپ کے بھائی آپ کے ساتھ ہیں، آپ کی ماں آپ کے ساتھ ہے یہ سب پڑوسی ہیں، سسرال میں جانے کے بعد ساس اور سسر آپ کے پڑوسی ہیں، خاوند کے رشتہ دار آپ کے پڑوسی ہیں اگر ان کے ساتھ بدزبانی سے پیش آئے گی تو یہ مسئلہ آپ نے سن لیا ہوگا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورت جہنم میں جائے گی۔

تو کثرت صلوٰۃ، کثرت صیام، کثرت سخاوت یہ جنت میں نہیں لے جاسکتی اگر زبان کی حفاظت نہیں ہے خاص طور پر یہ عورت کے بارے میں ہی فرمایا ہے اور پھر ایک اور عورت کا ذکر آیا کہ وہ قلت صلوٰۃ کی وجہ سے مشہور ہے کہ وہ زیادہ نماز نہیں پڑھتی بس صرف فرض پڑھ لیے نوافل کا اہتمام نہیں کرتی اور قلت صیام کی بناء پر اسکی شہرت ہے کہ صرف فرض روزے رکھتی ہے نوافل کا اہتمام نہیں کرتی اور سخاوت بھی زیادہ نہیں کرتی کبھی ہوا کہ پنیر کے چند ٹکڑے اٹھا کر کسی کو دیدیئے تو قلت صلوٰۃ قلت صیام اور قلت سخاوت کے ساتھ اس کی شہرت ہے۔

لیکن ایک خوبی اس میں ہے کہ " لاتوذی بلسانها جيرانها " کہ وہ اپنی

زبان کے ساتھ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی زبان کی میٹھی ہے ہر کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آتی ہے، محبت کے ساتھ بولتی ہے تلخ کلامی اس میں نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "هي في الجنة" کہ یہ جنت میں جائے گی، (مشکوۃ ج/۲ص/۴۲۴)

یہ روایت ہر وقت یاد رکھنے کی ہے اور آپ کو تجربہ ہوگا کہ گھروں میں اکثر و بیشتر لڑائیاں زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہی ہوتی ہیں۔ فوجیں لڑتی ہیں تو ایک دوسرے پر میزائل اور بم پھینکتی ہیں لیکن گھروں میں لڑائی لفظوں کی ہوتی ہے کچھ آپ نے کہہ دیا کچھ انہوں نے کہہ دیا اِدھر سے ایک فقرہ اُدھر پھینک دیا اُدھر سے ایک فقرہ اِدھر پھینک دیا، اکثر و بیشتر لڑائیاں گھروں میں لفظوں کی ہوتی ہیں اگر زبان کی حفاظت کرے تو انسان بہت ساری برائیوں سے بچ جاتا ہے۔

تو آپ نے ایک کام تو یہ کرنا ہے کہ اپنے پڑھے ہوئے پر عمل کرنا ہے، اور دوسرا کام یہ ہے کہ اس تعلیم کو عام کرنا ہے، پھیلانا ہے اور اس پھیلانے میں بھی آپ جانتی ہیں کہ آپ کے کردار کو زیادہ دخل ہے آپ کی گفتار کے مقابلہ میں اس لیے پڑھے ہوئے کے مطابق عمل بھی کرو اور اس کو آگے پھیلانے کی کوشش بھی کرو۔

اب یہ چونکہ سبقوں کا اختتام ہو رہا ہے اور آپ نے امتحان کی تیاری کرنی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو امتحان میں اچھی کامیابی دے اور اس کامیابی میں آپ کی بھی عزت ہے آپ کے اساتذہ کی بھی عزت ہے اور آپ کے ادارے کی بھی عزت ہے اگر لاپرواہی کی بناء پر اللہ نہ کرے نتیجہ خراب ہوا تو اس میں آپ کی بھی بدنامی ہے، آپ کے اساتذہ کی بھی بدنامی ہے اور آپ کے ادارے کی بھی بدنامی ہے اس لیے ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ان دنوں میں خوب اچھی طرح امتحان کی تیاری کیجیے۔

آخری حدیث کا درس:

تبرکاً یہ آخری روایت پڑھی گئی ہے کیونکہ آپ نے حقیقتاً ساری بخاری ختم نہیں کی ساری بخاری تو طلباء پڑھتے ہیں لیکن چونکہ پہلی روایت بھی آپ کو باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے

اور پھر آخری روایت بھی برکت کے لیے پڑھا دیتے ہیں اللہ کی رحمت سے امید رکھتے ہوئے کہ ساری کتاب کو پڑھنے کا ثواب آپ کو مل جائے گا، کیونکہ حدیث کے ابواب پورے ہو جاتے ہیں کچھ صحیح بخاری میں، کچھ مسلم میں، کچھ ترمذی میں اس لیے ابواب سارے مکمل ہو جاتے ہیں، حضور ﷺ کی ہدایات سامنے آجاتی ہیں تو تبرکاً یہ آخری روایت ذکر کر دی جاتی ہے۔

جس میں سرور کائنات ﷺ کی طرف سے ذکر اللہ کی تعلیم ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں "کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن" رحمان کو بہت محبوب ہیں، "خفیفتان علی اللسان" اور زبان کے اوپر بہت ہلکے ہیں "ثقیلتان فی المیزان" اور جب میزان میں رکھے جائیں گے تو بہت وزنی ثابت ہوں گے وہ پلڑا جھک جائے گا جس پلڑے میں یہ الفاظ ہوں گے اور وہ ہیں "سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم" اسی کے حکم میں ہے وہ کلمہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "احب الکلمات الی اللہ اربعة"۔

یہاں دو کلموں کا ذکر ہے اور ایک روایت میں چار کلموں کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چار کلمے بہت محبوب ہیں، "سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لاالٰہ الا اللہ" اور اس کا مجموعہ ہے جس کو ہم تیسرا کلمہ کہتے ہیں "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" یہ چار کلمات جو تیسرے کلمے میں ہیں یہ بھی احب الکلمات ہیں اور یہ ایسے احب کلمات ہیں کہ ان کے اوپر اجر و ثواب کتنا ہے؟ تو روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "لان اقول سبحان اللہ والحمد للہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر احب الیّ مما طلعت علیہ الشمس" (مشکوٰۃ ج/۱/ص۲۰۰/مسلم ج/۲/ص ۳۴۵) میرا اپنی زبان سے یہ کلمات بول دینا یعنی اپنی زبان سے ان کلمات کو پڑھ لینا "سبحان اللہ، والحمد للہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر" یہ مجھے پوری کائنات کے

مقابلہ میں زیادہ محبوب ہے اگر ساری کائنات مل جائے تو مجھے اتنی خوشی نہیں ہوگی جتنی ان کلمات کو پڑھنے کے بعد خوشی ہوگی اور یہ جنت کے درخت ہیں، جنت کے باغات کے اشجار ہیں آپ نے پڑھا ہوگا حدیث شریف میں کہ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور ﷺ کی وساطت سے آپ سب کو اس امت کو سلام بھیجا تھا، آپ بھی علیہ السلام کہہ لیجئے اور ساتھ ایک پیغام بھیجا تھا کہ اپنی امت سے کہہ دینا کہ جنت کے درخت یہ کلمات ہیں (مشکوٰۃ ج/۱/ص۲۰۲) جتنے یہ کلمات پڑھتے جاؤ گے اتنا جنت کے درختوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اس لیے ان چاروں کلمات کا خلاصہ ان الفاظ میں ہے ''سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم'' اگر اس کی تسبیح پڑھ لی جائے تو یہ بھی ان چار کے قائم مقام ہے۔

کیونکہ ان چار کلمات میں سے تین کی تو صراحت ہوگئی ''سبحا ن اللہ الحمد للہ، اللہ اکبر''، تو یہاں ''سبحان اللہ'' میں تسبیح آگئی ''بحمدہٖ'' میں تحمید آگئی اور آگے ''العظیم'' کے اندر کبریائی والا معنیٰ ہے تو اللہ اکبر بھی آگیا وہاں صراحتاً ''لا الہ الا اللہ'' بھی مذکور تھا لیکن یہاں تینوں باتوں کے اکٹھا ہونے کے بعد خود بخود یہ نتیجہ ثابت ہوجائے گا کہ جو عیبوں سے پاک ہے، جس میں خوبی پائی جاتی ہے اور جو سب سے زیادہ عظمت رکھنے والا ہے معبود بھی وہی ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں تو گویا کہ ان تین کلمات کے اجتماع سے چوتھا کلمہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے اور تسبیح کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے خادم نہیں دیا بلکہ جب انہوں نے کام کی مشقت کا تذکرہ کیا تو آپ نے ان کو یہی کلمات بتائے کہ رات کو سوتے وقت یہ پڑھ لیا کرو (مشکوٰۃ ج/۱/ص۲۰۹ بخاری ج/۱/ص۴۳۹) تو تسبیح فاطمہ جو مشہور ہے اصل کے اعتبار سے یہ سوتے وقت کی تسبیح ہے کہ کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد

سبحان اللہ (33) بار الحمد للہ (33) بار، اللہ اکبر (34) بار یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو سوتے وقت تلقین کی تھی بعض روایات میں ہر نماز کے بعد پڑھنے کا ذکر بھی آتا ہے اس لیے تسبیح فاطمہ کی عادت ڈالو، سوتے ہوئے بھی یہ تسبیح پڑھا کرو، ہر نماز کے بعد بھی پڑھا کرو جس وقت اس تسبیح کی عادت بن جائے گی تو پھر اللہ کی رحمت بھی متوجہ ہوگی اور علم میں رونق بھی محسوس ہوگی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے ہر وقت اپنی تسبیح پڑھنے کی اور توفیق دے علم پر عمل کی اور یہ بچیاں جو فارغ ہو رہی ہیں میں ان سب کو مبارک باد دیتا ہوں اور ان کے والدین کو بھی، اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
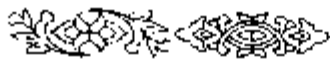
علم کے لیے اہل علم کی ضرورت

بمقام: جامعہ محمودیہ جھنگ

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تمہید:

جلسہ کا عنوان ہے ''ختم صحیح البخاری'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ صحیح بخاری کا ختم ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لینا کہ شاید مدرسہ کے اندر صرف یہی ایک کتاب پڑھائی گئی ہے اور اس کے ختم کے اوپر یہ اہتمام کیا گیا ہے۔

بلکہ مدرسہ کی چار دیواری میں حدیث شریف کا پورا ذخیرہ جو کتب حدیث میں ہے وہ پورا پڑھایا جاتا ہے۔

......سال کے دوران میں صحیح مسلم بھی ختم ہوئی۔

......سال کے دوران میں جامع ترمذی بھی ختم ہوئی۔

......سال کے دوارن میں سنن ابی داؤد بھی ختم ہوئی۔

......سال کے دوران میں سنن نسائی بھی ختم ہوئی۔

......اور اسی طرح سنن ابن ماجہ بھی پڑھی گئی۔

......مؤطین بھی پڑھے گئے۔

......طحاوی بھی پڑھی گئی۔

اور اس سے پہلے مشکوٰۃ المصابیح بھی پڑھی گئی، اتنی بڑی بڑی کتابیں اور اتنی کثرت کے ساتھ پڑھی گئی ہیں۔

لیکن یہ اختتام پر صحیح بخاری کا عنوان اس لیے اختیار کر لیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں یعنی سب کتابوں میں برتری اس کتاب کو حاصل ہے اس لیے عنوان اس کا اختیار کر لیا جاتا ہے ورنہ اصل کے اعتبار سے پورے ذخیرۂ حدیث کا اختتام ہے اس موقع پر یہ سب کتابیں ہمارے ہاں مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں اور یہ لفظ حدیث جو آپ بار بار سنتے رہتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟

پیغمبر کا خلق قرآن ہے:

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے غالباً حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ جو ابو جہل کے بھائی ہیں ابو جہل کا اصل نام ہے عمرو بن ہشام وہ تو اپنے کفر وشرک کی حالت میں ہی اس دنیا سے گیا اور ان کے جو دوسرے بھائی ہیں وہ اسلام لائے تھے اور فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ" انبئینی عن خلق رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" اماں جان! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق بتایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیا ہے؟ یہ سوال ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب ہے کہ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ انہوں نے کہا میں قرآن تو پڑھتا ہوں فرمایا" فان خلق نبی اللہ کان القرآن" (مسلم ج/۱/۲۵۶ مشکوۃ ج/۱/ص/۱۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔

کتاب کے ساتھ رسول کیوں:

یہ اماں صدیقہ کا جواب ہے اب اس لفظ کی تھوڑی سی تشریح کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اتاری جسکو ہم القرآن کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں قرآن کریم، قرآن شریف کتاب اللہ یہ مختلف لفظ ہم بولتے ہیں اور مراد اس سے سورۃ فاتحہ سے لیکر والناس تک کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے عربی زبان میں ہے اور ابتداً عربی لوگوں کے لیے اتارا مخاطب اس کے عربی جاننے والے ہیں جو زبان وہ استعمال کرتے تھے اسی زبان میں اس کو اتارا ہے تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اسی طرح مرتب کتابی شکل میں یک بارگی بیت اللہ کی چھت پہ کیوں نہیں رکھ دیا اور لوگوں میں اعلان کر دیا جاتا کہ اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یوں بھی کر سکتا تھا کیونکہ وہ لوگ عربی سمجھتے تھے، پڑھتے

تھے اور کتاب اللہ کو کتابی شکل میں بیت اللہ کی چھت پر اتار دیا جاتا اور اتار دینے کے بعد یہ اعلان کر دیا جاتا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس کو پڑھو اور اس کے اوپر عمل کرو اگر اللہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔

لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا ایک رسول بھیجا اور اس رسول کے اوپر اس کتاب کو تھوڑی تھوڑی کر کے اتارا گیا ہے اور آپ کی ڈیوٹی لگائی گئی ''لتبین ما نزل الیھم'' کہ جو کچھ لوگوں کی ہدایت کے لیے اتارا گیا ہے اس کی تبیین اور اس کی وضاحت آپ کے ذمہ ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ کو اس کتاب کا مبین اور اس کتاب کا مفسر اور اس کتاب کی مراد کو ظاہر کرنے والا قرار دیا گیا ہے گویا کہ صرف کتاب ہی نہیں اتاری بلکہ کتاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کتاب پڑھانے والا استاد بھی بھیجا ہے استاد پڑھائے گا پہلے نکتہ پر ہی آپ یہ بات سمجھ جایئے کہ اگر قرآن کریم کی عبارت اور اس کا ترجمہ دیکھ کے ہدایت حاصل کی جاسکتی تو اللہ کو رسول بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟

بغیر استاد کے کتاب سمجھ نہیں آتی:

لہذا پہلے قدم پر ہی آپ یہ یقین کر لیجئے کہ بے استادے لوگ جو صرف قرآن کریم کا مطالعہ کر کے مفتی بن کے بیٹھ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کتاب اتار دی اللہ نے ہمیں عقل دی ہے ہم اس کے ساتھ صحیح بات کو سمجھ سکتے ہیں ہم کسی اور چیز کے محتاج نہیں، ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے ہم اس پر عمل کریں گے جو اللہ کی کتاب سے سمجھ میں آئے گا۔

پہلے قدم پر ہی یہ لوگ گمراہ ہیں اگر اتنا ہی طریقہ کافی ہوتا تو اللہ اپنے رسول کو نہ بھیجتا اور کہتا کہ ترجمہ تمہیں آتا ہے کتاب پڑھو اور اس کے مطابق عمل کرو سب سے زیادہ گمراہ ہونے والا یہ شخص ہے جو سمجھتا ہے کہ قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ دیکھ کر یا قرآن کریم کا ترجمہ عربی الفاظ کے ساتھ سمجھ کر اس کے اوپر عمل کیا جا سکتا ہے اور اللہ کی مراد کو پایا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے گمراہی کا قدم یہ ہے کہ اگر ان کا یہ نظریہ ٹھیک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو رسول بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی، یہ نکتہ اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو بہت سارے خودساختہ مفسرین سے آپ کی جان چھوٹ جائے گی ان کا حاصل صرف ان کا اپنا مطالعہ ہے وہ کسی استاد سے اس کو حاصل نہیں کرتے تو یہ ایک ہی بات میں ان کا غلط ہونا سمجھ میں آ گیا کہ ان کا نظریہ غلط ہے اور آپ کا بھی دماغ درست ہوگیا کہ اگر آپ میں سے کسی کے دماغ میں یہ خیال ہو کہ ہم اردو کی تفسیر خرید کے یا ہم اردو ترجمہ دیکھ کر قرآن کریم سمجھ لیں گے اور اس کے مطابق عمل کر لیں گے اگر آپ میں سے کسی کے دل دماغ کے اندر یہ خیال ہے تو اس کو توبہ کر لینی چاہیے یہ گمراہی کی بنیاد ہے بغیر استاد کے قرآن کریم اگر سمجھا جا سکتا تو اللہ کو رسول بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔

یہ بات جو بار بار دہرا رہا ہوں صرف آپ حضرات کے دل ودماغ میں بٹھانے کے لیے کہ بغیر استاد کے کتاب سمجھ میں نہیں آتی چاہے آپ اس کی زبان کو سمجھتے ہی ہوں۔

قرآن حدیث کے بغیر سمجھ نہیں آ سکتا:

پہلا سبق تو یہ ہے جو یہاں سے ملتا ہے اور پھر جب لفظوں سے استدلال کر کے کسی بات کو سمجھا جائے گا تو کوئی کوئی مراد لیے پھرے گا، کوئی کوئی مراد لیے پھرے گا کبھی بھی کسی بات پر اتفاق نہیں ہوگا، اللہ کے رسول نے صرف یہی نہیں کہ کتاب پڑھ کے سنائی صرف یہی نہیں کہ اس کا مطلب سمجھایا بلکہ اس کے اوپر عمل کر کے راہ عمل بھی متعین کر دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کہتی ہیں ''کان خلقه القرآن'' اس کا یہی معنیٰ ہے کہ قرآن جو کچھ چاہتا ہے کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویسے ہی تھے قرآن کا جو تقاضہ ہے کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیے تو رسول اللہ ویسے ہی تھے اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو سمجھنا چاہتے ہو تو قرآن کریم پڑھو تو آپ کا عمل جو تھا وہ عمل تفسیر ہے قرآن کریم کی یہ موٹی موٹی باتیں ہیں کوئی زیادہ پیچیدہ بات نہیں ہے۔

اب قرآن کریم میں آ گیا" اقیموا الصلوٰۃ " جس کا معنیٰ ہے صلوٰۃ قائم کرو، اب جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات کو درمیان سے ہٹانا چاہتے ہیں وہ آپ کی پنج وقتی نماز کے بھی منکر ہیں، ان کی رکعات کے بھی منکر ہیں، آپ کی ہئیت نماز کے بھی منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں نہیں آتا کہ پانچ دفعہ پڑھو، قرآن میں کہیں نہیں آتا کہ ظہر کی چار رکعات پڑھو، قرآن کریم میں کہیں نہیں آتا کہ عصر کی چار رکعات پڑھو، قرآن میں کہیں نہیں آتا کہ مغرب کی تین پڑھو، قرآن میں کہیں نہیں آتا کہ فجر کی دو پڑھو، اس لیے وہ اقامت صلوٰۃ کا مفہوم اپنے طور پر بیان کریں گے اور امت کا رابطہ رسول اللہ ﷺ سے کاٹ کر یہ نماز کا صفایا کردیں گے، قرآن میں آ گیا آتو الزکوٰۃ، زکوٰۃ دو کچھ نہیں بتایا کہ کتنے پیسوں میں سے کتنی دینی ہے؟ کس کو دینی ہے؟ کون کونسے مال ایسے ہیں جن میں سے زکوٰۃ دینی ہے۔

لہذا" اقیموا الصلوٰۃ "کی مراد بھی قومی اسمبلی متعین کرے گی اور" آتوا الزکوٰۃ " کا مصداق بھی قومی اسمبلی متعین کرے گی، اور جو مراد اسمبلی متعین کرے گی وہی قرآن کا مصداق ہے اور اس پر عمل کرنا ہی قرآن پر عمل کرنا ہے تو زکوٰۃ کا حلیہ بھی بگڑ جائے گا، نماز کا حلیہ بھی بگڑ گیا، ایسے ہی حج اور روزہ ہے کہ وہ لوگ تو روزہ اس لیے رکھا کرتے تھے کہ کھانے کو کچھ ملتا نہیں تھا تو یہ دل بہلانے کا طریقہ تھا کہ صبح کھالیا شام تک فاقہ کرلو، اور ان کے نفسوں کو کمزور کرنے کے لیے یہ بات تھی۔

اب تو ویسے ہی نفس کمزور ہیں تو اس کو اور بھوکا مارنے کی کیا ضرورت ہے، لہذا روزے بھی گئے تو اگر عملی زندگی حضور ﷺ کی سامنے نہ لائی جائے تو قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے سراسر مختلف قسم کی گمراہیاں پھیلیں گی جیسا کہ حدیث سے روگردانی اور حدیث کا انکار کرنے والے لوگ اسی قسم کی گمراہیوں میں مبتلا ہیں، تو رسول اللہ ﷺ کی جو عملی زندگی ہے جس کو ہم قرآن کریم کی تفسیر اور رسول ﷺ کا خلق قرار دیتے ہیں وہ ہے کہ "اقیموا الصلوٰۃ " کا مطلب واضح کردیا کہ یوں کرنا ہے"اذا قمتم الی الصلوٰۃ

فاغسلوا'' وضو یوں کرنا ہے، زکوٰۃ ان مالوں میں سے دینی ہے، اتنی دینی ہے روزہ اس طرح رکھنا ہے یہاں سے لیکر وہاں تک، ان چیزوں سے ٹوٹ جائے گا، ان چیزوں سے نہیں ٹوٹے گا تو یہ رسول اللہ ﷺ کا قول، رسول اللہ ﷺ کا فعل اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی بات ہوئی ہو اور آپ نے انکار نہ کیا ہو جس کو تقریر نبوی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے یہ مجموعہ ہے جس کو حدیث شریف کہتے ہیں۔

سرور کائنات ﷺ کی حدیث قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ چاہے وہ قول کے درجہ میں ہے چاہے فعل کے درجہ میں ہے چاہے تقریر کے درجہ میں ہے اس سارے ذخیرہ کو حدیث کہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ آپ نے کیا کیا؟ اور کن کن باتوں کو آپ نے پسند کیا اور کس انداز میں کیا؟

یہ ساری کی ساری تفصیل قرآن کے حکم کو متعین کرتی ہے تو جو قرآن کریم کی تفسیر ان روایات کے ساتھ سمجھے گا اس معلم قرآن کی وساطت سے وہ مراد صحیح ہے اور جو براہ راست قرآن کریم سے استدلال کر کے سمجھے گا وہ صحیح نہیں ہے۔

شخصیات کا واسطہ ضروری ہے:

یہاں سے کڑی شروع ہوتی ہے ہمارے ہاں دین کو صحیح سمجھنے کی اب رسول اللہ ﷺ کی کلام جو آئے گی وہاں بھی یہی بحث ہوگی الفاظ نقل ہوں گے، الفاظ نقل ہونے کے بعد ان کی مراد وہ معتبر ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کے شاگرد بیان کریں گے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی تو اب میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ لے دے کے کتابی علم اپنی جگہ لیکن اشخاص اور شخصیت اپنی جگہ ہم دین کو ہمیشہ شخصیت کی وساطت سے لیتے ہیں صرف الفاظ کی وساطت سے نہیں لیتے خلاصہ ساری گفتگو کا یہ ہے کہ ہم دین صرف قرآن وحدیث کے الفاظ سے نہیں لیتے بلکہ ہم دین قرآن وحدیث کی حامل شخصیات کی وساطت سے لیتے ہیں

اور جو دین ان شخصیات کی وساطت سے آئے گا وہی صحیح تصویر ہے اس کی اور جو صرف لفظوں کو دیکھ کر اس کی مراد سمجھ کر اس پر عمل کریں گے اگر قرآن کریم کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے تو یہ بھی غلط اور اگر حدیث سے یہ معاملہ ہے تو یہ بھی غلط۔

ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کی عملی تفسیر حضور ﷺ نے کیا فرمائی اور حضور ﷺ کے اقوال وافعال کی عملی تفسیر صحابہ نے کیا پیش کی جو صحابہ نے ہمارے سامنے پیش کی ہے جس کو ہم سنت کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی صحیح مراد وہ ہے۔ بات تو ذہن میں کچھ منتشر سی آرہی ہے۔

سمجھانے کے لیے مثال:

لیکن کوشش کرتا ہوں اس کو مجتمع کر کے آپ کے سامنے رکھنے کی طلباء کو سمجھانے کے لیے کبھی میں ایک بات کہا کرتا ہوں کہ ایک دیہاتی طالب علم مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آ گیا جس نے نہ ٹماٹر دیکھا تھا اور نہ جاپانی پھل دیکھا تھا اور ایک استاد اس کو کہے کہ بیٹا! جاؤ اور بازار سے ٹماٹر لے کر آؤ وہ کہے گا استاجی! ٹماٹر کیا ہوتا ہے؟ تو استاد کہے گا گول گول اور لال ہوتا ہے کسی دوکان پر جانا وہاں رکھے ہوں گے گول گول اور لال لال وہ لے کے آ۔

یہ الفاظ ہیں جو اس کے کان میں گئے وہ ان الفاظ کو ساتھ لے کے بازار چلا جائے اور بازار جا کے دیکھتا ہے کہ یہ ٹوکرا بھی لال لال گول گول چیزوں کا بھرا ہوا ہے اور یہ بھی لال لال چیز کا بھر کے رکھا ہوا ہے۔ اب دکان دار اس کو مغالطہ دے سکتا ہے کہ وہ ٹماٹر کی جگہ اس کو جاپانی پھل دیدے اور جاپانی پھل خریدنے گیا ہو تو اس کی جگہ اس کو ٹماٹر دے دے، یہ فرق نہیں کر سکے گا کیونکہ لفظ دونوں پر صادق آتا ہے کہ گول بھی ہے اور لال بھی ہے اور ایک یہ ہے کہ میں اس بچہ کو بلاتا ہوں اور بلا کر کہتا ہوں کہ بازار سے جاپانی پھل لے کے آؤ، وہ کہتا ہے کہ استاجی وہ کیا ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ دیکھ یہ میرے پاس رکھا ہوا ہے یہ ہے جاپانی پھل اور یہ ہے ٹماٹر کہیں مغالطہ نہ کھا جانا دونوں کی شکل ایک جیسی ہے لیکن پہچان لے یہ ٹماٹر ہے یہ جاپانی پھل ہے۔

تو اگر اب وہ بازار جائے گا تو کوئی دوکاندار اس کو دھوکہ نہیں دے سکتا کہ ٹماٹر کی جگہ جاپانی پھل دے دے یا جاپانی پھل کی جگہ ٹماٹر دے دے اب وہ دھوکہ نہیں دے سکتا کیونکہ اس طالب علم نے عملی صورت دیکھ لی جب عملی صورت دیکھ لی تو فوراً پہچان جائے گا یہ جاپانی پھل ہے یہ ٹماٹر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صرف الفاظ کے چکر میں آپ کو نہیں ڈالا کہ الفاظ کی تعبیر کرنے میں انسان کچھ کا کچھ بنا کے رکھ دیتا ہے۔

شخصیات کی ضرورت قرآن کی روشنی میں:

لیکن پہلی سورت کے اندر آپ کو دین پر چلنے کی تلقین کی ہے تلقین کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ مجھ سے صراط مستقیم کی ہدایت مانگو، اب سوال ہوگا کہ ٹھیک ہے کہ ہم صراط مستقیم کی ہدایت مانگتے ہیں لیکن صراط مستقیم کو ہم پہچانیں گے کیسے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرو وہاں تمہیں صراط مستقیم سمجھ میں آجائے گا بلکہ کہا صراط مستقیم وہ ہے ''**صراط الذین انعمت علیھم**'' وہ لوگ جن پر تیرا انعام ہے جو'' **منعم علیھم**'' ہیں ان کا راستہ وہ ہے صراط مستقیم جو ہم مانگتے ہیں تو صراط مستقیم کی تعیین کے لیے اللہ تعالیٰ نے شخصیات کو پیش کیا ہے لفظی چکر نہیں دیے یہ کہے گا میرے پاس صراط مستقیم ہے وہ کہے گا میرے پاس صراط مستقیم ہے ہم کہیں گے بھائی ہمیں'' **منعم علیھم**'' کے راستہ کے اوپر چلتے ہوئے دکھا دو جہاں وہ چلتے ہوئے نظر آئیں گے ہم سمجھیں گے صراط مستقیم یہی ہے۔

کیونکہ اللہ نے نشانی یہی بتائی ہے کہ ان شخصیات کے ساتھ صراط مستقیم کو پہچانو ''**انعمت علیھم**'' یہ شخصیات ہیں جن کی دوسری جگہ مراد واضح کی ''**من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین**'' (نساء / ۶۹) چار طبقے بتائے، النبیین یہ خاص ہے، **الصدیقین** عام ہے ہر نبی صدیق ہوتا ہے لیکن ہر صدیق نبی نہیں ہوتا دونوں کے درمیان میں ہماری علمی اصطلاح کے مطابق عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے اس لیے

صدیق بول کے نبی مراد لے سکتے ہیں لیکن ہر صدیق نبی نہیں ہوتا صدیق کا لفظ نبی کو بھی شامل ہے اور اس کے اندر نبی کا غیر بھی شامل ہے۔

شہداء ہیں ان کو ہم صدیق نہیں کہتے ان کو ہم نبی نہیں کہتے وہ شہداء ہیں ان کا ڈھیر لگا ہوا ہے جنہوں نے اپنی جان دے کے بھی حق کی شہادت دی ،صدیق نبی سے عام ہے اور شہداء صدیق اور نبی دونوں سے عام ہے اور چوتھے درجہ پر آ گئے صالحین یہ سب سے زیادہ عام ہے صالح کا لفظ نبی پر بھی بولا جاتا ہے اور صالح کا لفظ صدیق پر بھی بولا جاتا ہے ،صالح کا لفظ شہید پر بھی بولا جاتا ہے اور صالح کا لفظ ان کے علاوہ اوروں پر بھی بولا جاسکتا ہے صالحین کا معنیٰ اچھے لوگ جن کو ہم اللہ کے پسندیدہ اور اللہ کے ولی کہتے ہیں صالحین کا لفظ سب کو شامل ہے اس لیے اگر ہم اس بات کو مختصر کرنا چاہیں تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں صراط مستقیم صراط الانبیاء صراط الصدیقین صراط الشہداء ،صراط الصالحین ہے چار عنوان بنالیں ورنہ اگر آپ کہیں کہ صراط مستقیم صراط الصالحین ہے تو اس عام کو جس وقت ہم لے لیں گے تو خواص خود اس کے اندر آ جاتے ہیں اس لیے آپ سے اگر کوئی پوچھے کہ ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے صراط مستقیم پر چلنے کا تو صراط مستقیم کیا چیز ہے؟

تو کہو صراط الصالحین اولیاء الصالحین ،اولیاء اللہ کا راستہ ،نیک لوگوں کا راستہ جسکی نشانی آگے بتادی کہ وہ علم والے بھی ہیں تو صالحین شخصیات ہیں اور شخصیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تعیین کردی کہ صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہو تو صالحین کے راستہ پر چلو اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہٖ ماتولی''(نساء / ۱۱۵) جو مؤمنین کا راستہ چھوڑ کے غیر مؤمنین کا راستہ اختیار کرے گا تو وہاں بھی شخصیات کو زیر بحث لائے ہیں۔

حدیث کی روشنی میں:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئے تھے اور

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا؟ پوچھا گیا کہ وہ کونسا فرقہ ہوگا؟

تو آپ ﷺ نے ان کی نشانی بتاتے ہوئے کہا "ما انا علیہ و اصحابی" کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلے وہ کامیاب ہے اور ہم جو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں تو یہ لقب بھی اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ پہلا لفظ ہے اہل سنت یہ ہے "ما انا علیہ" والجماعت اس سے مراد صحابہ کی جماعت ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کا طریقہ اصل کے اعتبار سے یہ طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو صاحب ہدایت قرار دے کے جنتی قرار دیا گیا ہے۔

ائمہ کے اختلاف کی حقیقت:

اب آپ ایک سوال کریں گے کہ آپ کہتے ہیں کہ شخصیات پر اعتبار ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ شخصیات میں تو بہت اختلاف ہے پھر کیا کریں گے، حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک شخصیت ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک شخصیت ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک شخصیت ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک شخصیت ہے، اسی طرح آگے چلتے ہوئے ہمارے اکابر میں بھی بہت ساری شخصیات ہیں تو ان کے اختلاف کی صورت میں کیا کریں گے؟

بہت موٹی سی بات ہے کہ اختلاف ایک حقیقت ہے تو جتنے انسان بھی ہیں ان میں حقیقت ایک ہی ہے اور ایک ہے عوارض کہ

......کسی کا رنگ کالا ہے۔

......کسی کا سفید ہے۔

......کسی کا قد چھوٹا ہے۔

......کسی کا قد لمبا ہے۔

......کسی کا ناک پتلا ہے۔

......کسی کا موٹا ہے۔

......کسی کی آنکھیں چھوٹی ہیں۔

......کسی کی بڑی ہیں۔

......کسی کی پیشانی کشادہ ہے۔

......کسی کی کیسی ہے۔

ٹانگوں اور ہاتھوں کی بناوٹ میں فرق ہے اس فرق کے ساتھ انسانیت میں فرق نہیں آتا یہ قدرت کی طرف سے فرق ہے ہر انسان کا ذہن علیحدہ ہے ہر انسان کی سوچ علیحدہ ہے لیکن اس قسم کے فرق انسانیت میں فرق نہیں ڈالتے اس لیے سارے کے سارے انسان ہیں اور سارے کے سارے ایسے ہیں جن کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسان ہونے کی صفت میں مشترک ہیں اور ان کے لیے انسان والے حقوق ہیں لیکن ان انسانوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں آدم کی اولاد میں سے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔

''کونو ا قردۃ خاسئین ''(بقرہ/۶۵/اعراف۱۶۶) دفع ہو جاؤ ذلیل بندر بن کر، شکل انسان والی ہے لیکن حقیقت میں بندر ہیں'' کونو اقردۃ خاسئین'' ذلیل قسم کے مردود قسم کے بندر بن جاؤ۔

اب انسان کو بنا دیا'' جعل منھم القردۃ و الخنازیر ''(مائدہ/۶۰) اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے تو جو آدم زادے بندر اور خنزیر بن گئے وہ انسانی طریقہ سے نکل گئے یہ قرآن کریم کی بات ہے بس یہی سمجھ لیجئے کہ جو شخصیات شخصیات سے متاثر ہو کے چلتی آئی ہیں وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی میں نرمی کسی میں سختی، کسی میں کچھ کسی میں کچھ۔

لیکن حقیقت سب کی ایک ہے کہ ضروریات دین پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے

فرائض کو مانتے ہیں تو چھوٹی موٹی چیزوں کے اندر اختلاف قابل برداشت ہے لیکن جو بندروں اور خنزیروں کی شکل اختیار کر جائیں وہ اختلاف قابل برداشت نہیں ہے اور یہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں وہ لوگ ہیں جو بظاہر انسانی شکل میں ہوں لیکن ان کے جذبات انسانی نہیں اور بسا اوقات شکل بھی مسخ ہو جاتی ہے یہ ہیں وہ لوگ جو دین سے نکل کر گمراہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ ان کی مثال ان بندروں اور خنزیروں جیسی ہے کہ جب انسان انسانیت سے نکل جائے تو پھر وہ بندر اور خنزیر بن جاتا ہے۔

اہل حق طبقے کی پہچان:

بہر حال میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ ہر انسان اس قابل نہیں ہوا کرتا کہ انسان اس کے پیچھے لگ جائے دیکھنا یہ ہے کہ تسلسل کے ساتھ سند متصل کے ساتھ علم و عمل کے اعتبار سے قوم کا کونسا طبقہ ایسا ہے۔

...... جو فقہ سے جڑا۔

...... حدیث سے جڑا۔

...... قرآن سے جڑا۔

...... اللہ سے جڑا۔

...... اللہ کے رسول سے جڑا ہوا ہے۔

جو سند متصل کے ساتھ علم و عمل چلا آ رہا ہو وہ ہے قابل اعتماد، دوسرا کوئی قابل اعتماد نہیں اس لیے ذخیرہ حدیث ہمارے لیے سب سے زیادہ قیمتی ہے کہ قرآن کی تفسیر اور تفہیم اور اس کی عملی صورت اگر سمجھ میں آتی ہے تو حدیث کی صورت میں سمجھ آتی ہے اس کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی، یہ ہے عظمت اس فن کی جس فن کا آج آپ کے سامنے مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور ہمارے مدارس میں اول سے لے کر آخر تک اسی نہج کے ساتھ شخصیات سے جڑتے ہوئے ہم اپنے استادوں سے جڑے ہوئے ہیں وہ اپنے استاذوں سے جڑا

ہوا ہے حتی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوئی بات بھی بے دلیل نقل نہیں کرتے وہ کہتے ہیں میرے استاد نے یہ کہا ہے، اس کے استاد نے یہ کہا ہے اس کے استاد نے یہ کہا ہے، سند متصل کا یہی معنیٰ ہوا کرتا ہے توجہ کریں آج کے سبق پر کہ قسطاس ایک لفظ ہے اس کا معنی ہے عدل اگر یوں کہہ دیتے تو بھی کافی تھا۔

بخاری میں صحابہ وتابعین کے اقوال:

لیکن فرمایا ''قال مجاهد القسطاس العدل'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قسطاس کا معنیٰ عدل ہے گویا کہ یہاں بھی اوپر والے کا نام لے کر اس کی طرف نسبت کر کے مراد کو واضح کیا ہے ساری کتاب کے اندر آپ حضرات نے پڑھا ہوگا کہ جہاں بھی کسی فقہی مسئلہ کے اوپر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب رکھتے ہیں تو وہاں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے اقوال صحابہ بھی لیتے ہیں اور اقوال تابعین بھی لیتے ہیں کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ یوں کہتے ہیں، سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ یوں کہتے ہیں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے شاید ہی کوئی فقہی عنوان ایسا آیا ہو کہ جس کو ثابت کرنے کے لیے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین یا صحابہ کے اقوال سے استدلال نہ کیا ہو اس لیے میں ببانگ دہل کہا کرتا ہوں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا تو صرف ایک ہی اصول ہے یا کتاب اللہ یا حدیث رسول یہ لوگ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر قطعاً نہیں ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر وہ ہیں جو صحابہ کے اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں اور تابعین کے اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں اگر صحابہ کے اقوال سے استدلال کرنا غلط ہوتا یا تابعین کے اقوال سے استدلال کرنا غلط ہوتا تو کم از کم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس طریقہ کو نہ اپناتے اس لیے ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ وہی ہے جو ہمارے سامنے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا ہے۔

ہائے افسوس! حاسدین ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر:

ایک بات عرض کرتا ہوں ایک صحیح حدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار کم از کم پانچ بار تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ حدیث کتاب میں موجود ہے صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے وہ ہے کہ سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے چوٹ لگ گئی تھی، بالا خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے صحابہ کرام بیمار پرسی کے لیے گئے نماز کا وقت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کی بجائے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ پیچھے کھڑے ہو گئے نماز پڑھنے کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ جب امام بیٹھ کے پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھا کرو۔

یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں صحیح سند کے ساتھ بار بار نقل کی ہے لیکن عمل اس پر نہیں کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ میرے استاد حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ پرانا واقعہ ہے اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے اور آپ نے بیٹھ کے نماز پڑھائی تھی اور صحابہ نے کھڑے ہو کے پڑھی اس لیے ہم آخری عمل کو اختیار کریں گے پہلے عمل کو اختیار نہیں کریں گے میرا استاد کہتا ہے کہ اس حدیث پر عمل نہیں کرنا۔ (بخاری/ج/۱/۹۶/ج۲/۸۴۵)

اب استاد حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر تو صحیح حدیث جو پانچ سندوں کے ساتھ نقل کیے بیٹھے ہیں وہ چھوڑ دیں اور اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ یہ روایت اپنی جگہ صحیح ہے لیکن اس کے اوپر عمل نہیں کرنا، کیوں نہیں کرنا؟ کیونکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ تو شرک ہے اللہ اور اللہ کے رسول کا انکار آ گیا انہوں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام بنالیا یہ اللہ اور اللہ کے رسول کو نہیں مانتے جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی کہتے ہیں کہ میرے استاد حمیدی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر عمل نہیں کرنا۔

اب اگر حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح حدیث کو چھوڑ سکتے ہیں تو اگر کوئی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر چھوڑ دے تو کیا فرق ہے؟ حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلی صدی کا آدمی ہے اسی (۸۰) ہجری میں پیدا ہوئے ڈیڑھ سو میں وفات پائی اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ایک سو چھیانوے میں ہے اور وفات دو سو چھپن میں ہے سو سال کا فرق پڑتا ہے، پیچھے آئے ہیں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اور اس کے جو استاد ہوں گے وہ بھی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کے ہیں تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد والے یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استاد پر بنیاد رکھ کے صحیح روایت کو چھوڑ دیں کہ "قال الحمیدی" حمیدی نے کہا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

کیونکہ یہ منسوخ ہے اور دوسرا واقعہ ناسخ ہے جس سے معلوم ہو گیا اساتذہ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرنا بہتر ہے اگرچہ بظاہر وہ حدیث صحیح کے بھی خلاف ہوتا ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہی ہے یہ باتیں ہیں جن کو اگر غور کے ساتھ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل سنت والجماعت جو ائمہ اربعہ ہیں ان کا طرز عمل اتنا قرآن وحدیث کے موافق ہے کہ اس سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتا، جو براہ راست قرآن سے تعلق رکھیں تو ان کا طریقہ غلط، اور جو یہ کہیں کہ براہ راست حدیث سمجھی جائے گی بعد والے اساتذہ کا بعد والی سند کا کوئی اعتبار نہیں ان کا طریقہ بھی غلط ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اساتذہ کی وساطت سے حاصل کرو اور پھر اساتذہ بھی وہ جو ہر وقت کے چنے چنائے جن کی زبانیں صاف جن کے دل صاف، وقت کے اہل علم عمل کے علمبردار ان کی بات جو ہوگی وہی صاف ستھری اور صحیح ہوگی، اور ہمارے لیے وہی ہدایت کا باعث ہے یہ اصولی زندگی اگر آپ حضرات کی سمجھ میں آجائے تو آج فتنوں کے دور میں اس سے بڑھ کر نجات کا راستہ اور کوئی نہیں۔

کیونکہ آج ہر انسان اپنی ایک رائے رکھتا ہے اور جسکو دیکھو وہ اپنی رائے پر خوش

ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر آخر میں جا کے قیامت کے قریب جو فتنوں کی نشاندہی کی ہے ان میں سے ایک بہت بڑا فتنہ اس کو قرار دیا ہے کہ ہر رائے والا آدمی اپنی رائے پر خوش ہوگا یہ فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ ہے اس لیے نجات کا راستہ ہے اپنے اکابر پر اعتماد اور ان کی تحقیق پر اعتماد اور تسلسل کے ساتھ، سند متصل کے ساتھ جو علم وعمل چلا آرہا ہے اسی پر اعتماد یہ ہے نجات کا راستہ اور اسی کو ہم لفظ تقلید کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اصل میں فتنوں سے بچنے کا طریقہ یہی ہے۔

آخری حدیث کا درس:

بہرحال یہ اصولی سی گفتگو کر دی آپ حضرات کو حدیث شریف کا مقام سمجھانے کیلئے کہ ہمارے مدارس میں اتنے اہتمام کے ساتھ جو حدیث کو پڑھایا جاتا ہے اس کی اہمیت یہی ہے کہ قرآن کریم کی مراد بھی ہم اسی سے سمجھتے ہیں جو اس کے بغیر نہیں سمجھی جاسکتی باقی رہی اس حدیث کے متعلق بات کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو شروع کیا تھا وحی سے کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان علمی رابطہ وحی سے ہوتا ہے اللہ کی مرضیات ونامرضیات کو جاننے کا طریقہ صرف وحی ہے اور اس کے بعد پھر اخلاص کی تعلیم دی ''انما الاعمال بالنیات'' اور پھر آگے ایمان کا تذکرہ کیا گویا کہ ایمان سے بھی پہلے اخلاص کا ذکر کیا کیونکہ ایمان اگر اخلاص کے ساتھ نہ ہو تو ایمان بھی قابل اعتماد نہیں قرآن کریم میں آتا ہے کہ منافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے تھے اور کہتے تھے کہ ''نشهد انك لرسول الله'' ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔

لیکن اللہ کہتا ہے بات تو ٹھیک ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے لیکن یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں ان کے محمد رسول اللہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں اب آپ کہیں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو آپ سچ بول رہے ہیں اور منافق کہتا ہے'' نشهد انك لرسول الله '' تو اللہ کہتا ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے بات وہی ہے فرق یہاں سے پڑ گیا کہ

اس کے دل میں کچھ اور ہے زبان پر کچھ اور ہے اور جو آپ کی زبان پر ہے وہی آپ کے دل میں ہے اس کو اخلاص کہتے ہیں اس لیے ایمان سے بھی پہلے اس کو ذکر کر دیا پھر علم کا تذکرہ کیا بعد میں عملی زندگی کا تذکرہ کیا۔

جہاد کی ضرورت واہمیت:

کتاب الطہارت سے لے کر سارے احکام زندگی کے معاملات، بیع وشراء، نکاح، طلاق، وراثت نقل کرتے کرتے جس وقت اعمال کا پورا مجموعہ سامنے آ گیا تو پھر عملی زندگی میں انسان کو جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں ان کے اٹھانے کے لیے جہاد کا تذکرہ کیا۔

پہلے جہاد کے اصول بیان فرمائے ہیں اور پھر عملاً حضور ﷺ کا کردار جہاد کے بارے میں واضح کیا ہے کہ آپ نے جہاد کیسے کیا؟ اور جہاد ہوا تو راستہ کھلا جس وقت تک جہاد کا عمل نہیں آیا تھا اس وقت تک رکاوٹیں ہی رکاوٹیں تھیں دین کا کام آگے چل نہیں سکا لائن کلیر ہوئی ہے تو ڈنڈے کے ساتھ ہوئی ہے جب جہاد کا مسئلہ سامنے آیا تو معاملہ ٹھیک ہوا پہلے یہ لوگ کہتے تھے۔

......تو کذاب ہے۔

......یہی کہتے تھے تو مفتری ہے۔

......تو جھوٹا ہے۔

......تو باتیں بناتا ہے۔

......کوئی کہتا تھا تو ساحر ہے۔

......کوئی کہتا تھا جادوگر ہے۔

......کوئی کہتا تھا کاہن ہے۔

......کوئی کہتا تھا شاعر ہے۔

سب سے بدتر قسم کا قول کافر ومنافق جو رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ

......مجنون ہے۔

......پاگل ہے۔

......تو ان کو نبی پاگل نظر آتا تھا۔

......جادوگر نظر آتا تھا۔

......ان کو شاعر نظر آتا تھا۔

......ان کو کاہن نظر آتا تھا۔

......اس کو کذاب سمجھتے تھے۔

......مفتری سمجھتے تھے۔

اور تیرہ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی لیکن ان کو بات سمجھ نہ آئی اور مدینہ میں جانے کے بعد جب ڈنڈا اٹھایا تو سب کا دماغ ٹھیک ہو گیا پھر وہی ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات دلیل کافی نہیں ہوتی اگر دلیل کے ساتھ بات منوائی جا سکتی تو کم از کم انبیاء کے زمانہ میں کفر نہ رہتا کیونکہ نبی سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں دے سکتا اور نبی سے بڑھ کر کسی میں اخلاص نہیں ہوتا اور نبی سے بڑھ کر کسی میں ہمدردی اور خیر خواہی نہیں ہوتی، نبی سے بڑھ کر کوئی محنت نہیں کر سکتا سارے کام ایک طرف لیکن جس وقت وہ پھر ڈنڈا اٹھاتے ہیں تو اس ڈنڈے کے ساتھ دماغ پھر بڑی جلدی صحیح ہوتا ہے اس لیے پھر اللہ نے جہاد کا دروازہ بھی کھولا اور ہمیشہ دنیا کے اندر اسلام کا غلبہ جب ہوگا جہاد کے ساتھ ہی ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ذروۃ سنامہ الجھاد) جیسے اونٹ کی شان و شوکت اونٹ کی کوہان سے نمایاں ہوتی ہے اسی طرح اسلام کی شان و شوکت جہاد سے نمایاں ہوتی ہے، پہلے یہ اصول ذکر فرمائے اور پھر عملاً جہاد کے ساتھ یہ سارا مسئلہ سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کیے، کتنے سریے کیے اور کیسے کیسے آپ لڑے اور کیا کیا حالات ہوئے یہ سارے کے سارے واقعات حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی کتاب کے اندر جمع کیے ہیں تو جہاد کی اہمیت بھی واضح کردی تو یہ سارا دین ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا، لگتی لگتی بات درمیان میں کردوں۔

دینی طبقے سارے اپنی جگہ صحیح ہیں:

بسا اوقات مجلسوں میں سننے میں آتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے جہاد کی مخالفت کرتے ہیں اور تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ مجاہد تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں کوئی کہتا ہے تبلیغی جماعت والے مدرسوں کی مخالفت کرتے ہیں کوئی کہتا ہے مدرسوں والے تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں یہ سب جھوٹ ہے ان میں سے کوئی بات بھی ٹھیک نہیں ہے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی اپنی ناواقفیت اور اس کی اپنی جہالت ہے ورنہ تین فقرے یاد رکھیں انشاء اللہ سب سوالوں کا جواب ہے۔

دین کا بچاؤ مدارس سے ہے، کیونکہ دین نام ہے قرآن وحدیث اور فقہ کا اور ان چیزوں کی حفاظت مدرسوں میں ہوتی ہے۔

.....حافظ مدرسوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

.....محدث مدرسوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

.....مفسر مدرسوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

.....مفتی مدرسوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

جب تک یہ مدرسے آباد رہیں گے، فقہ، حدیث اور قرآن سب کچھ محفوظ ہے دین کی بقاء مدارس کے ساتھ ہے، اور دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے، تبلیغ کا کام یہ ہے کہ مسئلہ پوچھیں مدرسہ سے اور پھیلائیں دنیا میں اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری یہ جماعت جو تبلیغی جماعت کہلاتی ہے اس کی برکت کے ساتھ مدرسوں میں جو دین محفوظ تھا وہ دنیا کے آخری کناروں تک پہنچ گیا شاید دنیا کا کوئی حصہ خالی نہیں جہاں ہمارے یہ دین کے پرا دنے نہ پہنچے ہوں اور وہاں اللہ کا کلمہ نہ پہنچایا ہو تو دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور باقی رہ گئے مجاہد یہ ہوتے ہیں رکاوٹیں دور کرنے کے لیے اور یہ ہوتے ہیں پہرے دار اور چوکیدار یہ چوروں اور ڈاکوؤں پر نظر رکھیں کہ کوئی اس دین کو نقصان نہ پہنچائے اور اگر کوئی نقصان پہنچانے کے لیے آئے تو اس کا سر کاٹنے کے لیے یہ تیار رہیں ان کا کام یہ ہوتا ہے تو تینوں اپنی جگہ بہت اہم ہیں۔

یاد کرلو اس بات کو کہ دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ، دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ اور مجاہدین کا کام ہے ان کی نگرانی کرنا اور رکاوٹیں دور کرنا تو تینوں اپنی جگہ کام کرتے ہیں تو اللہ کا شکر ہے کہ یہ دین ہم تک پہنچا ہوا ہے اور آگے پہنچتا رہے گا اور قیامت تک یہ معاملہ چلتا رہے گا اگر کسی شخص کے دماغ میں یہ بات ہے کہ کسی سلسلہ کو کسی طرح بھی مٹایا جاسکتا ہے تو میرا خیال ہے کہ اس کو اپنے دماغ کا علاج کروانا چاہیئے تو یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب ہے اور آخر آخر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پھر کتاب التوحید کو رکھا تا کہ خاتمہ توحید پر ہو جیسے ایک کاشتکار محنت کرتا ہے لیکن اس محنت کا ثمرہ وزن سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

......کتنے من گندم ہوئی؟

......کتنے من کپاس ہوئی؟

......کتنے من گڑ ہوا؟

......کتنے من شکر ہوئی؟

یہ نتیجہ وزن کے ساتھ نکلے گا باقی یہ بحث کہ وزن کیا سب کے اعمال کا ہوگا یا کسی کا ہوگا کسی کا نہیں ہوگا یہ لمبی بحثیں ہیں یہاں ذکر کرنے کا وقت نہیں ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے (اللھم اجعلنا منھم) بلکہ اس کے ساتھ یہ ہے کہ ایک ایک ہزار کی برکت سے پھر ستر ستر ہزار اور جائیں گے اس طرح امت کا بہت سارا حصہ بغیر حساب وکتاب کے چلا جائے گا اس کی تفصیل کہ وہ کیسے لوگ ہوں گے جو بلا حساب جائیں گے

کتابوں میں مذکور ہے۔

لیکن ایک ہلکی پھلکی سی بات آپ کو بتاتا ہوں جس پر آپ اگر غور کریں گے تو آپ بھی اگر چاہیں اللہ کی توفیق کے ساتھ تو آپ بھی یہ مقام اور درجہ حاصل کر سکتے ہیں، مشکوٰۃ شریف میں قیامت کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب سارے کافر ایک طرف ہو جائیں گے جو جہنم میں جائیں گے اور باقیوں کا جو حساب وکتاب شروع ہوگا۔

تو اللہ اعلان کریں گے

این الذین کانت تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع (مشکوٰۃ ج۲ص ۴۸۷)

کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے تھے یعنی جب لوگ بستروں پر مست ہو کے سوئے ہوئے ہوں اور وہ لوگ جاگتے تھے، اٹھ کے کھڑے ہو جاتے تھے بستر چھوڑ دیتے تھے اس سے مراد ہیں تہجد گزار جبکہ لوگ میٹھی میٹھی نیند میں سوئے ہوئے ہوں اور وہ بستر چھوڑ کے اٹھ کھڑے ہوں اور پھر اللہ سے خوف رکھتے ہوئے اور اللہ سے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس کو پکاریں اور جو ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہوں ایسے لوگ کہاں ہیں؟

یہ اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اٹھ کے کھڑے ہو جائیں گے "وھم قلیل" اور ہوں گے تھوڑے سے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم تو چلو بغیر حساب کے باقیوں کا حساب پھر بعد میں لے لیں گے تو گویا کہ تہجد کی پابندی اور اللہ سے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کے سامنے رونا، چلانا اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل بھی ایسے ہیں جو انسان کو بلا حساب جنت میں لے جائیں گے۔

اسمیں اگر کوشش کریں کہ اللہ مجھے بھی توفیق دے اور آپ کو بھی توفیق دے تو یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے اس روایت کی رو سے اگر اس کی پابندی کر لی جائے تو یہ بڑی آسانی ہے

اختتام:

بہر حال وزن اعمال کن کا ہوگا کن کا نہیں ہوگا وہ اپنی جگہ تفصیل موجود ہے اور آگے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث نقل کی ہے کہ دو کلمے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں، زبان کے اوپر بہت ہلکے پھلکے ہیں، اور جب میزان میں رکھے جائیں گے تو بہت بوجھل ہوں گے یہ الفاظ دلیل بنتے ہیں اس ترجمۃ الباب کی کہ اعمال کا وزن کیا جائے گا اعمال اور اقوال دونوں کا کیا جائے گا جیسے عنوان ہے جو دلیل اقوال کے وزن کرنے کی ہے وہی افعال کے وزن کرنے کی ہے اور جو افعال کے وزن کرنے کی ہے وہی اقوال کے وزن کرنے کی ہے لعدم القائل بالفصل فقہ کے اندر یہ اصول طلباء پڑھتے رہتے ہیں اور وہ کلمات یہ ہیں۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم یہ اللہ کے ذکر کے اوپر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ختم کیا ہے۔

اس میں کچھ اور مباحث بھی آگے چلائی جاسکتی ہیں لیکن وقت بھی زیادہ ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم بھی اللہ کی تسبیح اور تحمید پر ختم کرتے ہیں۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لااله الاانت استغفرك واتوب اليك سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلم على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

علم حدیث کی اہمیت

بمقام: جامعہ بانیہ ٹوبہ

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

موسم کے آثار کچھ اچھے نہیں لگ رہے ایسا نہ ہو کہ بارش شروع ہو جائے اور معاملہ گڑبڑ ہو جائے اس لیے لمبی گفتگو کی بجائے پہلے کتاب کے متعلق ہی مختصری گفتگو کرتا ہوں تاکہ سبق پورا ہو جائے۔ جلسہ کا عنوان ہے ''ختم صحیح البخاری'' لیکن عوام الناس کی اطلاع کے لیے یہ عرض ہے کہ اس کا یہ معنٰی نہیں ہے کہ سال کے دوران میں صرف صحیح بخاری ہی پڑھائی گئی اور آج اس کے ختم کے اوپر ہم یہ جلسہ کر رہے ہیں۔

بلکہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ احناف کے مدارس میں ذخیرہ حدیث کے اوپر عبور ہوتا ہے اور جتنا حدیث شریف کا درس پڑھنا پڑھانا احناف کے مدارس میں ہے آپ کو کسی اور مسلک میں یہ بات نظر نہیں آئے گی۔

......اس سال میں صحیح مسلم بھی ختم ہوئی۔

......اس سال میں جامع ترمذی بھی ختم ہوئی۔

......اس سال میں سنن ابی داؤد بھی ختم ہوئی۔

......اس سال میں سنن نسائی بھی ختم ہوئی۔

......اسی طرح سنن ابن ماجہ، مؤطین، طحاوی۔

دورہ حدیث کی حقیقت:

یہ حدیث شریف کی جتنی بڑی بڑی کتابیں ہیں وہ ساری طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں بلکہ عوام کی معلومات کے لیے عرض کروں کہ عام طور پر آپ لفظ سنتے ہیں ''دورہ حدیث شریف'' یہ سال ہے دورہ حدیث شریف کا اور عام آدمی اس کا مطلب نہیں سمجھتا کہ دورہ حدیث شریف کا کیا مطلب ہے؟

اجنبی سا لفظ معلوم ہوتا ہے تو بات اصل میں یوں ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اس متحدہ ہندوستان میں درس حدیث کی اشاعت کی اور حدیث کو عام کیا آپ

سے پہلے حدیث بھی موجود تھی قرآن بھی موجود تھا کیونکہ مسلمان جہاں بھی گیا ہے وہ قرآن بھی ساتھ لے کر گیا ہے، حدیث بھی ساتھ لے کر گیا ہے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سو سال پہلے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دھلوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے مشکوٰۃ کی دو شرحیں لکھی ہیں ① لمعات عربی میں ② اور اشعۃ اللمعات فارسی میں لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکوٰۃ اور صحیح بخاری اس وقت بھی مروج تھیں۔

لیکن عام اشاعت نہیں تھی، عام اشاعت شروع ہوئی ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مدینہ منورہ سے پڑھ کے آئے تھے تو مدینہ منورہ سے پڑھ کے آنے کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے درس شروع کیا دہلی جامعہ رحیمیہ میں جو ان کے نام پر مدرسہ تھا تو ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک سال میں طلباء کو مشکوٰۃ شریف پڑھاتے تھے اور پڑھانے کا انداز یہ تھا کہ عبارت پڑھتے، ترجمہ کرتے مطلب سمجھاتے اور اگلے دن پھر اسی پڑھے ہوئے سبق کی شرح طیبی پڑھ کر سنایا کرتے تھے پہلے یہ نایاب تھی۔

اب یہ پاکستان میں چھپ گئی ہے اور عام ملتی ہے اور اس طرح مشکوٰۃ ختم کرواتے تھے اور حدیث کا مطلب مفہوم مشکوٰۃ میں واضح فرماتے اور اگلا سال جو ہوتا اسی جماعت کا تو اس میں صحاح ستہ اور حدیث کی کتابیں جن کا میں نے نام لیا ان کی تلاوت کرواتے تھے تاکہ ایک ایک روایت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سند متصل کے ساتھ طالب علم کو حاصل ہو جائے ہر روایت کی سند بیان کرتے کیونکہ مشکوٰۃ میں سند نہیں بیان کی جاتی تو یہاں ہر روایت سند کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل ہو جائے اس لیے وہ صحاح ستہ اور حدیث کی ان کتابوں کی تلاوت کرواتے تھے کہیں کسی لفظ کا معنیٰ بتانا پڑ گیا تو بتا دیتے ورنہ اکثر تلاوت ہوتی تھی اور مقصد یہ تھا کہ سند متصل ہو جائے اس لیے ابتداء میں طلباء کو یہ بات سمجھانے کی ہوتی ہے اکثر و بیشتر طالب علموں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ سال کے آخر میں

جب کتابوں کی تلاوت شروع ہوتی ہے تو طالب علم سمجھتے ہیں کہ اب درسگاہ میں جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ صرف عبارت پڑھی جاتی ہے۔

حالانکہ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصل مقصد ہی عبارت پڑھنا ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سند متصل ہو جائے اور استاد کی تقریر وہ تو استاد کی گفتگو ہے حدیث تو وہ ہے جو ہم عبارت پڑھتے ہیں تو چونکہ پورے ذخیرہ حدیث پر طالب علموں کو عبور کرواتے تھے تو اس کے لیے انہوں نے لفظ استعمال فرمایا'' دورہ حدیث'' اور دورہ یہ عربی کا لفظ ہے اور دار یدور سے ہے، اس کا معنیٰ ہے گھومنا، چلنا پھرنا چکر کاٹنا، اور آپ بھی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ فلاں افسر دورہ پر آیا ہوا ہے، فلاں افسر دورہ پر چلا گیا، فلاں شخص نے دورہ کیا ہے تو چکر کاٹنا، گھومنا پھرنا یہ دورہ کا معنیٰ ہوتا ہے گویا کہ پورے ذخیرہ حدیث میں طلباء کا چکر لگوادیتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پوری کتابوں کے اندر گھما پھرا دیتے تھے تاکہ طالب علم کو کتابوں سے واقفیت بھی ہو جائے اور مناسبت بھی ہو جائے تو یہ جو ذخیرہ حدیث میں گھمانا پھرانا تھا اس کے لیے دورہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو ہمارے دورہ والے سال میں یہی ہوتا ہے کہ طلباء کو پورے ذخیرہ حدیث میں چکر لگوادیا جاتا ہے یہ گھوم پھر لیتے ہیں اور اچھی طرح سے حدیث سے مناسبت بھی ہو جاتی ہے اور سند متصل کے ساتھ طالب علم کو یہ ذخیرہ حدیث حاصل ہو جاتا ہے۔

اب اسی سے آگے لفظ چلا دورہ صرف، دورہ نحو، دورہ میراث اب شعبان شروع ہوگا تو مختلف دورے شروع ہو جائیں گے تو اس کا بھی یہی معنیٰ ہوتا ہے دورہ صرف کا کہ تھوڑے سے وقت میں فن صرف میں طالب علموں کو گھما دیا، تھوڑے وقت میں نحو کے اندر چکر لگوادیا اور ایک کتاب پر عبور ہو گیا یہ دورہ نحو ہو گیا، تھوڑے دنوں میں میراث کے مسائل

بیان کر دیے جو سال کے دوران پڑھے تھے ان کو دہرا دیا یہ دورہ میراث ہو گیا تو یہ دورہ کا لفظ جو استعمال ہوتا ہے اس کا اصل مفہوم یہ ہے۔

گویا کہ یہ طلباء جو اس وقت ہمارے سامنے بیٹھے ہیں انہوں نے کتب حدیث کے اندر پوری طرح سے گھوم پھر لیا، چکر لگا لیا اور ان کو خوب اچھی طرح سے دیکھ لیا پورے ذخیرہ حدیث کے ساتھ مناسبت ہونے کے ساتھ اب ان کو فارغ کیا جا رہا ہے کہ حدیث کے ساتھ ان کی مناسبت مکمل ہو گئی یہ ہے اس دورہ حدیث کا معنیٰ ورنہ عام طور پر عام آدمی اس کو سن کر اس کا معنیٰ نہیں سمجھتا کہ دورہ حدیث کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ یہ ہے اس کا مفہوم۔

اہمیت حدیث:

اور اس امت کے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اتاری، وحی کے ذریعہ سے دین مخلوق کی ہدایت کے لیے اتارا پھر اپنی ذمہ داری کے ساتھ ہی اس کی حفاظت فرمائی، قرآن کریم جو براہ راست اللہ کی کلام ہے وہ بھی محفوظ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات جن کو ہم حدیث کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ بھی محفوظ اور ایک ایک ادا محفوظ اور ایک ایک ادا محفوظ چلی آرہی ہے اور یہی سب سے بڑی دلیل ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی کہ آپ کی تعلیم بالکل تر و تازہ موجود جسکی بناء پر نئے نبی کی ضرورت ہی نہیں جو آکر کسی کمی کو پورا کرے گا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہر دور میں تر و تازہ پوری ہدایت اور پورے علم کے ساتھ موجود ہے یہ بات ایسے ہی نہیں کہہ رہا بلکہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بہت جلیل القدر شاگرد ہیں تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت اپنی کتاب مرتب کی جس کو ہم جامع ترمذی کہتے ہیں بہت بڑی کتاب ہے اور اس میں بہت زیادہ روایات ہیں اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد اپنی کتاب کے متعلق کہتے ہیں کہ جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو "فکانما فی بیتہ نبی یتکلم" (تذکرۃ الحفاظ

ج/۲/ص/۱۵۴) ایسے سمجھو کہ اس گھر کے اندر بولتا چالتا نبی موجود ہے زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق روایات جمع کر دیں جب حضور ﷺ کی ساری کی ساری تعلیمات موجود ہیں تو یوں سمجھو کہ اللہ کا نبی موجود ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے متعلق یہ تأثر ظاہر کیا تو جب یہ سارے کا سارا علم باقی ہے ایک ایک روایت باقی ہے اس لیے ضرورت ہی نہیں کہ کوئی نیا نبی آئے اور آ کر دین کی تجدید کرے پہلے لوگ دین کو ضائع کرتے تھے تو اللہ نیا نبی بھیجتا تھا۔

لیکن سرور کائنات ﷺ کی تعلیم کا چونکہ ایک ایک لفظ باقی ہے لہذا کسی جدید نبی کی ضرورت نہیں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور یقیناً تشریف لائیں گے یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے، آسمان پر اٹھائے گئے یہ بھی ایمان کا حصہ ہے آخر وقت میں آسمان سے اتارے جائیں گے یہ بھی ایمان کا حصہ ہے لیکن وہ نبی بھی ہوں گے یہ نہیں کہ ان کو نبوت کے منصب سے معزول کر دیا جائے گا۔

لیکن سرور کائنات ﷺ کے دور میں آنے کے بعد شریعت آپ ﷺ کی نافذ کریں گے اپنی نہیں نافذ کریں گے اس لیے آخر تک شریعت یہی جائے گی، قیامت کی صبح تک اب دین یہی ہے تو اس کا محفوظ ہونا یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اہمیت مدارس:

تو جن لوگوں کو مدارس سے تعلق نہیں ہے وہ نہیں سمجھتے کہ اس دین کی حفاظت کے لیے ان لوگوں کو کتنی محنت کرنی پڑتی ہے اور کتنا اس میں مغز کھپانا پڑتا ہے وہ ہمیں پتہ ہے جنہوں نے اپنی زندگی ان مدارس میں گزار دی کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کتنی محنت مدارس میں ہوتی ہے اور سب سے بڑا احسان ان مدارس کا قوم کے اوپر یہی ہے کہ انہوں نے اس ایمان کے خزانہ کو امت کے لیے محفوظ رکھا ہوا ہے اور امت کا تعلق اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جوڑا ہوا ہے، کوئی اور احسان ہو یا نہ ہو یہ احسان سب سے بڑا ہے مدارس کا

اس امت کے اوپر آج ہم بتا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وضو کیسے کرتے تھے آج ہم بتا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کیسے پڑھتے تھے بلکہ کیا شمار کروں زندگی کا ہر شعبہ صاف ستھرا انہی مدارس کے ذریعہ سے آج امت کے ہاتھ میں ہے اور امت کے سامنے ہے اس ذخیرہ میں سے چونکہ بڑی کتاب جس کو برتری حاصل ہے یہ ہے ''صحیح بخاری'' جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی تو باقی کتابوں کے مقابلہ میں چونکہ اس کو برتری حاصل ہے۔

اس لیے اختتام اسباق پر اس کے نام سے اجتماع رکھ لیا جاتا ہے اور اس کے ضمن میں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں تو گویا کہ ضمناً ساری کتابیں آجاتی ہیں تو یہ ذخیرہ احادیث کے اختتام کی مجلس ہے صرف صحیح بخاری کے اختتام کی مجلس نہیں ہے۔

ختم بخاری باعث برکت یا بدعت؟

اب چونکہ یہ سب سے بڑی اور اشرف کتاب ہے جیسا کہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے'' اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' اس لیے عنوان اس کا رکھ لیا جاتا ہے ،قرآن کریم کا ختم ہوتا ہے تو سورۃ والناس مجلس کے اندر پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے ختم کی مجلس ہوگئی تو ختم قرآن پر دعا سارا سال جاری رہتی ہے کہ ہر دس دن کے بعد، پندرہ دن کے بعد کوئی نہ کوئی لڑکا حفظ سے فارغ ہوتا ہے اس لیے ہم ختم قرآن پر اس طرح اہتمام سے جلسہ نہیں کرتے کیونکہ ختم قرآن کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے اور حدیث شریف کے ختم پر ہم یہ اہتمام کرتے ہیں کیونکہ پورے سال کی محنت کے بعد یہ دن آتا ہے یہی وجہ ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ ختم قرآن کے جلسے کیوں نہیں کرتے اور ختم بخاری کے جلسے کیوں کرتے ہو؟

تو اس کی وجہ آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں کہ وہ سارا سال جاری رہتے ہیں اور یہ نوبت سال کے بعد آتی ہے تو جیسے ختم قرآن ایک نیک عمل ہے اور توسل بالاعمال

الصالحہ کے تحت اس وقت ہم دعا کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں کہ یہ قبولیت کا سبب ہے اسی طرح حدیث شریف کا ختم یہ بھی اعمال صالحہ میں ایک بہت بڑا عمل ہے تو اس میں جمع ہو کر دعا کرنا یہ بھی توسل بالاعمال الصالحہ کے ضمن میں آجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔

اے اللہ! سارا سال تو نے توفیق دی اور ہمارے طلباء نے قال اللہ اور قال رسول اللہ صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے صبح تک کثرت کے ساتھ حدیث پڑھی اور اتنا کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا جاتا ہے حدیث کے ضمن میں یہ ایک عمل جاری رہا سارا سال تو اللہ اس کو قبول فرمائے اور اس قبول عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو بھی قبول فرمائے۔

اس لیے بعض لوگ جو شبہ کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کیا بدعت شروع کر دی ختم صحیح بخاری کی اس کا کیا ثبوت ہے تو میں ان سے یہ کہا کرتا ہوں کہ یہ توسل بالاعمال الصالحہ کا ایک جزء ہے اس کلیہ کا ایک جزئیہ ہے کہ ایک نیک عمل ختم ہوا اور اس نیک عمل کی برکت سے دعا کرنا توسل بالاعمال الصالحہ یعنی نیک عمل کو وسیلہ بنانا قبولیت دعا کا یہ اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے اندر متعدد جگہ اس بات کو ذکر کیا خاص طور پر حدیث غار بہت ہی واضح دلیل ہے توسل بالاعمال کی جو جگہ بجگہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے آپ حضرات کے سامنے اس کی تفصیل موجود ہے۔

بہر حال اس موقع پر دعا کرنا اکابر کا معمول چلا آرہا ہے اور اس مجلس کو باعث برکت اس لیے سمجھا جاتا ہے اور اس میں احباب کو اکٹھا کر لیا جاتا ہے تاکہ سب مل کر دعا کریں جس میں طلباء اور اہل مدارس کی حوصلہ افزائی بھی ہو جاتی ہے اور مدارس کی کارکردگی بھی عوام کے سامنے آجاتی ہے کہ مدرسہ میں

......کتنے حافظ تیار ہوئے۔

......کتنے علماء تیار ہوئے۔

......کتنے قاری تیار ہوئے۔

تو عوام جو کہ مدرسہ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ان کے سامنے یہ حقیقت آجاتی ہے کہ ہمارا خرچ کیا ہوا مال ضائع نہیں گیا بلکہ وہی مال اگر ہم کسی اور جگہ خرچ کرتے تو کیا نتیجہ آتا۔

لیکن اگر ہم نے مدرسہ میں خرچ کیا ہے تو اس کے نتیجہ میں

......حافظ تیار ہو گئے۔

......قاری تیار ہو گئے۔

......عالم تیار ہو گئے۔

تو جیسے اساتذہ کے لیے ان حافظوں کا تیار ہونا صدقہ جاریہ ہے بالکل بعینہٖ برابر ان لوگوں کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہے کہ جو اس کام کو جاری رکھنے کے لیے مالی تعاون کرتے ہیں یہ دونوں کے جوڑ کا نتیجہ ہے کہ حافظ تیار ہو گئے علماء تیار ہو گئے تو ان جلسوں سے یہ مقصود بھی ہوتا ہے تاکہ تعاون کرنے والوں کے سامنے مدرسہ کی کارکردگی آجائے اور وہ کارکردگی پر اطمینان کرلیں کہ ہمارا خرچ کیا ہوا مال ضائع نہیں گیا بلکہ اللہ کے فضل سے اس کے ساتھ یہ کارِ خیر جاری ہوا ہے۔

بخاری شریف پر اجمالی نظر:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی ابتداء کی ہے مسئلہ وحی سے پہلا پہلا باب ہے "باب کیف کان بدؤ الوحی" کسی اور محدث نے یہ انداز اختیار نہیں کیا جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور یہ ان کی فراست، ذہانت، اور تفقہ فی الدین کا شاہکار ہے، شروع کیا وحی سے کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان علمی رابطہ وحی سے ہی ہوتا ہے اللہ نے پیدا کیا انسان کو عبادت کے لیے اور عبادت کے معنیٰ ہے بندہ بن کے رہنا کہ وہ کام کرو جو اللہ کو پسند ہیں اور وہ کام نہ کرو جو اللہ کو پسند نہیں ہیں اب پسند کا پتہ کیسے

چلے کہ کونسا کام پسند ہے اور کونسا نہیں ہے تو اس کے لیے ذریعہ وحی ہے اس لیے دین حقیقت کے اعتبار سے وہی ہے جو وحی سے ثابت ہو جسکی نسبت وحی کی طرف نہیں ہوتی اور لوگوں نے اپنی عقل کے ساتھ تراش کے کوئی رسم بنالی یا کوئی شکل تیار کر لی اس کو دین نہیں کہتے۔

وہ بات رسوم قبیحہ کے اندر آ جاتی ہے۔

......کوئی رسم ہندوؤں سے آ گئی۔

......کوئی سکھوں سے آ گئی۔

......کوئی عیسائیوں سے آ گئی۔

......کوئی یہودیوں سے آ گئی۔

لیکن علم اصل کے اعتبار سے وہی ہے جس کی نسبت وحی کی طرف ہے تو باب کیف کان بدؤالوحی سے شروع کر کے پھر سب سے پہلے اخلاص کی تعلیم دی'' انما الاعمال بالنیات'' کیونکہ اخلاص کے بغیر اللہ کے ہاں کوئی عمل قبول ہی نہیں ہوتا حتیٰ کہ ایمان سے پہلے اس اخلاص کی تعلیم دی کہ ایمان بھی اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو قابل قبول ہے اور اگر ایمان بھی اخلاص کے ساتھ نہیں تو وہ بھی قابل قبول نہیں آخر یہ کلمہ جو ہم پڑھتے ہیں یہ کلمہ منافقین بھی تو پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ خود کہتے ہیں۔

''اذا جاء لك المنافقون قالو انشهد انك لرسول الله''

......اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔

''والله يعلم انك لرسولهٗ''

......اللہ کو پتہ ہے کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔

''والله يشهد ان المنافقين لكاذبون''

......یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔

آپ اپنی زبان سے کہیں محمد رسول اللہ آپ سچ بول رہے ہیں لیکن منافق یہ لفظ

بولتا ہے تو جھوٹا ہے تو ایمان کے لیے اخلاص ضروری پھر آگے احکام جاننے کی ترغیب دی پھر آگے احکام کا سلسلہ شروع ہوا پوری زندگی کے شعبوں کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایات جمع کیں جمع کرنے کے بعد پھر چونکہ عملی زندگی میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں کفر اسلام کو چلنے نہیں دیتا مشرک رکاوٹ ڈالتے ہیں تو ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے پھر ضرورت ہوتی ہے جہاد کی تو اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد کتاب الجہاد کا تذکرہ کیا۔

کیونکہ جہاد راستہ صاف کرتا ہے رکاوٹیں دور کرتا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں جتنی محنت کی ہے اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا اگر صرف دلیل کے ساتھ کفر نے مٹنا ہوتا، شرک نے مٹنا ہوتا تو کم از کم کسی نبی کے زمانہ میں کفر باقی نہ رہتا نہ نبی جیسی کوئی دلیل دے سکتا ہے، نہ نبی جیسی کوئی محنت کر سکتا ہے نہ نبی جیسا اخلاص کسی میں ہوتا ہے، نہ نبی جیسی ہمدردی اور خیر خواہی کسی میں ہوتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود دلائل یہ دلائل دیے جا رہے ہیں لیکن کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ ماننا تو کیا مقابلہ میں وہ کیا کہتے تھے قرآن کریم کہتا ہے کہ

- وہ مجنون کہتے تھے...... کہ یہ تو پاگل ہے اس کی باتوں کا اعتبار کوئی نہیں۔
- ساحر کہتے تھے...... کہ یہ جادوگر ہے۔
- شاعر کہتے تھے...... کہ تک بندیاں کرتا ہے۔
- کاہن کہتے تھے...... کہ یہ جنوں سے سیکھ کے آتا ہے۔
- مفتری کہتے تھے...... کہ یہ باتیں گھڑ گھڑ کے سناتا ہے۔
- کذاب کہتے تھے...... کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔

یہ سارے کے سارے لفظ مشرکین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بولتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاص اور محبت کے باوجود لیکن جب مدینہ منورہ میں جانے کے بعد اللہ کی طرف سے اجازت آئی اور ڈنڈا اٹھایا اور یہ سترچٹانیں جو درمیان میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں

ان کو اٹھا اٹھا کے جہنم میں پھینکا تو سب کے دماغ درست ہو گئے یہ ہے وہ جہاد جس کے ساتھ راستہ صاف ہوتا ہے اور جس کے ساتھ رکاوٹیں دور ہوتی ہیں۔

اہل حق کے سارے طبقے اپنی جگہ درست ہیں:

اس لیے میں عموماً عرض کیا کرتا ہوں اور بار بار دہراتا ہوں لوگوں کا ذہن صاف کرنے کے لیے کہ بسا اوقات لوگ تبصرے کرنے لگ جاتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جہاد کے خلاف ہے مجاہد تبلیغی جماعت کے خلاف ہیں۔

یہ بیوقوفوں والی باتیں ہیں، ان پڑھوں اور جاہلوں والی باتیں ہیں میں تین فقرے بولا کرتا ہوں یہ تین فقرے یاد رکھو

① دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے دین ہے قرآن، حدیث، اور فقہ کا نام اور اس کو محفوظ مدرسے رکھتے ہیں، یہیں سے مفتی تیار ہوتے ہیں یہی سے محدث تیار ہوتے ہیں، یہیں سے مفسر تیار ہوتے ہیں، تو جب تک مدارس میں یہ چیز باقی ہے دین باقی ہے تو دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے۔

② اور دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے، انہی مدرسوں میں جو دین محفوظ ہے ہماری تبلیغی جماعت نے انہی سے لے کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دنیا کے کناروں تک اس کو پہنچایا ہے جن کو مدارس نے محفوظ کیا اسی حدیث، فقہ، اور تفسیر کی بات کو تبلیغی بھائیوں نے دنیا کے کناروں تک پہنچایا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ آج دنیا کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے کہ جہاں ہماری یہ جماعت دین کی بات نہ کرتی پھرتی ہو اس لیے مدارس سے بچاؤ ہے اور تبلیغ سے پھیلاؤ ہے۔

③ اور مجاہدین ان کے پہریدار ہیں رکاوٹ دور کرنے کے لیے کہ جہاں کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو یہ ڈنڈا لے کر آجاتے ہیں تو جب تینوں کا کام ہوگا تو سارے کا سارا معاملہ چلتا رہے گا اس لیے ڈنڈا بردار نوجوانوں کی بھی ضرورت ہے اس کے بغیر کفر مرعوب

نہیں ہوتا اور مدرسہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر دین کا بچاؤ نہیں ہوتا آپ چالیس سال تبلیغ کرتے پھرتے رہیں لیکن کوئی حافظ تیار نہیں ہوگا، کوئی محدث تیار نہیں ہوگا، کوئی مفسر تیار نہیں ہوگا، کوئی مفتی تیار نہیں ہوگا، یہ مدرسوں میں بنتے ہیں تو دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے اور مجاہدین ہم سب کے محسن ہیں جو ہمارے راستہ کی رکاوٹوں کو درو کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لہذا ہر ایک اپنی جگہ اہم ہے اور اپنی اپنی جگہ اہم ہو کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور کوئی آپس میں مخالفت نہیں، کوئی آپس میں ٹکراؤ نہیں ان میں ٹکراؤ کا قول کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

بہر حال پہلے تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد میں علمی طور پر اس کے اصول اور اس کے طریقہ کار کو واضح کیا اور پھر کتاب المغازی میں اس کا پریکٹیکل کرایا کہ انہی اصولوں کے مطابق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے دکھایا ہے جس طرح ہر علم کے ساتھ عمل آتا ہے تو یہاں بھی اسی طرح اس علم کے ساتھ عمل ہے کہ مدینہ منورہ میں آپ نے کتنی جنگیں لڑیں، کتنے سفر کیے، کتنے سریے بھیجے، کہاں کہاں مقابلہ ہوا کتنے شہید ہوئے کتنے گرفتار کر کے لائے گئے، اور اس کے نتیجہ میں کتنے علاقے فتح ہوئے وہ گویا کہ عملی طریقہ ہے اس علم جہاد کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اصول بیان کیے اور بعد میں ان کے مطابق جہاد کر کے دکھایا قرآن وحدیث کا اکثر و بیشتر حصہ اسی جہاد کی ترغیب پر ہے اب اس کی تفصیل کی طرف جاؤں تو وقت زیادہ ہو جائے گا صرف اشارہ میں نے کر دیا ہے اہل علم ان باتوں کو دیکھتے رہتے ہیں جہاد کا نہ انکار کیا جا سکتا ہے نہ جہاد کے جذبہ کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

دین کا اکثر و بیشتر حصہ اسی پر ہی مشتمل ہے اور اس کے بعد پھر حالات ذکر کرتے کرتے آخر میں توحید کو ذکر کیا تاکہ خاتمہ توحید پر ہو توحید میں اللہ کی ذات وصفات کا تذکرہ کرتے کرتے آخری باب وزن اعمال کا رکھا کہ جب قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جائے گا تو نتیجہ ظاہر ہوگا کہ خیر غالب ہے یا شر غالب ہے۔

یہاں پھر مختلف قسم کی بحثیں ہیں کہ اعمال کا یا اقوال کا وزن کیسے ہوگا؟ یہ تو بظاہر فنا ہو جاتے ہیں معتزلہ اسی بناء پر اس کا انکار کرتے تھے لیکن یہ علمی بحثیں ہیں ان سب کو چھوڑتا ہوں آج جدید تحقیقات اور سائنس نے ثابت کر دیا کہ منہ سے نکلا ہوا لفظ ضائع نہیں جاتا بلکہ اس کا وجود ہے وہ اپنی عقل کے ساتھ تیار کیے ہوئے آلات کے ساتھ ان کو محفوظ کر لیتے ہیں تو اس کے بعد بھی اگر آپ اس مجلس کا نقشہ دیکھنا چاہیں گے تو آپ کو پورا نقشہ نظر آ جائے گا پوری باتیں نظر آئیں گی، پوری حرکتیں نظر آئیں گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز فنا نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ زمین کے اندر بھی محفوظ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء کے اندر بھی ریکارڈ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فضاء کے اندر بھی محفوظ رکھتے ہیں اور قیامت کے دن یہ ساری چیزیں کھل کے سامنے آ جائیں گی، اس کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے گویا کہ فکر آخرت پیدا کر دی کہ انسان اپنے عمل اور قول میں ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھے کہ اللہ ان سب کو موجود کرے گا اور اللہ کی میزان میں آئیں گی لہذا سوچ سمجھ کر بولنا چاہیئے اور سوچ سمجھ کے کام کرنا چاہیئے یہ فکر آخرت کی بات ہے۔

تہجد کی اہمیت:

پھر آگے یہ بات کہ کن کے اعمال کا وزن ہوگا کن کے اعمال کا وزن نہیں ہوگا؟ یہ بھی مستقل بحث ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں چلے جائیں گے خود بخاری میں روایتیں گذری ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ستر ہزار میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ پھر ایک ایک ہزار کے برکت سے ستر ستر ہزار آدمیوں کو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں لے جائے گا اتنا کرم ہوگا اس امت کے اوپر اور پھر وہ ہوں گے کون اس کی تفصیل ذرا لمبی ہے صرف ایک روایت ہے کہ کافر جہنم میں جائیں گے اور صرف مؤمن رہ جائیں گے کیونکہ

حساب وکتاب تو مؤمنوں کا ہونا ہے کافر تو کفر کی وجہ سے جہنم میں چلے جائیں گے تو جب یہ مؤمن حساب کے لیے جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا،

"این الذین کانت تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع (مشکوٰۃ ج/۲ص/۴۸۷)

کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہا کرتے تھے یعنی جب لوگ بستروں پر ڈھیر ہو کے سوئے ہوئے ہوتے تھے وہ اپنے پہلو بستروں سے علیحدہ رکھتے تھے یعنی رات کو اٹھ کے نماز پڑھتے تھے اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے وہ اللہ کو پکارتے تھے اور جو کچھ ہم نے دیا تھا اس میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے یہ اعلان ہوگا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اٹھ کے کھڑے ہو جائیں گے لیکن "وھم قلیل" وہ بہت تھوڑے سے ہوں گے یہ توفیق بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے ہم نے اپنی غفلت کے ساتھ اپنا طرز زندگی ایسا کر لیا کہ جو سونے کا وقت ہے ہم اسمیں جاگتے ہیں اور جو جاگنے کا وقت ہے ہم اس میں سوتے ہیں، بارہ، ایک بجے تک تو دعوتیں اڑاتے ہیں اور بعد میں جو جاگنے کا وقت ہوتا ہے اس میں مست ہو کے سو جاتے ہیں جس کی بناء پر ہمارے حصہ میں سوائے محرومی کے کچھ نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد جلدی سو جایا کرو تا کہ صبح فجر کے لیے یا تہجد کے لیے اٹھنا آسان ہو تو اگر صبح اٹھنے کا ارادہ ہو تو رات کو جلدی سونا پڑتا ہے تو جب وہ تھوڑے سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے تو اللہ فرمائیں گے تم تو چلو بغیر حساب کے ،حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوئی تو جب ان کو بلا حساب جنت میں بھیج دیا جائے گا پھر بعد میں باقی لوگوں کو حساب ہوگا۔

اب یہ کام جو ہے کہ آپ تہجد کی عادت ڈالیں اور صبح کو اٹھیں اور اللہ تعالیٰ کو پکاریں اور اپنی توفیق کے مطابق اللہ کے راستہ میں خرچ کریں تو گویا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے ہاں یہ عمل قبول ہو جائے تو ایسا کرنے والے بھی بلا حساب

جنت میں چلے جائیں گے اس لیے تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے اور ہر آدمی اس کے اوپر قدرت پاسکتا ہے اگر اللہ توفیق دے تو۔

بہر حال بہت سارے لوگ ہوں گے جو باحساب جائیں گے اور جن کا حساب ہوگا ان کے اعمال تلیں گے تو خیر وشر کا فیصلہ ہو جائے گا وہ بحثیں اپنی جگہ ہیں یہاں اس کو نقل کرنے کے بعد عقیدہ بتایا کہ عقیدہ یہ ہے کہ بنی آدم کے اعمال بھی تولے جائیں گے اور ان کے اقوال بھی تولے جائیں گے آگے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قسطاس کا معنیٰ نقل کیا کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قسطاس کا معنیٰ عدل ہے اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قسطاس کا معنیٰ نقل کرنے کے لیے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے استدلال کیا ہے یہ صرف اشارہ کر رہا ہوں کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ جہاں جہاں بھی ترجمۃ الباب فقہی ابواب میں رکھتے ہیں تو وہاں مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے اقوال صحابہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور اقوال تابعین سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں، حسن رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں، اس سے ایک نکتہ کو سمجھ جایا کرو کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حجت صرف کتاب اللہ اور حدیث رسول ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کم از کم یہ مسلک نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللہ سے بھی استدلال کرتے ہیں، حدیث رسول سے بھی استدلال کرتے ہیں گویا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ دین کی بات جو لی جائے وہ انہی اشخاص کی وساطت سے لی جائے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون قرار دیا اس لیے قرآن کریم سے استدلال حدیث سے استدلال، اقوال صحابہ سے استدلال، اقوال تابعین سے استدلال یہ دین کو اخذ کرنے کا ایک صحیح طریقہ ہے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے رہتے ہیں باقی آگے وہ لغوی تحقیق ہے جیسے ان کی عادت ہے کہ ''اَقْسَطَ یُقْسِطُ'' باب افعل سے آئے تو انصاف کرنے کے معنیٰ میں ہوتا ہے اسی لیے قرآن میں ہے'' ان اللہ یحب المقسطین'' کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

اور اگر یہ مجرد سے ہو تو یہ ظلم کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے "واما القاسطون فکانوا لجهنم حطباً" تو لفظ "مقسط" کے اندر گویا کہ دونوں مفہوم موجود ہیں ہمارے استاد حضرت مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اصل میں قسط تو حصہ کو کہتے ہیں اور اس کے دونوں پہلو ہوتے ہیں اپنا حصہ لو دوسرے کے حصہ کو نہ چھیڑو تو یہ انصاف ہے اور اگر اپنے حصہ سے تجاوز کر کے دوسرے کے حصہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرو تو یہ ظلم ہے لہذا اس میں دونوں باتیں آجاتی ہیں۔

آگے سند ہے اور سند کے بعد وہ حدیث نقل فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو کلمے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں جب وہ رحمٰن کو محبوب ہیں تو جو ان کو پڑھے گا جسکی زبان پر یہ جاری ہوں گے وہ بھی رحمٰن کا محبوب ہو جائے گا ترغیب دینا مقصود ہے اور زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں بہت آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں لیکن جب میزان میں رکھے جائیں گے تو بہت بوجھل ہوں گے تو "ثقیلتان فی المیزان" کے الفاظ ترجمۃ الباب کی دلیل ہیں گویا کہ روایت کی مناسبت ترجمۃ الباب کے ساتھ ان الفاظ سے ہے اور جہاں اقوال کے وزن کا ذکر آجائے تو اقوال کے وزن کی دلیل ہے عمل کے وزن کا ذکر آجائے تو عمل کے وزن کی دلیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس کے آخر میں کیا پڑھتے تھے:

لہذا اس کے ساتھ ترجمۃ الباب کے دونوں جزء ثابت ہو جائیں گے کہ اعمال اور اقوال دونوں تولے جائیں گے آگے وہ لفظ ہیں "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم" دیکھو کتنی آسانی کے ساتھ زبان پر آگئے یہاں ان دو کلموں کو "حبيبتان الى الرحمٰن" کہا باقی ایک روایت میں "احب الكلمات الى الله اربعة" کا لفظ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چار کلموں کا ذکر ہے۔

لیکن ان چار کلموں کا خلاصہ یہی دو کلمے ہیں کیونکہ ان میں تسبیح آ گئی تحمید آ گئی اور اللہ کی تعظیم آ گئی یہ تینوں باتیں یہاں صراحتاً مذکور ہیں اور وہاں " لاالہٰ الا اللہ " صراحت سے ذکر کر دیا اور یہاں اقتضاءً مذکور ہے کہ جب تین باتیں ثابت ہو جائیں گی تو معلوم ہو گیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا "الہٰ" نہیں ہے تو گویا کہ توحید اقتضاءً ثابت ہو جائے گی مفہوم اُن چار کلمات کا اور اِن دو کلموں کا ایک جیسا ہو جاتا ہے تو حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کو جو آخر میں ذکر کیا تو گویا کہ خاتمہ اللہ کے ذکر پہ ہو گیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ مجلس کے آخر میں کچھ چپکے چپکے پڑھا کرتے تھے تو غالباً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مجلس کے آخر میں کیا پڑھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ پڑھتا ہوں۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لاالهٰ الاانت استغفرك واتوب اليك (مشکوٰۃ ج/۱/ص۲۱۶)

فرمایا کہ یہ کفارۃ المجلس ہے مجلس میں اگر کوئی کمی بیشی ہو جائے تو ان کلمات کی برکت سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور اسی طرح جنتی بھی جب اکٹھے ہو کر گفتگو کریں گے تو ان کی مجلس کا اختتام بھی اللہ کی حمد وثنا پر ہو گا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

"وآخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمين" تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب کا اختتام اس پر کیا ہو سکتا ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اگرچہ صحیح بخاری جمع کرنے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی کوشش کی ہے کہ جتنی انسان کر سکتا ہے اور اس سے زیادہ کوشش کا تصور نہیں کیا جا سکتا ایک ایک روایت لکھنے کے لیے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کیا ہے دو رکعات نماز نفل پڑھی ہے اللہ سے استخارہ کیا ہے تب جا کے اس روایت کو لکھا ہے تو انسانی وسعت میں جتنا کچھ ہے وہ سب کچھ کیا ہے لیکن آخر انسان انسان ہی ہے اور انسان سے خطا ونسیان ہو جاتی ہے تو اللہ

کے ذکر پر جس وقت اس کا خاتمہ کریں گے تو ہوسکتا ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ کوتاہیاں معاف فرمادیں تو ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہوا کہ دین لو وحی سے اخلاص کے ساتھ عمل کرو اور خوف آخرت رکھو اور خاتمہ اللہ کے ذکر پہ ہو تو ہر طرح سے کامیابی ہے۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا الٰہ الا انت استغفرك واتوب اليك سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلم على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

اصل سند اس استاد کی ہوتی ہے جس سے پڑھا ہے لیکن تبرکاً اجازت کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے تو مجھے یہاں کے استاذ حافظ نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت ہے اور وہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور میری اصل تدریسی سند مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جو سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت ہے جن سے میں نے صحیح مسلم پڑھی ہے جامع ترمذی اور صحیح بخاری میں نے مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی سنن ابی داود میں نے مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، سنن اور طحاوی میں نے مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تونسوی سے پڑھی، مؤطین کے کچھ اسباق حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائے تھے تو ان اساتذہ سے تو میری تدریسی سند ہے۔

باقی اجازت مجھے الحمد للہ اپنے وقت کے تمام بڑے بڑے محدثین سے ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے ۱۳۹۸ھ میں مدینہ منورہ میں اجازت لی تھی اور ایسے ہی شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور بہت سارے حضرات ہیں جن سے مجھے اجازت ہے تو ان سب اسانید کے ساتھ ان فضلاء کو جو اس وقت دورہ حدیث سے فارغ ہو رہے ہیں میں اپنی طرف سے روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں اللہ اس نسبت کو میرے لیے اور ان کے لیے باعث سعادت

بنائے (آمین) اور جو فضلاء پہلے کے یہاں سے پڑھے ہوئے ہیں بشرطیکہ مسلک اور مذہب کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت علماء دیو بند کے مسلک پر ہوں کوئی منکر حدیث نہ ہو، کوئی منکر حیات نہ ہو کوئی یزیدی ٹولہ سے تعلق نہ رکھتا ہو میں ان سب کو بھی روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
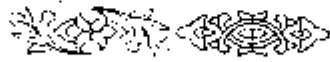
معجزۂ پیغمبر کے حاملین

بمقام: العصر تعلیمی مرکز پیر محل

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مامن الانبياء من نبى الا قداعطى من الايات مامثله آمن عليه البشر وانما كان الذى اوتيت وحياً اوحى الله الى وارجو ان اكون اكثر هم تابعا يوم القيامة (مشكوٰة ج/۲ص ۵۱۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تمہید:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک قول آپ کے سامنے پڑھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ''مامن نبی الا وقد اوتی ما آمن علیه البشر'' ہر نبی کو کوئی نہ کوئی ایسی چیز دی گئی جس پر اعتماد کر کے لوگ ایمان لاتے ہیں اس سے مراد ہیں معجزات، ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا اس معجزہ پر اعتماد کر کے لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، ''وانما کان الذی اوتیت'' اور جو چیز مجھے دی گئی وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے، ''ارجو ان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامة''، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ پیروی کرنے والے لوگ میرے ہوں گے،'' او کما قال علیه الصلوٰة والسلام'' اسی قسم کے الفاظ ہیں۔ حدیث میں یا اس سے ملتے جلتے ہیں مفہوم یہی ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

عقیدہ ختم نبوت:

انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور اس سلسلہ کی آخری کڑی سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے یہ سلسلہ بند کر دیا گیا آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ نیا نبی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بن چکے اور نبی بن کے دنیا میں آ چکے لیکن اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب وہ دوبارہ اتریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب اس دنیا میں واپس آنا یہ اسلام کے ضروری عقیدوں میں سے ہے جس کا انکار کرنا انسان کو ایمان سے اسلام سے خارج کر دیتا ہے یہ ایمانیات میں سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں

گے لیکن سرور کائنات ﷺ کی شریعت کی پابندی کریں گے اپنا قانون نہیں چلائیں گے قانون قیامت تک وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا کے اندر جاری کردیا، اپنی شریعت پر عمل نہیں کریں گے سرور کائنات ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے یہ قطعی عقیدہ ہے اس لیے ان کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں۔

ہاں کوئی نیا نبی آئے ایسا نہیں ہوگا اور اگر کسی کے دماغ میں اس قسم کا خیال آتا ہے تو یوں سمجھو کہ یا دہ پاگل ہے یا دنیا کو گمراہ کرنے کے لیے شیطانی کردار ادا کررہا ہے، سرور کائنات ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا آپ آخری نبی ہیں جب ایک نبی آتا ہے اور آکے لوگوں کے سامنے ذکر کرتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا نمائندہ بنا کے بھیجا ہے اور میری بات اللہ کی بات ہے میں اللہ کی باتیں پہنچانے کے لیے آیا ہوں۔

معجزہ کی حقیقت اور ضرورت:

اتنا بڑا دعویٰ جس وقت کوئی انسان کرتا ہے تو آپ جانتے ہیں کہ خوانخواہ یہ بات سامنے آئے گی کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ اللہ کے نمائندہ ہیں اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے آپ کو بھیجا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ تو دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیتا ہے معجزہ کا معنیٰ یہی ہے کہ ایسی چیز جو دوسرے کو مقابلہ سے عاجز کرنے والی ہو جس کا مقابلہ نہ کیا جاسکے اس کو معجزہ کہتے ہیں جب کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تو پھر لوگ ماننے پر مجبور ہوتے ہیں کہ واقعی خدائی قوت ان کے ساتھ ہے یہ جو کچھ ہورہا ہے اللہ کی قدرت کے تحت ہورہا ہے، یہ شخص واقعی اللہ تعالیٰ سے کوئی خاص تعلق رکھنے والا ہے اس لیے اس کی اس دلیل کا اس معجزہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اس پر اعتماد کرکے لوگ اس نبی کو مانتے ہیں۔

معجزات انبیاء علیہم السلام:

اور پھر جب نبی بہت زیادہ ہیں تو ان کے معجزات بھی بہت زیادہ ہیں قرآن کریم میں جن انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو زیادہ نمایاں کرکے بیان کیا گیا ہے اور بار بار بیان کیا گیا

ہے ان میں سرفہرست حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت رکھنے والے اپنے آپ کو یہودی کہلاتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت رکھنے والے اپنے آپ کو عیسائی کہلاتے ہیں۔ باقی انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی ہے اجمالاً ان کے معجزات کا ذکر بھی ہے۔

لیکن ان دونوں نبیوں کے معجزات بہت صراحت کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں اور بار بار ذکر کیے گئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئے ہیں ان کے بڑے بڑے دو معجزات تھے ویسے تو تسع آیات کا ذکر ہے کہ ان کو نو معجزات دیے گئے تھے لیکن ان میں سے زیادہ نمایاں اور زیادہ واضح دو معجزے تھے ایک عصاء موسیٰ اور ایک ید بیضاء، عصا لاٹھی کو کہتے ہیں یعنی لاٹھی والا معجزہ، اس معجزہ کی حقیقت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طورِ پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا کہ ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اللہ نے پہلے تو انکو لاٹھی کی طرف متوجہ کیا تا کہ دیکھ لیں کہ یہ چیز کیا ہے؟

پھر پوچھا **ماتلك بيمينك ياموسىٰ** !موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا "**هي عصاى**" یا اللہ! میری لاٹھی ہے میں اس کے ساتھ بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں میں اس کے ساتھ سہارا لیتا ہوں اور اس کے علاوہ اور بھی کئی کام کرتا ہوں پوری طرح متوجہ کر دیا کہ ہاتھ میں لاٹھی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے ساتھ گفتگو کرنے میں مصروف تھے تو ان کو کہیں مغالطہ نہ لگ جائے کہ شاید میں نے کہیں سے سانپ پکڑ لیا ہے اس لیے متوجہ کر دیا۔

پھر فرمایا اس کو پھینکو، پھینک دی تو وہ سانپ بن گیا قرآن کریم میں جس طرح آتا ہے کہ جب وہ سانپ بنا تو موسیٰ علیہ السلام ڈرے، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ڈرنے کہ بات نہیں ہے اس کو پکڑو ہم اس کو دوبارہ پہلی حالت میں کر دیں گے، سورۃ طٰہٰ کے اندر یہ مفصل قصہ آیا ہوا

ہے تو یہ ہے معجزہ جس کو عصاء موسیٰ کہتے ہیں کہ جہاں وہ پھینکتے تھے اس نیت کے ساتھ تو وہ بہت بڑا سانپ بن جاتا تھا اور حرکت کرتا تھا۔

فرعون کے دربار میں گئے تو آپ نے یہ معجزہ دکھایا، جادوگروں کے مقابلہ میں اسی معجزہ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ پایا، معجزہ برحق ہے قرآن میں آیا ہوا ہے ہم اس کے قائل ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یاد رکھیں کہ آج اگر ایک یہودی آ کے کہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اگر کوئی پوچھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو یہودی کہے گا موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء سانپ بن جاتا تھا اور وہ شخص کہے کہ یہ معجزہ جو تم بتا رہے ہو کیا مجھے دکھا سکتے ہو؟ کیا دنیا کے اندر کوئی یہودی ہے بلکہ اگر دنیا کے سارے یہودی اکٹھے ہو جائیں تو آج اپنے نبی کا معجزہ کسی کے سامنے دکھا نہیں سکتے۔ کتاب میں دکھائیں گے، کتاب میں لکھا ہوا تو ہم بھی مانتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی کہے کہ دکھاؤ اپنے نبی کا معجزہ تو کوئی یہودی اس بات پر قادر نہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دکھا سکے سارے یہودی اکٹھے ہو جائیں تو بھی نہیں دکھا سکتے کہ ایک لاٹھی ہو اور اسی طرح زمین پر ڈالیں اور اس کو سانپ بنا کے دکھا دیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بناتے تھے یہ کسی یہودی کے بس کی بات نہیں ہے۔

دوسرا معجزہ ید بیضاء تھا کہ ہاتھ بغل سے نکالتے تھے تو سورج کی طرح چمکدار ہوتا تھا معجزہ برحق ہے قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے اللہ نے اپنے نبی کو دیا تھا لیکن آج اگر کسی یہودی سے آپ مطالبہ کریں کہ ہمیں وہ معجزہ دکھاؤ جو موسیٰ علیہ السلام کا تھا تو کوئی یہودی بھی یہ معجزہ نہیں دکھا سکتا جب موسیٰ علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے تو معجزے بھی ساتھ ہی چلے گئے اب ان کا ذکر آپ کو کتابوں میں تو ملے گا دیکھنے کو کہیں نہیں ملے گا۔

اور ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر قرآن میں آیا ہے کہ اندھے کی

آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے بینا ہو جاتا تھا کوڑھی پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ تندرست ہو جاتا تھا مردے کو کہتے تھے (قم باذن اللہ) وہ اٹھ کے کھڑا ہو جاتا تھا مٹی کی تصویر بنا کر پھونک مارتے تھے پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا یہ سارے معجزات قرآن کریم میں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے، ہم ان کو مانتے ہیں لیکن آج اگر کسی عیسائی سے آپ یہ مطالبہ کریں کہ تم جو کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس معجزات تھے کیا آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ہمیں دکھا سکتے ہیں اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے سے اندھا بینا ہو جائے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات برحق لیکن آج کسی عیسائی کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دکھا سکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور ساتھ ہی معجزات بھی ختم ہو گئے یہ معجزات جو انبیاء کو دیے گئے یہ عملی معجزات کہلاتے ہیں کہ وہ عمل کر کے دکھاتے تھے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی معجزات:

اسکے برخلاف آج ہم مسلمان کسی کافر کو دعوت دیتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے انکو مانو، ان پر ایمان لے آؤ، وہ کہے گا دلیل دو؟ تو جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دلیل ہے عملی معجزات اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے دیے ہیں کہ

......محدثین کہتے ہیں۔

......تاریخ والے کہتے ہیں۔

......سیرت نگار کہتے ہیں۔

کہ چار ہزار عملی معجزات اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے ہیں۔

☆ ایسے معجزات جو آسمان پر بھی نمایاں ہوئے۔

☆ ایسے معجزات جو آگ میں بھی نمایاں ہوئے۔

☆ ایسے معجزات جو ہوا میں بھی نمایاں ہوئے۔

☆ ایسے معجزات جو زمین پر جانوروں میں بھی نمایاں ہوئے۔

☆ ایسے معجزات جو انسانوں میں بھی نمایاں ہوئے۔

☆ ایسے معجزات جو نباتات میں بھی نمایاں ہوئے۔

☆ ایسے معجزات جو جمادات میں بھی نمایاں ہوئے۔

ہم اپنے نبی کا معجزہ آج بھی دکھا سکتے ہیں:

لیکن وہ سارے کے سارے عملی معجزات تھے جو آج ہم دکھا نہیں سکتے جہاں سرور کائنات ﷺ تشریف لے گئے تو یہ معجزات بھی ساتھ ہی گئے۔

لیکن ایک معجزہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسا دیا ہے جس کا اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے تذکرہ کیا ہے جو روایت میں نے آپ کے سامنے پڑھی کہ اللہ نے جو مجھے خاص معجزہ دیا ہے وہ اللہ کی وحی ہے یعنی یہ قرآن یہ اللہ نے معجزہ دیا ہے اور یہ معجزہ چونکہ ختم ہونے والا نہیں یہ معجزہ قیامت تک باقی رہے گا اس لیے لوگ اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لاتے رہیں گے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن جب امتیں پیش ہوں گی تو میری امت سب کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی کیونکہ اللہ نے معجزہ ایسا دیا ہے جو قیامت تک باقی ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں تو آج اگر کوئی ہم سے پوچھے اپنے نبی کا کوئی معجزہ دکھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو دیا ہو جو ان کی نبوت ورسالت کی دلیل بنے تو ہم قرآن کریم اس کے سامنے پیش کر دیں گے کہ یہ ہے ہمارے نبی کی کتاب جو اللہ نے بطور معجزہ کے دی تھی جیسے نبی پر اتری تھی آج تک اسی طرح سے ہے اور قیامت تک اسی طرح باقی رہے گی یہ زندہ معجزہ ہے اور پھر یہ معجزہ ایسا ہے کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کو ختم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی کیوں؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے کہا ہے کہ **"وانزلت علیك کتابا لایغسلهٔ الماء"** میں نے تجھے ایسی کتاب دی ہے کہ جس کو پانی نہیں دھوسکتا' تقرئه

نائماً و یقضان "اس کو سویا ہوا بھی پڑھے گا (مشکوۃ ج/۲/ص ۴۶۰) اور جاگتا ہوا بھی پڑھے گا پانی نہیں اس کو دھو سکتا اب یہاں سوال ہوتا ہے۔

سوال کتاب کوئی بھی ہو اگر پانی کے اندر ڈال دی جائے تو پانی اس کو دھو دے گا آپ قرآن کریم کا نسخہ پانی کے اندر ڈالیں تو اس کے اوراق پانی کی نظر ہو جائیں گے تو اس کا کیا مطلب کہ ایسی کتاب دی ہے جس کو پانی نہیں دھوئے گا؟

جواب اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کاغذوں میں لکھنے کی کتاب نہیں ہے یہ قرآن ایسی کتاب ہے "فی صدور الذین اوتو االعلم "جو اہل علم کے سینوں میں اللہ نے محفوظ کی ہے تو جب سینہ کے اندر اس کتاب کو لکھا گیا اور محفوظ کیا گیا حضرت جبرائیل کے واسطہ سے "علی قلبك" اللہ کہتے ہیں تیرے دل پر میں نے اتاری آسمان سے وحی حضور ﷺ کے قلب پر اتری اور وہ اسی طرح قلب سے قلب پر منتقل ہوتی ہوئی لوگوں کے دلوں پر لکھی گئی اور جو دلوں پر لکھی گئی ہے اس کو پانی نہیں دھو سکتا۔

یہ بچے جو آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں ان سب کے سینہ کے اندر مکمل اللہ کی کتاب موجود ہے ان کو کہو سارا دن نہر میں نہاتے رہیں غوطے لگاتے رہیں سارا دن دریا میں تیرتے رہیں سارا دن پانی پیتے رہیں اور شام کو دیکھیں کہ بھلا اس کتاب کا ایک حرف بھی مٹا ہے ان کے سینہ سے ایک لفظ بھی ضائع نہیں ہوگا اس طرح اللہ نے اس کتاب کو محفوظ کیا تو اصل میں کتاب کی حفاظت کی جگہ اللہ نے دل میں بنائی ہے اور پوری کائنات میں صرف یہ کتاب ہے جسکی یہ خصوصیت ہے اور کوئی کتاب اس کے مدمقابل نہیں ہے آج اگر ساری دنیا کے کافر اکٹھے ہو کر پورے کتب خانوں سے قرآن کریم خرید لیں۔ اٹھوالیں اور ان کو تلف کر دیں پھر بھی قرآن نہیں مٹے گا یہ بچہ کھڑا ہوگا صبح سے شام تک "الحمد" سے "والناس" تک سارا قرآن لکھا دے گا یہ ہے اس قرآن کی عظمت اور یہ ہے ان لوگوں کی عظمت جن کے دل کے اندر قرآن کریم لکھا گیا ہے۔

طلبہ اور مدارس کی اہمیت:

اب دوسرے الفاظ میں میں یہ بات کہتا ہوں کہ یہ بچے جو آپ کے سامنے ہیں ان کو آپ معمولی نہ سمجھیں یہ سرور کائنات ﷺ کا معجزہ ہیں آپ کی نبوت کی دلیل ہیں اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور ان کے قلوب پر وہ کتاب لکھی گئی ہے جو جبرائیل حضور ﷺ کے قلب پر لائے تھے، یہ مکمل طور پر اسلام کی واضح دلیل اور سرور کائنات ﷺ کی رسالت کی ایسی دلیل ہے کہ جس کا جواب نہیں ہے یہ منتخب کیے ہوئے بچے اللہ نے اپنے نبی کے معجزے بنائے ہیں یہ معمولی بات نہیں ہے آج لوگ پوچھتے ہیں کئی سال پہلے کی بات تھی مجھ سے کسی نے سوال کیا کہ مجلس میں بیٹھ کے لوگ تذکرے کرتے ہیں کہ یہ مدارس کس کام کے ہیں؟ یہ قوم کو کیا دیتے ہیں؟ بلکہ الٹا یہ قوم پر بوجھ ہیں، قوم ان کے اخراجات برداشت کرتی ہے یہ قوم کو کیا دیتے ہیں؟ وہ ہیڈ ماسٹر تھا جس نے یہ بات کی تھی میں نے کہا یہ سوال تو بعد میں کریں پہلے مجھے آپ بتادیں کہ سکول اور کالج قوم کو کیا دیتے ہیں؟ کہ یہ سکول و کالج اور یونیورسٹیز جن کے اوپر قوم کے اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں یہ قوم کو کیا دیتے ہیں؟ میں نے کہا آپ کہیں گے کہ ڈاکٹر دیتے ہیں کہ اس سے ڈاکٹر بنتے ہیں پھر میں نے کہا کہ اس میں کونسی بات ہے۔

......ڈاکٹر تو ہندؤں کے ہاں بھی بنتے ہیں

......سکھوں کے ہاں بھی بنتے ہیں۔

......پارسیوں کے ہاں بھی بنتے ہیں۔

......عیسائیوں کے ہاں بھی بنتے ہیں۔

......یہودیوں کے ہاں بھی بنتے ہیں۔

......یہ مسلمانوں کو کیا دیتے ہیں؟۔

کونسی قوم ایسی ہے کہ جس کے پاس ڈاکٹر نہیں ہیں، عیسائی بھی ڈاکٹر ہیں

، یہودی بھی ڈاکٹر ہیں، آپ اگر کہیں کہ انجینئر دیتے ہیں تو جا کے دیکھ لو دنیا کے اندر کافر سے کافر قوم جو خدا کے وجود کی منکر ہے ان کے تعلیمی ادارے ان کو ڈاکٹر بھی دیتے ہیں، انجینئر بھی دیتے ہیں سب کچھ دیتے ہیں تو آمیں مسلمان کی کیا خصوصیت ہوئی میرا سوال یہ ہے کہ تمہارے تعلیمی ادارے مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہیں کیا دیتے ہیں۔

پاکستان بنے ہوئے (62) سال ہوگئے ہیں ساری یونیورسٹیاں اور سارے سکول و کالج کیا مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک حافظ بھی دے سکے ہیں؟ کیا مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے سرور کائنات ﷺ کی حدیث کا کوئی عالم دے سکے؟ کیا مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے لیے فقہ کا کوئی مفتی دے سکے؟ مسلمان ہونے کی حیثیت سے تم نے کیا کیا؟ مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہاری ضرورت ڈاکٹر نہیں ہے ڈاکٹر انسان کی ضرورت ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو یہ مسلمان کی خصوصیت نہیں ہے مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو ڈاکٹر نہیں چاہیئے انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کو ڈاکٹر چاہیئے مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو انجینئر کی ضرورت نہیں ہے انسان ہونے کی حیثیت سے انجینئر کی ضرورت ہے کیونکہ یہ انسان کی ضرورت ہے اور اسی طرح باقی جتنے بھی ماہر پیدا ہوتے ہیں چاہے وہ زراعت کا ماہر ہے چاہے وہ کسی چیز کا ماہر ہے یہ انسانیت کا خادم ہے اس لیے اس کی کافر کو بھی ضرورت ہے مسلمان کو بھی ضرورت ہے لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے

- کلمہ کی ضرورت ہے۔
- ایمان کی ضرورت ہے۔
- حدیث کی ضرورت ہے۔
- فقہ کی ضرورت ہے۔

جس کی ضرورت کافر محسوس نہیں کرتا مسلمان محسوس کرتا ہے یہ جو اسلام کا سرمایہ

مسلمانوں کے پاس ہے مجھے یہ بتاؤ کہ کونسا سکول اور کالج ہے جو یہ ضرورت پوری کرتا ہے باقی سکول وکالج تو

- کافروں کے بھی ہیں۔
- یہودیوں کے بھی ہیں۔
- عیسائیوں کے بھی ہیں۔
- پارسیوں کے بھی ہیں۔
- آتش پرستوں کے بھی ہیں۔
- ہندؤں کے بھی ہیں۔
- سکھوں کے بھی ہیں۔

مسلمان کی جواصل دولت ہے جواس کو باقی کافروں سے علیحدہ کرتی ہے۔

- وہ ہے اس کا کلمہ۔
- وہ ہے اس کی نماز۔
- وہ ہے اس کا ایمان۔
- وہ ہے اس کا قرآن۔
- وہ ہے اس کی حدیث۔
- وہ ہے فقہ کا ذخیرہ۔

جس کے ساتھ مسلمان مسلمان بنتا ہے اور کافر قوموں سے اس کا امتیاز ثابت ہوتا ہے یہ بتاؤ کہ کونسی یونیورسٹیاں، سکول وکالج ہیں جو آپ کو یہ دولت دیتے ہیں؟ یونیورسٹیوں اور کالجوں کا حال تو اب یہ ہوگیا کہ پہلے جوتھوڑا سا اسلام کا تذکرہ چلا آرہا تھا وہ بھی اب ختم کیا جارہا ہے یہ ایمان کی دولت جو مسلمان کا سرمایہ ہے جو سب سے بڑی چیز ہے یہ اگر ملتی ہے تو انہی مدرسوں سے ملتی ہے یہ کسی کالج وسکول اور یونیورسٹی سے نہیں ملتی مسلمان اگر

مسلمان ہے تو اس کو مسلمان رکھنے کا انتظام مدرسہ والے کرتے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ علم، علم دین انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا کیا کام ہے؟

کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا کام مخلوق کو اللہ کے ساتھ جوڑنا ہے مخلوق کو اللہ کے احکام بتا کر اس کے مطابق چلانا انبیاء علیہم السلام کا کام ہے انبیاء علیہم السلام اسی کام کی تعلیم کے لیے آیا کرتے ہیں، باقی جو انسان کی ضروریات ہیں وہ انسان خود اپنے تجربہ کے ساتھ بناتا رہتا ہے کسی کے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے بھوک لگتی ہے تو روٹی کی فکر بھی کرتا ہے جب ننگا ہوتا ہے تو کپڑے کی فکر بھی کرتا ہے سردی گرمی سے بچنے کے لیے مکان کی فکر بھی کرتا ہے انبیاء علیہم السلام اس بات کی تعلیم دینے کے لیے نہیں آئے کہ تم نے

//// گھڑے کس طرح بنانے ہیں۔

//// لوٹے کس طرح بنانے ہیں۔

//// سڑکیں کس طرح بنانی ہیں۔

یہ انبیاء علیہم السلام کا موضوع نہیں ہے یہ انسان کی ضرورت ہے انسان اپنے تجربہ کے ساتھ اس ضرورت کو پورا کرتا ہے اس لیے یہ کسی قوم کی خصوصیت نہیں ہے کہ کافر ہو، مشرک ہو، بت پرست ہو خدا کا منکر ہو سب کی یہ ضرورت ہے سب اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں لیکن یہ ضرورت جس کو ایمان والی ضرورت کہتے ہیں یہ ساری کی ساری مدرسوں سے حاصل ہوتی ہے کسی اور جگہ سے حاصل نہیں ہوتی آج مسلمان، مسلمان ہے اور اس مسلمان کو مسلمان باقی رکھنے والی چیز جو ہے وہ یہی ہے قرآن، حدیث اور فقہ اور یہ آپ کو مدرسہ سے ملے گی کسی اور جگہ سے نہیں ملے گی۔

اس کی اہمیت کو محسوس کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتنا بڑا انعام اور کتنی قیمتی چیز کے لیے ان مدرسوں کو اللہ نے ذریعہ بنایا ہوا ہے تو یہ مدارس کے اندر جو محنت ہوتی ہے سال کے

دوران میں تقریباً ہر مدرسہ میں یہ عادت ہے جلسہ منعقد کرنے کی جس میں اپنے فارغ التحصیل بچوں کو سند دی جاتی ہے اور ان کی دستار بندی کی جاتی ہے اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے اس بات کو ظاہر کیا جائے کہ دیکھو دینی دولت مدرسہ والے کس طرح آنے والی نسل کی طرف منتقل کرتے ہیں اور اس بات کو واضح کیا جائے کہ آپ لوگوں نے مدرسہ کے ساتھ اگر کوئی تعاون کیا ہے تو آپ کا تعاون کیا ہوا ضائع نہیں گیا۔

بلکہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عالم دیدیئے، آپ کو قرآن کے حافظ دیدیئے یہ تمہارے تعاون کے نتیجہ میں جو چیز حاصل ہوئی ہے اس کے اندر تمہارا برابر کا حصہ ہے۔

دو شخص قابل رشک:

بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' **لاحسد الافی اثنتین** ''(مشکوٰۃ ج/۱/ص۳۲) حسد کا معنیٰ ہوتا ہے کہ کسی کے پاس کوئی اچھی چیز دیکھ کر انسان محسوس کرے کہ اس کے پاس یہ کیوں ہے؟

یہ حسد تو ناجائز ہے۔

ایک ہے دل کے اندر امنگ اٹھنا کہ جیسے اس کے پاس ہے میرے پاس بھی ہو اس سے زائل ہونا مطلوب نہیں ہوتا صرف اپنے لیے رغبت ہوتی ہے کہ میرے پاس بھی ہو اس کو عربی میں'' **غبطہ** '' کہتے ہیں اور اردو میں'' رشک '' کہتے ہیں، پنجابی میں'' ریس کرنا '' کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص دنیا میں ایسے ہیں کہ جن جیسا بننے کی انسان کے دل کے اندر تمنا ہونی چاہیے کہ ہائے کاش! میں بھی ایسا ہوتا یہ اللہ کا رسول کہہ رہا ہے صرف دو شخص ہیں جن کو دیکھ کر انسان کے دل میں یہ تمنا ہونی چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ سوچتے ہیں تو آپ کے علم میں بات آتی ہے کہ پاکستان کے صدر زرداری صاحب ہیں تو آپ کے دل میں خواہش پیدا نہ ہو کہ کاش میں بھی زرداری ہوتا اور میں بھی پاکستان کا صدر ہوتا یہ خواہش نہیں ہونی چاہیے۔

اگر آپ نے دیکھ لیا کہ یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم ہے تو آپ کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ میں اگر یوسف رضا گیلانی ہوتا تو شاید میں بھی وزیر اعظم بن جاتا بڑے سے بڑے عہدہ والے کو دیکھ کر بڑے سے بڑے صنعت کار کو دیکھ کر، بڑے سے بڑے زمیندار کو دیکھ کر دنیا کے اندر جو نعمتیں ہیں وہ کسی کے پاس موجود ہوں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے متعلق تمہارے دل میں آنا چاہیئے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا صرف دو شخص ہیں کہ جن کے متعلق آپ کے دل میں خیال آنا چاہیئے کہ کاش کہ میں بھی ایسا ہوتا وہ دو کونسے ہیں۔

فرمایا ایک شخص ''اتاہُ اللہ مالاً ''جس کو اللہ نے مال بہت دیا ہے'' **فسلطہٗ علیٰ ھلکتہٖ فی الحق** ''پھر اس کو وہ مال حق کے لیے خرچ کرنے کی توفیق دی ہے اگر آپ کی نظر کسی ایسے شخص پر پڑے تو تمہارے دل میں یہ ہوک اٹھنی چاہیئے کہ کاش میرے پاس بھی مال ہوتا اور میں بھی اسی طرح حق کے لیے اس مال کو خرچ کرتا مالدار آدمی جو مال کو حق کے لیے خرچ کرے یہ شخص ایسا ہے کہ جس کو دیکھنے کے بعد تمہارے دل میں یہ تمنا ابھرے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا۔

اور دوسرا شخص ایک روایت میں ہے'' اتاہُ اللہ قرآناً'' اور ایک روایت میں ''علماً'' کا لفظ ہے دونوں کو یوں اکٹھا کر لیں کہ اللہ نے اس کو قرآن کا علم دیا ہے جس کو وہ دن رات پڑھتا ہے اور پھیلاتا ہے جب ایسے شخص کی طرف تمہارا دھیان جائے تو تمہارے دل میں ہوک اٹھے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا اور میرے پاس بھی قرآن کا علم ہوتا اور میں بھی اس کی اشاعت کرتا اس آدمی کو دیکھ کے بھی آپ کے دل کے اندر یہ تمنا ابھرنی چاہیئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دو شخص ہیں کہ جن جیسا بننے کی انسان کو خواہش ہونی چاہیئے۔

تیسرا ایسا کوئی شخص نہیں ہے کہ اس جیسا بننے کی تمنا ہو۔

دین کی حفاظت کے لیے دو طبقے:

اب اس روایت میں دو کا ذکر کیا، بات کیا ہے؟ کہ یہ دینی گاڑی جو چلتی ہے یہ ان دو کے ملنے سے چلتی ہے اور دین کا باقی رہنا یہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے اور جو شخص اس وراثت کی حفاظت میں لگا ہوا ہے وہ دنیا کی بقا کا ذریعہ ہے دنیا باقی ہی انہی کے دم قدم سے ہے ایک آدمی کے پاس مال ہے اس کا جی چاہتا ہے کہ میں دین کی اشاعت کروں لیکن اس کے پاس علم نہیں ہے اب وہ صرف پیسے کے ساتھ دین کی اشاعت نہیں کر سکتا صرف پیسہ دین کی اشاعت کا ذریعہ نہیں بن سکتا، اب وہ پیسے لے کے بیٹھا ہے کیسے دین کی اشاعت کرے۔

اور ایک آدمی کے پاس علم ہے اسکے پاس پیسہ نہیں ہے اب وہ کیسے دین کی اشاعت کرے کتاب وہ نہیں خرید سکتا، کتاب خرید کے کسی کو دے نہیں سکتا، طالب علم کے کھانے کا انتظام نہیں کر سکتا، طالب علم کے رہنے کا انتظام نہیں کر سکتا، طالب علم کی جتنی ضروریات ہیں وہ پوری نہیں کر سکتا، ایک کے پاس علم ہے پیسے نہیں ہیں وہ بھی دین کی اشاعت نہیں کر سکتا اور ایک کے پاس مال ہے لیکن علم نہیں ہے تو وہ بھی دین کی خدمت نہیں کر سکتا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں یہ بات آگئی کہ دونوں مل جائیں، جس وقت یہ دونوں مل جائیں گے تو پھر دونوں کے ملنے کے ساتھ دین کی گاڑی چلے گی علم والا اپنا علم خرچ کرے پیسے والا اپنا پیسہ خرچ کرے تو پھر دیکھنا ایمان کیسے پھیلتا ہے،

یہ دو شخص ملیں گے تو گاڑی چلے گی عالم اپنا علم خرچ کرے پیسے والا اس کے لیے کتاب کا انتظام کرے، رہائش کا انتظام کرے، طلباء کی خوراک کا انتظام کرے اور علم والا محنت کرے جب یہ دونوں ملتے ہیں تو کام چلتا ہے اس لیے جو ایک حافظ تیار ہوتا یہ صرف قاری کی محنت نہیں ہے جو ان حافظوں کے لیے ان کی ضروریات کا انتظام کرتے ہیں وہ

برابر کے ثواب میں شریک ہیں یہ صرف ہمارے لیے صدقہ جاریہ نہیں یہ آپ کا بھی صدقہ جاریہ ہے جنہوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا ہے اس لیے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو توفیق دی حق کے لیے مال خرچ کرنے کی تو وہ بہت سعادت مند ہے۔

اور ان کو اسی لیے آپ حضرات کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کے تعاون کے نتیجہ میں جو یہ پارٹی تیار ہوئی یہ صدقہ جاریہ صرف ان کے استاد کا نہیں ہے بلکہ صدقہ جاریہ آپ کا بھی ہے گاڑی کے لیے دو پہیے ہیں جب یہ دونوں پہیے ٹھیک ہوں گے تو گاڑی چلتی ہے مال والا اپنا مال خرچ کرے علم والا اپنا علم خرچ کرے تب جا کے یہ گاڑی چلے گی پھر عالم بھی تیار ہوں گے، حافظ بھی تیار ہوں گے اور دین کا سلسلہ چلتا رہے گا۔

ایمان کی اہمیت اور ایمانی مراکز:

یاد رکھیے! ایمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بڑی دولت ہے جو اس دنیا میں انسان کو نصیب ہوتی ہے آخرت کے عقیدہ کے تحت اور آخرت کا عقیدہ ایسا عقیدہ ہے کہ جیسے اللہ کی توحید پر ایمان لانا ضروری، جیسے نبی کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ایسے ہی یہ ضروری ہے کہ مرنے کے بعد ہم نے دوبارہ اٹھنا ہے اور یہ ایک زندگی آنے والی ہے یہ عقیدہ ایسے ضروری ہے جیسے توحید کا عقیدہ ضروری اور جیسے رسالت کا عقیدہ ضروری۔

اب آخرت کے عقیدہ کے تحت یہ بات بنیادی طور پر ہے کہ وہاں کی ضروریات جو ہیں وہ اگر ملتی ہیں تو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ملتی ہیں ورنہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ اگر کسی کے پاس زمین کا بھرا ہوا سونا ہو (ملء الارض ذهبا) یعنی اتنا سونا کہ اگر یہاں اس کا ڈھیر لگانا شروع کریں تو آسمان تک چلا جائے، آپ دیکھتے ہیں کہ زمین میں کتنے پہاڑ ہیں لیکن زمین آسمان تک بھری ہوئی نہیں ہے اور اگر اتنا سونا ہو کہ آسمان تک زمین بھر جائے لیکن قیامت کے دن اگر وہ چاہے کہ سارا سونا لے لو اور مجھے نجات دیدو تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

تو آخرت کی اگر نجات ملنی ہے تو ایمان کی برکت سے اور وہاں جاکے پتہ چلے گا کہ ایمان اتنا قیمتی ہے کہ اگر زمین کا بھرا و سونا بھی اس کے عوض میں قرار دیا جائے تو وہ بھی کم ہے جس ایمان کو آج ہم ایک ایک ٹکے کے عوض فروخت کر دیتے ہیں، بات بات پہ ضائع کر دیتے ہیں یہ ایمان بہت قیمتی ہے اور یہ ملتا ہے آپ کو تو وہیں ملے گا جہاں قرآن ملتا ہے، وہیں سے ملے گا جہاں سے حدیث ملتی ہے اور وہیں سے ملے گا جہاں سے آپ کو فقہ ملتی ہے کہ

......آپ نے نماز کیسے پڑھنی ہے؟

......آپ نے روزہ کیسے رکھنا ہے؟

......آپ نے حج کیسے کرنا ہے؟

......آپ نے زکوٰۃ کیسے دینی ہے؟

اس لیے مدرسوں کا یہ پہلو بہت روشن پہلو ہے اور صدقہ جاریہ کے تحت مدرسوں کے ساتھ تعاون کرنا یہ بہت بڑی سعادت ہے جس شخص کو بھی یہ سعادت نصیب ہوگئی وہ قابل رشک ہے مدرسہ کا وجود بہت بڑی نعمت ہے ان علاقوں میں جا کر دیکھو یا تبلیغی بھائیوں سے پوچھو جو ایسے علاقوں میں جاتے ہیں کہ جہاں مدارس نہیں ہیں۔

//// نہ کوئی جنازہ جانتا ہے۔

//// نہ پڑھانا جانتا ہے۔

//// نہ مسجدیں آباد ہیں۔

بالکل دین سے خالی ہوئے بیٹھے ہیں۔

اور جہاں مدرسہ ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہاں دین کی بات بھی ہوتی ہے اور اسلام کی بات بھی ہوتی ہے تو یہ قابل قدر نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی، اگر کسی علاقہ کے اندر مدرسہ قائم ہو جائے اور ہم سب کا فرض ہے کہ اس کو آباد رکھنے کی کوشش کریں اور جن لوگوں نے

اس مدرسہ کو بنایا ہے یا باقی مدرسے جتنے بھی اس شہر اور علاقہ میں ہیں یہ ان کے لیے بہت سعادت مندی کی بات ہے اگر مدرسہ نہ ہو تو دین کا نام ونشان باقی نہیں رہتا، مسلمان بننا اور اپنی اولاد کو مسلمان بنا کے رکھنا ہماری لیے بہت بڑی ضرورت ہے۔

انہی الفاظ پر اپنے اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور مبارک باد دیتا ہوں بچوں کو بھی اور ان بچوں کے والدین کو بھی اور ان کے اساتذہ کو بھی جن کی محنت سے یہ تیار ہوئے اور ان صاحب خیر کو جن کے تعاون سے مدرسہ کا یہ سلسلہ چلا سارے حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ سب کا عمل قبول فرمائے اور آخرت میں ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
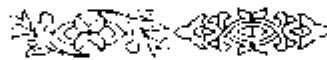
عورت اور تعلیم (2)

بمقام: جامعہ فاطمۃ الزھراء للبنات شورکوٹ

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

مولانا منظور محسن صاحب تشریف فرما ہیں اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں یہ صورتحال تو آج پہلی دفعہ پیش آ رہی ہے ویسے اس چک میں آمد ورفت پاکستان بننے کے اگلے سال سے ہی ہے، شاید آپ حضرات کو میرا تعارف نہ ہو اور ایسا ممکن بھی ہے کہ بہت سارے لوگ جانتے ہوں کہ میرے نام کے ساتھ آپ پڑھتے ہیں ''لدھیانوی'' اور لدھیانوی کا معنی یہ ہے کہ میں ضلع لدھیانہ کا رہنے والا ہوں۔

حضرت حکیم العصر کی مختصر آپ بیتی:

اور اس چک میں سارے کے سارے لوگ لدھیانہ کے رہنے والے ہی ہیں اور پاکستان بننے سے پہلے جو لوگ یہاں آ کے آباد ہوئے وہ ضلع لدھیانہ تحصیل جگراؤں اور قصبہ علی گڑھ سے تعلق رکھنے والے تھے ممکن ہے بعد میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے ہوں ورنہ اصل کے اعتبار سے یہاں تحصیل جگراؤں کے لوگ آباد ہوئے ہیں اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بھی علی گڑھ کا ہوں، تحصیل جگراؤں اور بستی علی گڑھ میرے آباء واجداد وہیں کے رہنے والے ہیں۔

لیکن ہم آئے ہیں پاکستان بننے کے بعد، آپ کی برادری اور میری برادری ایک ہی ہے میں بھی آرائیں برادری سے ہوں، میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا جب یہ پاکستان بنا ہے اور میری عمر چودہویں سال میں تھی پاکستان بننے کے بعد گوجرہ کے پاس ایک چک میں آ کر ٹھہرے تھے اور آٹھویں جماعت کا وہ سال میرا ضائع ہو گیا تھا وہ پہلا ہی سال تھا جب میں حاجی یاسین صاحب کے دادا کے ساتھ اور اپنے دادا کے ساتھ وہاں چیچھے سے پیدل چل کے رات کو سرابہ پہنچے تھے اور سرابہ سے چل کے یہاں آئے تھے اور یہاں آ کے رات گذاری تھی گویا کہ پاکستان بننے کے بعد پہلے سال ہی میری حاضری اس چک کے اندر اپنے دادا کے ساتھ جو علی گڑھ کے تھے اور حاجی یاسین کے دادا کے ساتھ

جو علی گڑھ کے تھے میں پہلی دفعہ یہاں آیا تھا یہ اپنی پرانی نسبت بتا رہا ہوں اس چک کے ساتھ، میرا اماموں خاندان جگراؤں کا تھا وہ سب ستائیس میں بیٹھے ہیں اور آپ سب ان کو جانتے ہیں میں چونکہ پاکستان بننے کے بعد آٹھویں جماعت کا امتحان دے کر مدرسہ میں آ گیا اور مدرسہ میں آتے ہی جامعہ ربانیہ میں جن ساتھیوں کے ساتھ دوستی لگی اور ان کے ساتھ برادرانہ تعلق قائم ہوئے۔

ان میں سے اول نمبر پر مولانا منظور محسن صاحب کا ہے گویا کہ ان کے ساتھ ہماری دوستی اور ہمارے ہاں حساب چلتا ہے عربی کا اور عربی سال کے اعتبار سے پاکستان کو بنے ہوئے پینسٹھ (65) سال ہو چکے ہیں اور انگریزی لحاظ سے تریسٹھ (63) ہوئے دو سال کا فرق پڑ گیا تو پینسٹھ سال پاکستان کو بنے ہوئے ہو گئے تو غالباً تریسٹھ سال پہلے بھائی منظور محسن صاحب سے دوستی لگی، یہ یہاں سے سائیکل پر جایا کرتے تھے اور میں جامعہ راہ سے پیدل آیا کرتا تھا تو وہاں پڑھتے تھے، اور اللہ کے فضل و کرم سے آج تک وہ برادرانہ تعلقات خوشگوار سے خوشگوار ہوتے چلے گئے تو ہماری ان کے ساتھ پرانی رفاقت ہے۔

میں بھائی یاسین صاحب کو بتا رہا تھا کہ ایک مرتبہ میں طالب علمی کے زمانہ میں ان سے ملنے کے لیے آیا اس وقت شورکوٹ سے تیسرے دن گاڑی چلا کرتی تھی تو صبح صبح ناشتہ کروا کے مجھے اسٹیشن چھوڑنے کے لیے یہ باہر نکلے تو اتنے میں وہ گاڑی آ گئی میں نے کمالیہ جانا تھا تو یہ تو مجھے چھوڑ کے واپس آ گئے اور میں گاڑی پر سوار نہ ہو سکا تو واپس آنے کی بجائے میں نے لائن پکڑی اور پیدل کمالیہ چلا گیا، سردیوں کا زمانہ تھا، نو بجے یہاں سے گاڑی گزرا کرتی تھی اور ایک بجے میں کمالیہ پہنچ گیا ظہر کی نماز میں نے کمالیہ جا کے پڑھی تھی۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس علاقہ کے ساتھ یہاں کے لوگوں کے ساتھ اگر چہ روشناسی براہ راست نہیں لیکن جہاں تک تعلقات کی بات ہے وہ تو جتنا پاکستان پرانا ہے اتنے ہی ہمارے آپس میں تعلقات پرانے ہیں۔

یہ میں نے اس لیے کہہ دیا کہ آپ مجھے اجنبی نہ سمجھنا میں آپ سے ہی ایک ہوں آپ کی ہی برادری سے ہوں اور آپ کے ہی علاقہ کا ہوں، تو لدھیانوی کی طرف نسبت ضلع لدھیانہ کی بنا پر ہے پہلے ان چکوں کا حال ہمیں معلوم ہے کہ دینی تعلیم کا یہاں کوئی خاص چرچا نہیں تھا دین کے اعتبار سے بہت ناواقفیت تھی شور کوٹ کینٹ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی سرپرستی میں مولانا غلام رسول صاحب آکے بیٹھے تو انہوں نے مدرسہ کا کچھ سلسلہ شروع کیا۔

بزرگوں کی آمد ورفت ہوتی تھی بزرگوں کی برکات نصیب ہوتی تھیں وہی مدرسہ جس کو آج آپ جامعہ مدنیہ کے نام سے جانتے ہیں یہ مولوی گل محمد نے ایک کچی سی مسجد بنائی تھی ٹیلوں کے اندر، اس وقت اردگرد سارے ٹیلے ہوتے تھے، اسٹیشن سے اترتے تھے تو لاہوری صاحب کا ڈیرہ سامنے نظر آتا تھا درمیان میں کوئی آبادی نہیں تھی اور اس کے بعد مدت دراز تک اس علاقہ میں کوئی خاص تعلیمی کام نہیں ہوا۔

اٹھائیس چک کے حافظ محمد حنیف صاحب تھے اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے وہ ربانیہ میں پڑھتے تھے اور ان کے بھائی محمد ظریف میرے ساتھی تھے محمد ظریف تو اللہ کو پیارے ہوگئے حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ابھی حیات ہیں فیصل آباد میں پڑھاتے ہیں وہ ہمارے استاد بھی ہیں کیونکہ فارغ ہونے کے بعد انہوں نے وہیں پڑھانا شروع کیا تھا ابتدائی کتابیں ہم نے ان سے پڑھی ہیں وہ ہمارے استاد بھی ہیں ان کی وجہ سے بھی اس علاقہ میں کچھ تھوڑا سا علم کا چرچا ہوا۔

لیکن اب کچھ زمانہ سے الحمدللہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کچھ مدارس کا سلسلہ قائم ہوا اور مدارس کا سلسلہ قائم ہونے کے ساتھ دین کی تعلیم اب ان چکوں کے اندر عام ہوتی جارہی ہے اور یہ بہت اچھی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ جاری کر دیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ علم کے بغیر انسان اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کرسکتا۔

ہمارے معاشرے میں جہالت کی زندہ مثالیں:

بسا اوقات جہالت کے ساتھ انسان اپنے ایمان کو ضائع کر بیٹھتا ہے اور پتہ بھی نہیں ہوتا قرآن کریم کا پڑھنا اور اس کا صحیح پڑھنا دین کے مسائل کا جاننا یہ مدارس میں پڑھے بغیر یا مدارس سے تعلق کے بغیر نہیں ہوتا ویسے چونکہ کوئی خاص تقریر تو میں نہیں کر رہا الٹی سیدھی باتیں آپ کو سنا رہا ہوں بے علمی کی بات آپ کو سناتا ہوں کہ پاکستان بننے سے پہلے پہلی دفعہ ہمارے گاؤں میں تبلیغی جماعت آئی اور یہ کم از کم 1945ء یا 1946ء کی بات ہوگی چند آدمی آئے آکر مسجد میں ٹھہرے تو گاؤں میں مشہور ہوا کہ کلمہ والی جماعت آگئی ہے جو لوگوں کو کلمہ پڑھاتی ہے ہم چھوٹے چھوٹے تھے وہ گشت کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا تو مجھے ان کی ایک بات اس وقت سے یاد ہے۔

مثال نمبر ا:

ایک آدمی کو انہوں نے بلایا، بلا کے کہتے ہیں کہ بھائی کلمہ سنا اس شخص نے اپنی دیسی دیہاتی زبان میں کلمہ پڑھا لا الہٰ الا اللہ (لام کے نیچے کسرہ) تو وہ جو متکلم تھے تبلیغی جماعت والے وہ بڑے پیار اور محبت سے کہتے ہیں کہ میرے بھائی کلمہ اس طرح نہیں ہے، لا الہٰ اِللِللہ نہیں ہے لا الہٰ الا اللہ ہے کلمہ یوں ہے پھر اس کو سمجھانے کے لیے کہتے ہیں کہ دیکھو عربی زبان میں بھی اور آپ کی زبان میں بھی زیر زبر کے ساتھ اتنا زبردست فرق واقع ہو جاتا ہے کہ بات کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔

اب الا اللہ صحیح ہے اور الِاَ اللہ صحیح نہیں ہے تو مجھے یاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ بکری کسے کہتے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ بکری ایک جانور ہے وہ کہتے ہیں کہ بکری کسے کہتے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ بکری دکان پر ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا دیکھ بکری میں ب کے اوپر زبر ہے اگر آپ بکری بولیں گے تو چار ٹانگوں والا جانور مراد ہے اور اگر اس ب کے زبر کو زیر سے بدل دیں اور بکری بنا دیں

تو اس سے دوکاندار کی بکری مراد ہوگی تو زبر اور زیر کے ساتھ اس طرح فرق پڑ جاتا ہے اس مثال کے ساتھ اس نے دیہاتی کو سمجھایا کہ یہ الا اللہ ہے اِلّا اللہ نہیں ہے اگر آپ زبر کی بجائے زیر پڑھیں گے تو ایسے ہوگا جیسے آپ نے بکری کی بکری بنادی اتنے اچھے انداز کے ساتھ انہوں نے سمجھایا دیہاتوں میں کلمہ عام طور پر اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔

مثال نمبر۲:

اور عورتوں کو آپ نے سنا ہوگا شاید اس وقت تک بھی رواج ہو پہلے تو عام طور پر سنتے تھے بعد میں میں نے کئی دفعہ عورتوں کے مجمع میں ان کو اس طرف متوجہ بھی کیا ہے جب وہ کلمہ پڑھتی تھیں تو پڑھا کرتی تھیں '' لاالہ الاالله محمد پاک رسول الله''۔

اب یہ پاک کا لفظ جو درمیان میں بڑھایا ہوا تھا تو آپ جانتے ہیں کہ پاک تو سرے سے عربی کا لفظ ہی نہیں ہے عربی میں تو پ آتی ہی نہیں ہے لیکن عام طور پر اس طرح پڑھتی تھیں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تک اہل علم کے ساتھ تعلق نہ ہو تو چھوٹی چھوٹی بات کے ساتھ بھی انسان اپنی نیکی برباد کر لیتا ہے، اور معمولی بات کی رعایت نہ رکھنے کے ساتھ بات کہاں پہنچ جاتی ہے تو'' لاالہ الاالله محمد رسول الله ''یہ کلمہ صحیح کروایا ہے تبلیغی جماعت نے عام لوگوں کو جبکہ ناواقفیت کی بناء پر لوگوں کو صحیح کلمہ بھی نہیں آتا تھا۔

مثال نمبر۳:

یہ آپ نے گھروں میں دیکھا ہوگا شاید اسوقت تک بھی یہ جہالت گھروں میں باقی ہو خاص طور پر عورتوں میں کہ فرض نماز بھی بیٹھ کر پڑھتی تھیں کھڑے ہو کے اللہ اکبر کہہ کے نیت باندھ لینی ہے اور دوسری رکعت میں بیٹھے رہنا ہے فرض نماز بیٹھ کر پڑھتی تھیں اور یہ مسئلہ ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ فرض نماز اس شخص کے لیے جو کھڑے ہو کر پڑھنے پر قادر ہے اگر وہ بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ قیام فرض ہے اس فرض کے چھوڑنے کا مطلب ایسے ہے جیسے کوئی نماز میں رکوع نہ کرے، کوئی نماز میں سجدہ نہ کرے، اب ایک عورت اپنے

آپ کو نیک سمجھتی ہے اور اپنے طور پر وہ نماز پڑھتی ہے اور اپنے دل میں خوش ہے کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے۔

حالانکہ مسئلہ کی رو سے اس کی نماز ہوئی ہی نہیں ہے جہالت کے ساتھ یوں سارے کا سارا قصہ خراب ہو جاتا ہے۔

نماز اور قرآن پڑھنا آپ کی پریشانی کی وجہ ہے:

ایک واقعہ ہے کہ میرے پاس کہروڑ پکا میں دہاڑی کے علاقہ سے ایک پڑھی لکھی عورت آئی وہ سوشل ورکر تھی خدمت خلق کرنے والی تھی پڑھی لکھی عورت تھی پہلے اس کا کوئی رابطہ نہیں تھا لیکن ہمارے ایک شاگرد تھے اس علاقہ میں انہوں نے اس کے گھر پہنچنے کے بعد مجھے گھر سے اطلاع دی کہ ایک عورت ملنے کے لیے آئی ہوئی ہے تو میں اپنے کمرے سے اٹھ کر گھر آیا برقعہ تو اس نے اوڑھا ہوا نہیں تھا لیکن شرافت کے ساتھ سر کے اوپر دوپٹہ لیا ہوا تھا تو آتے ہی اس کے ہاتھ اور پاؤں پر میری نظر تو پڑ گئی میں نے پوچھا محترمہ! کیسے آنا ہوا؟

(پندرہ، سولہ سال پہلے کی بات ہے) کہنے لگی کہ میں ایک پریشانی میں مبتلا ہوں کہ میں قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتی ہوں، نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتی ہوں لیکن میں بہت پریشان ہوں میرا قلب بڑا پریشان ہے مجھے سکون حاصل نہیں ہے سمجھ میں نہیں آ رہی کہ یہ پریشانی مجھے کیوں ہے؟ اپنے خیال کے مطابق میں نماز پڑھتی ہوں، عبادت کرتی ہوں، لیکن پریشانی نہیں جاتی میرا دل بہت پریشان ہے تو میں نے اردگرد سے پوچھا کہ علاقہ کے اندر کوئی عالم آدمی موجود ہو جس کے سامنے میں اپنی مشکل پیش کروں اور وہ مجھے اس کا حل بتائے کہ میرے دل دماغ کے اندر سکون آ جائے، پریشانی ختم ہو جائے تو یہ آپ کا شاگرد مجھے ملا تو میں نے اس سے پوچھا تو اس نے آپ کا پتہ بتایا تو میں اس لیے آپ کو ملنے

آئی ہوں اور یہی مسئلہ لے کر آئی ہوں کہ باوجود اس بات کے کہ میں قرآن پڑھتی ہوں تسبیحات پڑھتی ہوں، نماز پڑھتی ہوں لیکن مجھے بے قراری بہت ہے بے سکونی ہے۔

میں نے اس سے کہا (یہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو سنانے کی بات ہے ذرا توجہ کریں) محترمہ! برا نہ ماننا آپ کا نماز پڑھنا، آپ کا قرآن پڑھنا یہ آپ کی پریشانی کی وجہ ہے جتنا قرآن آپ پڑھیں گی، جتنی نماز آپ پڑھیں گی اتنی زیادہ پریشانی ہوگی آپ کو سکون نہیں آئے گا۔

وہ میرے منہ کی طرف دیکھے کہ یہ کیا الٹا معاملہ ہوا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ اطمینان آیا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تیری نماز اور تیرا قرآن ہی تیرے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے میں نے کہا ذرا توجہ سے میری بات سننا کہ میں جب اندر کمرے میں آیا تھا تو میری نظر آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر پڑی تھی اور میں نے دیکھا کہ تیرے ہاتھوں کے ناخنوں پر بھی اور تیرے پاؤں کے ناخنوں پر بھی ناخن پالش بہت موٹی تہہ کے ساتھ جمی ہوئی ہے تو جب تو نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں پر یہ ناخن پالش کی موٹی تہہ جمی ہوئی ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ناخنوں پر یہ ناخن پالش کی تہہ جمی ہوئی ہو اس کا وضو نہیں ہوتا، غسل نہیں ہوتا۔

مہندی اور ناخن پالش:

ایک ہے مہندی کا رنگ وہ ٹھیک ہے اس کی تو حدیث شریف میں ترغیب آتی ہے کہ عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت پر انکار کیا ہے کہ تو عورت ہے اور تیرے ہاتھوں پر رنگ نہیں ہے کم از کم تیرے ناخن تو رنگے ہوئے ہوتے (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۳)، مہندی کی ترغیب ہے تاکہ زنانہ اور مردانہ ہاتھ میں فرق ہو، مردانہ ہاتھ مہندی والا نہیں ہوتا اور عورت کا ہاتھ مہندی والا ہوتا ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ہاتھوں کے ناخنوں کو رنگ کے نہ رکھتی؟ ناخن پر دیر تک رنگ باقی رہ جاتا ہے تو جس کے ناخنوں پر بھی رنگ نہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے مہندی لگائی ہی نہیں ہے اور آج کی تہذیب نے یہ ناخن پالش بنا دی وہ تو ایسے جمتی ہے ناخن کے اوپر کہ اگر آپ کھرچیں گے تو ٹکریاں اکھڑتی ہیں اور یہ مسئلہ ہر کتاب میں موجود ہے کہ عورت اگر آٹا گوندھتی ہے اور آٹا گوندھتے ہوئے اس کے ناخن کے اوپر کہیں آٹا جمارہ جاتا ہے تو وضو نہیں ہوتا جس وقت تک اس آٹے کو کھرچ نہ لے تو جیسے آٹا جمارہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اسی طرح اگر ناخن پالش لگی ہوئی ہے تو اس سے بھی وضو نہیں ہوتا جب وضو نہیں ہوگا تو آپ کی نماز بے وضو ہوئی تو بے وضو نماز پڑھنا عبادت نہیں یہ تو بہت بڑا جرم ہے اور صرف وضو ہی نہیں آخر عورتوں کے اوپر مہینہ میں ایک دفعہ وقت ایسا بھی آتا ہے کہ عورت پر غسل کرنا فرض ہے اور جس وقت تک وہ غسل نہیں کرے گی پاک نہیں ہوگی۔

اور اگر اس کے ناخنوں کی کیفیت اسی طرح ہو تو اس کا غسل بھی صحیح نہیں ہے جو غسل فرض ہے وہ بھی ادا نہیں ہوگا۔

اب ایک آدمی یا عورت جنبی ہو اور وہ قرآن پڑھنا شروع کر دے بے وضو ہو اور وہ نماز پڑھنا شروع کر دے تو جیسے جیسے وہ نماز پڑھے گی جیسے جیسے قرآن پڑھے گی اس کے جرائم میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، یہ عبادت نہیں ہے یہ جرم ہے۔

اگلی بات اور بھی سن لو کہ جب یہ ناخن پالش لگی ہوئی ہو تو غسل نہیں ہوتا اور کوئی عورت مرگئی اور اس کے ناخنوں کے اوپر اسی طرح ناخن پالش لگی ہوئی ہے اور اس کو غسل دیا جائے گا تو غسل میت بھی ٹھیک نہیں اور جس وقت تک میت کا غسل ٹھیک نہ ہو اس وقت تک اس کا جنازہ بھی ٹھیک نہیں، میت کے جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے میت کے غسل کا صحیح ہونا ضروری ہے اگر میت کو غسل نہ دیا جائے تو اس کا جنازہ نہیں ہوتا تو اب اگر یہ صورتحال ہو کہ

اس حالت اور اس کیفیت میں کوئی عورت مرجاتی ہے اب اسکو غسل دیا جائے گا تو اس کا غسل بھی صحیح نہیں ہوگا جب غسل ٹھیک نہیں ہوگا تو جنازہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔

جہالت علم سے دور ہوگی:

اب بتایئے! کتنی معمولی سی بات ہے لیکن اس معمولی بات سے بے خبری کے نتیجہ میں زندگی بھر کی نمازیں برباد، زندگی بھر کی تلاوت برباد، اور یہ بھی خطرہ ہے کہ شاید بے جنازہ ہی دنیا سے جائے اور ہے معمولی سی بات اب اگر یہ علم نہ ہو تو علم نہ ہونے کے نتیجہ میں کتنا بڑا نقصان ہے۔

- علم آئے گا تو آپ کو صحیح عبادت کرنا سکھائے گا۔
- علم آئے گا تو آپ کو صحیح وضو کرنا سکھائے گا۔
- علم آئے گا تو آپ کو صحیح تلاوت کرنا سکھائے گا ۔
- علم آئے گا تو آپ کو نماز صحیح پڑھنا سکھائے گا۔

جس وقت آپ کی نماز صحیح ہوگی، وضو صحیح ہوگا اللہ کا نام لوگے تو اطمینان بھی نصیب ہوگا ورنہ بے وضو اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور پھر وہ امید لگائے بیٹھا ہو کہ میں نے نماز پڑھی ہے مجھے سکون ملنا چاہیئے یہ اس کی جہالت ہے جب اس کا وضو ہی ٹھیک نہیں ہے تو اس کی نماز صحیح کیسے ہوگی یہ ہے وہ معمولی چیز جو جہالت کی وجہ سے انسان اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

- نہ کلمہ صحیح ہے۔
- نہ وضو صحیح ہے۔
- نہ غسل صحیح ہے۔
- نہ نماز صحیح ہے۔
- نہ تلاوت صحیح ہے۔

زندگی بھر سر مارتے رہو نتیجہ کچھ بھی نہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان اس طرح نقصان میں جاتا ہے جہالت تو مردوں میں بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن مردوں کو پڑھنے پڑھانے کے مواقع پھر بھی زیادہ ملتے تھے اور مستورات کے لیے ایسا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔

تعلیم میں لڑکیوں کا رجحان:

لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اکثر و بیشتر شہروں میں کئی کئی مدرسے طالبات کے قائم ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور بہت کامیاب ہیں ہماری تنظیم ہے پورے ملک میں جسکو وفاق المدارس العربیہ کہتے ہیں اور میں تقریباً (۳۰) تیس سال سے اس کی شوریٰ کا ممبر ہوں میرا اس تنظیم سے تعلق ہے امتحانی کمیٹی کا ممبر بھی رہا اور نصاب کمیٹی کا ممبر بھی رہا۔

اب سالانہ امتحان ان کا آنے والا ہے پورے ملک کا امتحان اکٹھا ہوتا ہے اکٹھے پرچے ہوتے ہیں اکٹھے ہی نتیجہ مرتب ہوتا ہے ہمارے سامنے جو رپورٹ آتی ہے وہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کے مقابلہ میں تعلیم کے میدان میں بڑھتی جا رہی ہے، سکولوں اور کالجوں میں بھی یہی حال ہے۔

آپ دیکھیں گے جب نتائج شائع ہوتے ہیں تو پوزیشنیں زیادہ تر لڑکیوں نے لی ہوتی ہیں سکولوں اور یونیورسٹیوں میں، لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کی تعلیم آگے جا رہی ہے بالکل عربی مدارس میں بھی اسی طرح ہے، اب ایک ایک مدرسہ سے سینکڑوں کے حساب سے جہاں طلباء فارغ ہوتے ہیں، وہاں طالبات بھی فارغ ہوتی ہیں۔

یہ ان کی بھول ہے کہ مدرسے مٹ جائیں گے:

اب اس قسم کے مدرسوں کا قائم ہو جانا یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اس لیے میں عام جلسوں میں بھی کہا کرتا ہوں کہ کفر سارے کا سارا یہود کیا، نصرانی کیا بت پرست کیا یہ اکٹھے ہوئے ہوئے ہیں، پورا کفر اکٹھا ہو کے اسلام کے مقابلہ میں آیا ہوا ہے اور ان کا سب

سے زیادہ زور مدارس کے مٹانے پر ہے کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ جب تک مدرسے باقی ہیں مسلمانوں میں ایمان باقی ہے اور جب مسلمانوں میں ایمان باقی ہے تو جذبہ جہاد بھی ہے اللہ کے لیے اور اللہ کے دین کے لیے مرنے کو ہم شہادت کہتے ہیں اور دین کے ساتھ یہ جذبات پیدا ہوتے ہیں اتنی بڑی قوتیں اتنے بڑے ساز و سامان کے ساتھ وہ آئی ہیں۔

لیکن ایک مسلمان کا جذبہ شہادت ہے جس کے مقابلہ میں آپ نے دیکھا کہ سب کا منہ کالا ہو گیا روس ٹانگیں تڑوا کے چلا گیا اور یہ بیالیس ملکوں کی فوجیں اس وقت افغانستان میں لڑ رہی ہیں اور اب ان کے ناک میں بھی دم آیا ہوا ہے وہ بھی اب بھاگنے کی سوچ رہے ہیں ان کو راستہ نہیں مل رہا (۴۲) بیالیس ملکوں کی فوجیں ہیں نیٹو کے تحت جو اس وقت افغانستان میں ہیں اور آئے دن اب وہ بھاگنے کی سوچ رہے ہیں انشاء اللہ العزیز جیسے روس سے جان چھوٹی اسی طرح ان سے بھی جان چھوٹنے والی ہے۔

لیکن دونوں جگہ جان کا چھڑانا جو ہے اور ان کا منہ کالا کرنا اس جذبہ کے تحت ہے جو جذبہ مسلمانوں میں موجود ہے اللہ کے لیے جان دینے کا جس کو ہم شہادت کہتے ہیں اور یہ جذبہ کس نے باقی رکھا؟ یہ مدارس نے باقی رکھا ہے اس لیے آپ لوگوں کے دل میں مدرسہ کی اہمیت نہیں ان مدارس کی اہمیت پوچھنی ہے تو امریکہ کے صدر سے پوچھو جس کی صبح وشام ان مدرسوں کے تصور سے ہوا نکل رہی ہے ان کو پتہ ہے کہ مدارس کی کیا اہمیت ہے اور مدارس والے کیا سبق پڑھاتے ہیں جس کی بناء پر اتنی بڑی بڑی سلطنتیں اتنے بڑے سامان کے ساتھ آئی ہیں اور ذلیل ہو رہے ہیں اس لیے ان کے ذہن میں اس کی اہمیت ہے وہ اس لیے ان کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔

لیکن ہم برملا، بانگ دھل، علی الاعلان کہتے ہیں کہ یہ ان کی بھول ہے کہ مدرسے مٹ جائیں گے اب تو اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ لڑکیوں کے مدرسے بننے کے ساتھ ہر ہر گھر میں قرآن وحدیث پہنچ رہا ہے یہ کہاں تک مٹائیں گے؟ اب صرف لڑکوں میں نہیں

لڑکیوں میں بھی دین اسی طرح آرہا ہے جس طرح لڑکوں میں تھا اس لیے یہ مٹانے کی بات ان کا وہم ہے یہ نہیں مٹ سکتے اور انشاء اللہ دن بدن بڑھیں گے۔

مبارک ہے وہ بندہ:

اور جو لوگ اس قسم کے مرکزوں کے قائم ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے ان کو بھی مبارک باد دی ہے۔ **طوبی لعبدٍ جعلهُ الله مفتاحاً للخير و مغلاقاً للشر وويل لعبد جعلهُ الله مفتاحاً للشر و مغلاقاً للخير** (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۴)

مبارک ہے وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی خیر کے شروع ہونے کا ذریعہ بنا دیا اور کسی برائی کے مٹنے کا ذریعہ بنا دیا اور بدبخت ہے وہ انسان جو کسی برائی کے جاری ہونے کا ذریعہ بنتا ہے اور کسی خیر کے دروازے کے بند ہونے کا ذریعہ بنتا ہے، وہ بندہ بدبخت ہے اس کے لیے ہلاکت ہے بربادی ہے اور جو کسی خیر کے شروع ہونے کا ذریعہ بنے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبارک باد دے رہے ہیں۔

ایک آدمی سینما بناتا ہے وہ شر کا دروازہ کھولتا ہے ایک آدمی مسجد و مدرسہ بناتا ہے وہ خیر کا دروازہ کھولتا ہے تو جو خیر کا دروازہ کھولتا ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک باد دے رہے ہیں اس لیے جہاں گاؤں کے اندر یا کسی جگہ بھی دینی مرکز قائم ہوتا ہے تو یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو مبارک باد ہے جو بھی کسی خیر کے جاری ہونے کا ذریعہ بنے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں لہذا جو لوگ اس سلسلہ میں محنت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مبارکباد کے مستحق ہیں اور جو کوئی برائی جاری کرتا ہے اور خیر کے بند ہونے کا ذریعہ بنتا ہے اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کی خبر دی ہے کہ ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے۔

اختتام:

اس لیے میں اس گاؤں والوں کو خاص طور پر مدرسہ کے منتظمین کو اس کامیاب

کوشش کے اوپر مبارکباد دیتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کو آگے ترقی دو صرف قرآن کریم کے درجہ تک نہیں بلکہ آگے درجہ کتب بھی جاری کرو تا کہ یہاں سے بچیاں بھی عالم بن کر نکلیں اور بچے بھی عالم دین بن کر نکلیں ورنہ پھر جس وقت تک آگے درجہ کتب شروع نہیں ہوتا اس وقت تک اللہ کا اس بات پر شکر ادا کریں کہ محسن صاحب کی سرپرستی میں بہت اچھا مدرسہ قائم ہو گیا۔

یہ اپنے پیر بھائی ہیں العصر تعلیمی مرکز کے نام سے انہی کی سرپرستی اور انہی کی کوشش سے مدرسہ قائم ہوا ہے اور آپ کے علاقہ کے ہی ہیں مفتی شیراز صاحب جو اس مدرسہ کے انچارج ہیں الحمدللہ بہت کامیابی کے ساتھ اس مدرسہ میں درجہ کتب جاری ہے اس کے ساتھ تعاون بھی رکھیں اور اپنے بچوں کو قرآن کریم سے فارغ ہونے کے بعد وہاں درجہ کتب کی تعلیم کے لیے داخل بھی کروائیں۔

اب اس علاقہ کے اوپر اللہ کی رحمت ہے شورکوٹ کینٹ میں جامعہ مدنیہ، باب العلوم اور مدرسہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ چار پانچ مدرسے شورکوٹ میں ایسے ہیں جہاں دورۂ حدیث تک بچیوں کی تعلیم ہے اور اسی طرح پیر محل اور اس کے اردگرد میں مدارس قائم ہو رہے ہیں آپ حضرات کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کریں جو اس سلسلہ کے اندر کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔

(آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
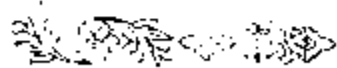
اسلام میں اجنبیت

بمقام: جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تمہید:

ہمارے مکرم محترم اور میرے شیخ کے بڑے صاحب زادہ حضرت مولا نا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم کا بیان آپ نے سنا اور ماہوار" نصرت العلوم" جو رسالہ نکلتا ہے اس کے اداریہ میں اکثر وبیشتر یہ واقعات عالم تحریر کرتے رہتے ہیں اور میں ان کو باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ جس بندے سے چاہے جیسا کام لے چونکہ ان کی پرواز بہت اونچی ہے اور ساری دنیا ان کے زیر قدم ہے اس لیے یہ آپ کو نیویارک ،انڈیا، انگلینڈ کی ان یونیورسٹیوں کی جن کے ہمیں نام بھی نہیں آتے ان کے نام لے کر یہ واقعات بیان کرتے رہتے ہیں۔

اور آپ حضرات کے مستقبل کے متعلق حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو واقعات انہوں نے بیان کیے ان کا تعلق اسی کے ساتھ ہے کہ آپ کا مستقبل روشن ہے یہ اپنی پرواز کے مطابق بات کرتے ہیں اور ہم چونکہ درویش چٹائی نشین اپنی جھونپڑیوں میں رہنے والے ہیں ہمیں رسائی نہیں اس دنیا کے بڑے بڑے اداروں تک اس لیے ہم وہ باتیں تو نہیں کر سکتے جس انداز میں مولانا نے کی ہیں۔

اسلام کی ابتداء اجنبیت:

لیکن مولانا کی باتیں سن کر ذہن ذرا تھوڑا سا متوجہ ہوا کہ میں بھی آپ حضرات کی حوصلہ افزائی کے لیے کوئی دو چار باتیں کردوں، میں اس کو اس انداز میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بدأالاسلام غریبا وسیعود کمابدأ فطوبیٰ للغرباء"(مشکوۃ/۲۹ج/۱) اسلام ظاہر ہوا اجنبی حالت میں، غریب سے یہاں مسکین مراد نہیں ہے جس کے پاس پیسے نہ ہوں بلکہ یہ غریب کا لفظ عجیب کے معنیٰ میں ہے، اجنبی جس کو لوگ پہچانتے نہ ہوں اس لیے مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں، کیونکہ وہ دوسرے علاقہ میں اجنبی ہوتا ہے لوگ اس کو زیادہ پہچانتے نہیں ہیں تو جب یہ اسلام شروع ہوا تھا تو لوگ

اس کو بڑی تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہ بڑی اجنبی سی چیز سمجھی جاتی ہے کتنی اجنبی سمجھی جاتی تھی؟ کہ اشرف المخلوقات، افضل المخلوقات، خلاصہ کائنات، اللہ کی مخلوق سے سب سے برتر، سب سے اعلیٰ بعداز خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر ایسی شخصیت اللہ کی طرف سے اس دین کو لے کر آئی اس کی چالیس سالہ زندگی اہل مکہ کے سامنے تھی اور پھر چیلنج کیا گیا کہ میں تمہارے اندر اتنے سال رہا ہوں۔

کوہ صفا پر اعلان توحید:

بلکہ میں اگر آج کل کی اصطلاح میں عرض کروں کہ سرور کائنات ﷺ نے کلمہ توحید بلند کرنے سے پہلے کوہ صفا پر کھڑے ہو کے قوم سے اعتماد کا ووٹ لیا سب سے پہلے اعتماد کا ووٹ لیا اس زمانہ کے مطابق اعلان کیا قبائل کے سردار پہنچ گئے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو خود نہیں آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا آپ صفا پہاڑ کے اوپر کھڑے ہیں دامن میں سارے کے سارے قریش ہیں تو آپ نے ان کے سامنے سب سے پہلی بات جو کہی تھی تو یہی کہی تھی مجھے بتاؤ کہ میں نے اتنی عمر جو تمہارے اندر گزاری ہے "ھل وجدتمونی" صادقاً او کاذباً " مجھے یہ بتاؤ یہ ہے جس کو میں کہتا ہوں کہ اعتماد کا ووٹ لیا مجھے بتاؤ میں نے اتنی عمر تمہارے اندر گزاری ہے تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟

قوم نے بالاتفاق کہا "ماجربنا علیك كذباً" "ہم نے آج تک آپ پر کسی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا کہ آپ نے کوئی بات کہی ہو اور غلط نکلی ہو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر میں یہ کہدوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو میری تصدیق کروگے؟

اب وہ قریش سامنے کھڑے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ پہاڑی کے پیچھے کوئی لشکر نہیں ہے اور حضور ﷺ نے اگر کے ساتھ ذکر کیا کہ اگر میں کہہ دو کہ پیچھے ایک لشکر کھڑا ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا میری تصدیق کروگے۔

توانہوں نے کہا ہاں کریں گے" ماجربنا علیك كذبا "(بخاری ص ۷۴۳/ج ۲) ہم نے ہمیشہ تجھے سچا پایا ہے کبھی تو نے جھوٹ نہیں بولا جس میں اعتماد اس درجہ میں ظاہر کیا کہ ہماری آنکھ چاہے دیکھے یا نہ دیکھے لیکن تیری زبان بالکل سچی ہے اتنا زیادہ اعتماد کا اظہار کیا چاہے آنکھ نہیں دیکھتی کہ یہاں لشکر موجود ہے۔ لیکن جب تو کہے گا تو ہم کہیں گے سچ ہے اور پھر جس وقت آپ نے اپنے اس دین کا بنیادی کلمہ سنایا کہ لاالہٰ الااللہ" کہو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اسلام میں اجنبیت کا مطلب:

یہاں سے اسلام کی ابتدا ہو رہی ہے" بدأ الاسلام غریبا"، تو یہ کلمہ ان کے لیے اتنا اجنبی تھا کہ اپنے رشتہ دار کا ہر طرح سے لحاظ رکھنے والے کہ اگر وہ غلط کام بھی کر کے آجائے تو رشتہ دار ہونے کی بناء پر قوم اس کی تائید کرتی ہے یہ عرب کا ایک رواج تھا لیکن اس کلمہ کو سننے والے ایسے خلاف ہو گئے کہ سب سے پہلے آپ کے رشتہ داروں میں سے ہی حقیقی چچا ابولہب سب سے پہلے بولا ہے، جو کہتے تھے زندگی میں ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں پایا کبھی آپ جھوٹ نہیں بولے آج وہ بھڑک اٹھا یہ ہے اجنبیت جو اسلام کی ابتداء میں ہوئی کہ سارے کا سارا مجمع بھڑک اٹھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے، تعجب کی بات ہے "تبالك سائر اليوم الهذا جمعتنا"(مشکوۃ ص ۴۶۰ ج ۲) یہ ابولہب کہہ رہا ہے تیرے لیے سارا دن بربادی ہو، کیا تو نے ہمیں اس لیے بلایا تھا اس کلمہ سے اتنی اجنبیت تھی۔

لیکن جب سرور کائنات ﷺ نے اپنی محنت کے ساتھ گلیوں میں، کوچوں میں محلوں میں، مجمعوں میں یہ کلمہ پکارا تو قوم نے کیا تبصرہ کیا قرآن کہتا ہے کہ وہ کہنے لگے کہ یہ پاگل ہو گیا ہے، مجنوں کا لفظ بولا اور مجنون پاگل کو کہتے ہیں یہ ساحر ہے جادوگر ہے اس کی باتیں ایسے اثر کرتی ہیں جیسے جادو اثر کرتا ہے، یہ ایسے تک بندیاں کرتا ہے جس طرح شاعر کرتے ہیں یہ شاعر ہے، کاہن ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جنات سے تعلق ہے اور ان سے

باتیں سن سن کے ایسی باتیں کرتا ہے، یہ کذاب ہے کاذب کا معنیٰ ہوتا ہے جھوٹا اور کذاب کا معنیٰ بہت جھوٹ بولنے والا ہے جس پر چالیس سال کی زندگی کے تجربات کے بعد صادق ہونے کی مہر لگائی تھی آج اس کلمہ کے سننے کے بعد کہتے ہیں یہ تو کذاب ہے، یہ تو مفتری ہے،، مفتری کا معنیٰ باتیں گھڑنے والا جیسے افسانہ نگار باتیں بنالیتے ہیں یہ بھی ویسا ہی ہے یہ ہیں قوم کے تبصرے اسلام کی ابتداء میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ اسلام ان لوگوں کے نزدیک کتنا اجنبیت کا حامل تھا جو گزری آپ حضرات کے سامنے ہے۔

آج پھر وہی حالت:

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو غالب کیا وہ ساری بات چھوڑ تا ہوں کیونکہ وقت مختصر ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں'' وسعیود کما بدأ'' اور لوٹ کے اسلام اسی پوزیشن میں آجائے گا جیسے شروع ہوا تھا تو اس اسلام کی ابتداء میں افضل المخلوقات کو لوگوں نے پاگل قرار دیا تو آج اگر اس دین کے حاملین کو

/// آج کے یہ بدمعاش۔

/// آج کے یہ لُچے۔

/// آج کے یہ شرابی۔

اگر یہ آج مولوی کو پاگل کہیں تو کونسی عجیب بات ہے؟ تو جیسے ابتداء تھی ویسی انتہاء ہے آج کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہوتا ہے اور دنیا میں رہنا کیسے ہے جیسے ان کی بات کو کہتے تھے کہ یہ بات ایسی ہے جو ساری دنیا کو ہمارے خلاف کردے گی اقتصادیات تباہ ہو جائیں گی اگر اسلام کو قبول کرلیا جن کے بت ہم لیے بیٹھے ہیں وہ لوگ آتے ہیں تجارت ہوتی ہے چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ہم کھاتے ہیں عیش کرتے ہیں پیرزادے ہونے کے طور پر ساری آمدنی ہمارے لیے ہے اگر ہم نے یہ کلمہ پڑھ لیا تو سب لوگ ہمارا اقتصادی بائیکاٹ کردیں گے ہمارا گزارہ کیسے چلے گا، مکہ اجڑ جائے گا اسی پیٹ کی

فکر میں انہوں نے یہ سب کچھ کیا تو آج اگر علماء کو لوگ پاگل کہیں تو یوں سمجھو کہ جو حالت ابتداء میں تھی وہی آخر میں آگئی پھر اس زمانہ میں سرور کائنات ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا جس انداز میں وہ کرسکتے تھے جو ان کے بس میں تھا انہوں نے کیا۔

اس وقت ٹھیک ہے کہ ٹیلی ویژن نہیں تھا اور ریڈیو نہیں تھا لیکن آپ نے سیرت کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ مکہ معظمہ چونکہ بین الاقوامی شہر تھا اور اس میں دنیا بھر سے لوگ آتے تھے تو انہوں نے مکہ میں آنے والے راستوں کے اوپر اپنے لوگ بٹھائے ہوئے تھے اور ہر باہر سے آنے والے کو کہتے تھے کہ مکہ میں ایک دیوانہ ہے اس سے بچ کے رہنا اس کے قریب نہ جانا ورنہ جیسے وہ بے عقلی کی باتیں کرتا ہے تم بھی بے عقل ہو جاؤ گے اس سے زیادہ اس وقت پروپیگنڈے کے لیے شاید سوچا ہی نہیں جاسکتا تھا۔

جتنا انتظام انہوں نے کیا ہے، باہر بیٹھے ہیں اور ہر آنے والے کو سمجھاتے ہیں کہ یہاں ایک پاگل ہے اور وہ جادوگر بھی ہے اگر تم اس کے پاس چلے گئے تو وہ ایسا ہے کہ

- ...... بیوی کو خاوند سے لڑادیتا ہے۔
- ...... خاوند کو بیوی سے لڑادیتا ہے۔
- ...... اولاد کو ماں باپ سے لڑادیتا ہے۔
- ...... والدین اولاد سے لڑپڑتے ہیں۔
- ...... گھر گھر میں فساد ہوگیا ہے
- ...... اس سے بچنا۔
- ...... اس کے قریب نہ جانا۔

یہ ان کے تبصرے تھے اور ان کے پروپیگنڈے کے یہ انداز تھے میں پوچھتا ہوں کہ آج کے دور اور اس دور میں کیا فرق نظر آتا ہے؟ جو انداز اس وقت تھا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا تو کیا آج بھی وہی انداز نہیں ہے؟

یقیناً ہے تو جو حالت ابتداء میں تھی وہی حالت عود کر کے آ رہی ہے تو اگر وہ عود کر کے آ گئی تو ابتداء کے حالات پر نظر ڈالتے ہوئے خوش رہنا چاہیئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا نسب نامہ صحیح ہے اس لیے " طوبیٰ للغرباء " کا یہ لوگ مصداق ہیں جو معاشرے میں۔

☆......اجنبی سمجھے جاتے ہیں۔

☆......فسادی سمجھے جاتے ہیں۔

☆......گڑبڑ کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔

☆......تخریب کار سمجھے جاتے ہیں۔

اصل کے اعتبار سے طوبیٰ ان کے لیئے ہے، مبارک ان کے لیے ہے۔

کیا پروپیگنڈوں نے حق کا راستہ روک لیا؟

لیکن پروپیگنڈوں نے کیا حق کا راستہ روک لیا؟ نہیں رکا، مشکلات تو پیش آئیں اس میں کوئی شک نہیں وہ سختیاں برداشت کیں کہ آج زیادہ سے زیادہ سزا کا تصور اگر کوئی کر سکتا ہے تو میرا خیال ہے کہ لال مسجد کی طالبات کے ساتھ جو کچھ ہمارے مہربانوں نے کیا شاید یہ اس دور میں سزا کی آخری آخری صورت تھی جو سوچی جا سکتی تھی اور ان کے خیال میں جو صورت آخری سے آخری تھی آپ پڑھتے رہتے ہیں کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ باندھی دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھی ایک اونٹ کو ایک طرف ہانک دیا دوسرے کو دوسری طرف ہانک دیا اور چیر کے رکھ دیا گیا اس وقت اس سزا سے زیادہ کا تصور کیا جا سکتا تھا؟ یہ راستہ روکنے کے لیے اتنی زبردست سزائیں دیں، لیکن ہوا کیا؟

ایسی باتوں سے راستے نہیں روکے جایا کرتے اس وقت روئے زمین کے اوپر دو بڑی سلطنتیں تھیں یوں سمجھو کہ ساری دنیا کے اوپر دو سلطنتوں کا قبضہ تھا ایک کسریٰ کی سلطنت

اور ایک قیصر کی، رومی اور فارسی یہ دو سلطنتیں تھیں ہر طرح سے مہذب، ہر طرح سے فن حرب کو جاننے والے، پوری دنیا کے وسائل کے اوپر قابض، تربیت یافتہ فوجیں رکھنے والے آپس میں جب لڑتے تھے تو کبھی وہ ان کو نقصان پہنچا دیتے تھے اور کبھی یہ ان کو نقصان پہنچا دیتے تھے نہ وہ ان کو مٹا سکے اور نہ یہ ان کو مٹا سکے، دونوں سلطنتوں کا ٹکراؤ تھا۔

لیکن دونوں سلطنتوں میں سے کوئی سلطنت دوسرے کو مٹا نہ سکی، لیکن یہی مسکین ٹولہ جن کو سمجھتے تھے کہ ان کو دنیا میں رہنا نہیں آتا کہ دنیا سے بنانی کیسے ہے اور نبھانی کیسے ہے جن کی تلواروں کے اوپر نیام نہیں تھے چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے، جن کو کھانے کے لیے ملتا نہیں تھا چوبیس گھنٹے میں ایک ایک کھجور ملتی تھی، جنہوں نے بھوک کیوجہ سے اپنے پیٹ کے اوپر پتھر باندھ رکھے تھے یہ مساکین جن کے متعلق وہ لوگ یہ تبصرے کرتے تھے یہ تیسری طاقت درمیان سے ایسے اٹھی کہ جس نے روم کو بھی تباہ کر کے رکھ دیا اور فارس کو بھی تباہ کر کے رکھ دیا۔

رستم کو چت کس نے کیا تھا:

آج لوگ رستم کا نام لیتے ہیں تو ذہن میں ایک عظمت آتی ہے کہ یہ رستم ہند ہے، یہ رستم عالم ہے، بڑے پہلوان کو یہ لقب دیتے ہیں تو رستم کے نام کی عظمت جہالت کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں یوں بیٹھی ہوئی ہے۔

لیکن ان کو یہ یاد نہیں کہ رستم کو چت کس نے کیا تھا اس کو لوگ بھول گئے، مشکوٰۃ شریف میں روایت موجود ہے اور ان طلباء نے کتاب الجہاد میں پڑھی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب فارس کے مقابلہ میں گئے تو فارس کے نوجوانوں کا سالار رستم تھا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رستم اور مہران جو دو بڑے سالار تھے ان کو خط لکھا تھا اور وہ مشکوٰۃ میں مذکور ہے لکھا" من خالد بن الولید الیٰ رستم و مهران "(مشکوٰۃ /۳۴۲ ج/۲) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اللہ کا بندہ خط لکھ رہا ہے رستم اور مہران کی طرف،" السلام

علیٰ من اتبع الھدی "سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے یہ رستم کو خطاب کیا جارہا ہے مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے اور اگر مسلمان ہونے کا ارادہ نہیں تو جزیہ دیدو ہمارے تابع ہو جاؤ یہ بھی ایک بچنے کی صورت ہے، اور تیسری بات جو ہے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صراحت کے ساتھ نہیں بلکہ ایک ایسے بلیغ اشارے کے ساتھ لکھی ہے کہ جس کا جواب نہیں ہے تیسری بات تو تھی کہ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

لیکن یوں نہیں کہا کہ میدان میں آجاؤ بلکہ کہتے ہیں ورنہ یاد رکھو میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جن کو موت کا اتنا شوق ہے کہ جتنا فارس کو شراب کا، فارس والے جتنے شراب کے دلدادہ ہیں میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو موت کے دلدادہ ہیں میں جب طالب علموں کو یہ روایت پڑھایا کرتا ہوں تو میں کہا کرتا ہوں۔

کہ اپنی سادھی سی زبان میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیسری غلطی نہ کرنا، ان مستانوں سے نہ ٹکرانا ورنہ جو مرنے کے لیے تیار ہوتا ہے اس کو مار کوئی نہیں سکتا وہ دوسروں کو مار کے ہی رہتا ہے ان مستانوں سے ٹکرانے کی غلطی نہ کرنا ورنہ یاد رکھو یہ موت کے متوالے ہیں، یہ تو شہادت تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

لیکن جب یہ بات ان کی عقل میں نہیں آئی تو پھر ان کا جو انجام ہوا وہ تاریخ میں لکھا ہوا ہے لیکن یہ تاریخ کی ناانصافی ہے کہ رستم کی بہادری کو تو لوگ جانتے ہیں لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس نے رستم کے چیتھڑے اڑائے اس کو لوگ بھولے بیٹھے ہیں یہ ہے اس تیسری جماعت کا کردار جس کے بڑے کے لیے، جس کے سربراہ کے لیے یہ تبصرے تھے۔

لیکن اس کی برکت کے ساتھ یہ تیسری جماعت جو پیدا ہوئی اس نے فارس کو لتاڑ دیا اور اس نے روم کو بھی لتاڑ کے رکھ دیا ان سلطنتوں کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے:

پھر عام طور پر محاورہ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور پچھلے دنوں میں پھر دنیا دو ملکوں میں بٹی اور آپ سب حضرات جانتے ہیں آپ کے سامنے کی بات ہے روس اور امریکہ، ایک قوت روس کی شکل میں سامنے آئی اور دوسری قوت امریکہ کی شکل میں سامنے آئی دونوں ہی اپنے آپ کو سمجھتے تھے کہ ہمارا مدمقابل کوئی نہیں۔

لیکن آپس میں ان کی سرد جنگ، گرم جنگ جہاں بھی ہوئی کبھی روسی شکست کھا گئے اور کبھی امریکی شکست کھا گئے دونوں ایک دوسرے کو مٹا نہیں سکے۔

لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان سے ایسے مساکین اٹھائے کہ جن کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں، پہننے کو جوتا نہیں، کھانے کو کچھ نہیں، ائیر کنڈیشن کمروں میں نہیں رہتے اور اس تیسری طاقت سے ایک تو ریچھ آیا تھا کودتا ہوا تو ٹانگیں تڑوا کے بھاگ گیا اور جس وقت افغانستان سے روس کا آخری سپاہی نکل رہا تھا تو آپ حضرات کو یاد ہے یا نہیں کہ اخبار میں کارٹون بنا تھا کہ ایک ریچھ ہے اس کے گلے میں رسہ ڈالا ہوا ہے اور آگے ایک آدمی نے رسی پکڑی ہوئی ہے اور ڈگڈگی بجاتا ہوا وہ ریچھ کو پکڑ کے لے جا رہا ہے اور نیچے یہ لکھا ہوا تھا کہ آج روس کا آخری سپاہی رخصت ہو رہا ہے۔

تو جیسے یہ ریچھ ٹانگیں تڑوا کے گیا ایک سلطنت ختم ہوئی تو پھر دوسری کود کے سامنے آ گئی انشاء اللہ یہ بندر بھی دم کٹا کے بھاگنے والا ہے تو کیا پچھلی تاریخ دہرائی جا رہی ہے یا نہیں؟ انشاء اللہ العزیز جیسے مکہ کے مشرک رسول اللہ ﷺ کے متعلق تبصرے کرتے تھے آج دنیا تبصرے کرتی ہے کیا کہوں؟ کس انداز میں کہوں؟

جہاد کی اہمیت:

دلائل کی قوت کمزور نہیں تھی دلائل کی قوت بہت تھی اگر دلائل کی قوت کے ساتھ کفر مٹایا جا سکتا تو سرور کائنات ﷺ کے زمانہ میں کفر کا نام و نشان نہ رہتا۔

⟐......ان سے زیادہ مضبوط دلیل کون دے سکتا ہے؟

⟐......ان سے زیادہ خلوص کس میں ہوسکتا ہے؟

⟐......ان سے زیادہ خیر خواہی اور ہمدردی کس میں ہوسکتی ہے؟

لیکن ان دلائل کی موجودگی کے باوجود جو ان کی زبانوں پر تھا وہ آپ کے سامنے آ گیا تو پھر جس وقت اللہ کے رسول کو ڈنڈا اٹھانے کی اجازت ملی اور ڈنڈا اٹھایا تو چند سالوں میں سب کے دماغ درست ہو گئے، یہ دماغ کا خناس جہاد سے نکلتا ہے دلائل سے نہیں نکلتا اس لیے ساری دنیا کے کفر کی قوت اکٹھی ہو کر لگی ہوئی ہے، کہ یہ جہاد کا سبق بھول جائیں اور انشاء اللہ نہیں بھولیں گے اور اسی راستہ کے ساتھ انشاء اللہ کفر مٹے گا اور اس کا اس طرح یقین ہے جس طرح دوپہر کو سورج کا یقین ہوتا ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ کفر مٹ جائے گا اور صرف کلمہ توحید باقی ہوگا، یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

اسلام ہی غالب ہوگا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر گھر میں اسلام داخل ہو کے رہے گا چاہے کسی عزت والے کی عزت کے ساتھ داخل ہو چاہے کسی ذلیل کو ذلیل کر کے داخل ہو لیکن ہر گھر میں اسلام داخل ہو کے رہے گا اور وہ وقت قریب آ رہا ہے اور وہ وقت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا اور یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اپنے عقیدہ کو درست رکھو اور اخر وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور ان کے نزول کے بعد یہودیت کا نام ونشان بھی مٹ جائے گا جنگ جاری ہے اور جنگ کے دوران میں نہ فتح کا قول کیا جا سکتا ہے اور نہ شکست کا کیونکہ

⟐......⟐ کبھی اُن کے مار لیے۔

⟐......⟐ کبھی اِن کے مار لیے۔

⟐......⟐ کبھی وہ بھاگ گئے۔

﴿……﴾ کبھی یہ بھاگ گئے۔

یہ ہوتا رہتا ہے ہار جیت کا فیصلہ ہوا کرتا ہے جب ہتھیار رکھ دیے جائیں اور انسان کہے کہ اب جنگ ختم ہوگئی تب پتہ چلتا ہے کہ جیتا کون ہے اور ہارا کون ہے؟ لڑائی کے دران میں تو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اس میں کونسی بات ہے کسی محاذ پہ کوئی جیت گیا کسی محاذ پہ کوئی ہار گیا یہ تو ہوتا رہتا ہے۔

لیکن جب جنگ ختم ہوگی تب پتہ چلے گا کہ جیتا کون ہے؟ اور ہارا کون ہے؟ اور اس کا نتیجہ سرور کائنات ﷺ کی سچی زبان نے بتایا ہوا ہے کہ اس جنگ کا انجام یہ ہے کہ یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو پتھر آوازیں دے گا "یَا مُسْلِمُ! هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَرَاءِ یْ فَاقْتُلْهُ" کسی درخت کے پیچھے چھپے گا تو درخت آوازیں دے گا "یَا مُسْلِمُ! هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَرَاءِ یْ فَاقْتُلْهُ" (بخاری ص ۴۱۰/ ج ۱) نہ ان کو پتھروں میں پناہ ملے گی اور نہ ان کو جنگلوں میں پناہ ملے گی اور ان کا نام ونشان بھی مٹ جائے گا، اور دین واحد قائم ہو جائے گا۔

باقی یہ درمیانی حالات ہیں، درمیانی حالات میں تو نشیب وفراز ہوتی رہتی ہے اس لیے یہ درویش یہ دین پڑھنے والے یہ تیسری قوت ہے جس نے ان سب قوتوں کو ختم کرنا ہے، ان شاء اللہ العزیز، اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ بہت بڑی حوصلہ افزائی عالمی سطح پر تو راشدی صاحب نے آپ کو سنادی یہ روایات کی روشنی میں ہم جیسے چٹائی پر بیٹھنے والے جو کچھ سمجھتے ہیں مجھے تو اس پر یقین ہے اس بات کا کہ یہ جنگ اور کشاکشی جتنی بھی جاری ہے اس کا نتیجہ کفر کا خاتمہ ہے آج ہو جائے، کل ہو جائے دو سال لگ جائیں، چار سال لگ جائیں وہ اللہ کے علم میں ہے، مرنا انہوں نے انہی فقیروں کے ہاتھوں سے ہے اس لیے وہ سارے ان سے ڈرتے ہیں یہ چند باتیں حضرت راشدی صاحب کے بیان کی وجہ سے میں نے کہہ دی ہیں۔

آخری حدیث کا درس:

اب اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو شروع کیا تھا "باب بدء الوحی " سے جیسا کہ عنوان ہے" باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اور یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک انوکھا انداز ہے کہ جو کسی دوسرے محدث نے اختیار نہیں کیا اور یہ انوکھا انداز ہی واقعہ کے مطابق ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان علمی رابطہ وحی کے ساتھ ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ کی عبادت کا معنیٰ ہے اللہ کے احکام کے مطابق چلنا اور اللہ کے احکام کو جاننے کا ذریعہ سوائے وحی کے اور کوئی نہیں ہے جن لوگوں نے عقل کے ساتھ یہ کام کرنے کی کوشش کی وہ ایسے بھٹکے کہ

- کوئی پانی کو پوج رہا ہے۔
- کوئی آگ کو پوج رہا ہے۔
- کوئی پتھروں کو پوج رہا ہے۔
- کوئی درختوں کو پوج رہا ہے۔
- کوئی سورج کو پوج رہا ہے۔

دنیا کی کون سی چیز ایسی ہے جس کی عبادت انسان نے نہیں کی اور انسان اس کے سامنے ذلیل نہیں ہوا اس لیے اللہ کی مرضیات معلوم کرنے کا صحیح ترین ذریعہ صرف وحی ہے دین وحی ہے جس کی نسبت وحی کے ساتھ ثابت ہو اور وحی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے اتاری اور اپنے مرضیات ونامرضیات کا مکمل نصاب واضح کر دیا۔

قرآن کریم آیا متن کی صورت میں اور اس کی تشریح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی جو جمع ہو گئی حدیث کی صورت میں، اس کا ذکر کرنے کے بعد پھر اخلاص کی تعلیم دی کتاب الایمان سے بھی پہلے" انما الاعمال بالنیات" اس سے معلوم ہو گیا کہ اخلاص ایمان کے لیے بھی ضروری ہے اگر ایمان بھی اخلاص کے ساتھ نہ لایا جائے تو ایمان بھی معتبر نہیں

آخر ہم پڑھتے ہیں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور منافق بھی پڑھتے تھے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول الله'' اللہ کہتا ہے۔

''اذا جاء ك المنافقون قالو انشهد انك لرسول الله'' جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ''نشهد انك لرسول الله'' اللہ تعالیٰ کہتا ہے مجھے پتہ ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے لیکن یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں اب وہی '' اشهد ان محمد ارسول اللـــه'' ہم کہیں تو سچ ہے اور منافق کہیں تو جھوٹ ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ دونوں کے درمیان فرق اخلاص اور عدم اخلاص کا ہے۔

پھر کتاب الایمان کو ذکر کیا پھر احکام سیکھنے کی ترغیب کے لیے کتاب العلم ذکر کی پھر آگے احکام کا مجموعہ پوری زندگی کے سارے باب گھیر کے رکھ لیے اور پھر عملی زندگی میں پیش آنی والی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے جہاد کا ذکر کیا کہاں جائیں گے؟

- قرآن کا کوئی پارہ اٹھاؤ تو جہاد کا تذکرہ۔
- قرآن کریم کی کوئی سورت اٹھاؤ تو جہاد کا تذکرہ۔
- حدیث شریف کی کوئی کتاب اٹھاؤ تو جہاد کا تذکرہ۔

کہاں تک ہم اس کا انکار کریں گے۔

جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح جہاد فرض ہے اگر چہ موقع محل کے اعتبار سے فرق پڑتا رہتا ہے ہم اس کو چھوڑ کے کہاں جائیں گے؟ کتاب الجہاد میں علمی انداز میں اس کے اصول واضح کرنے کے بعد اس کی عملی شکل کتاب المغازی کے اندر موجود ہے۔

ساری دینی جماعتیں اپنی جگہ اہم ہیں:

درمیان میں افادے کے لیے صرف دو فقروں کا اضافہ کرتا ہوں چونکہ واقعۃً ایک مجلس کے اندر یہ بات ہوئی تھی جہاں پہلی دفعہ مجھے یہ بات کہنی پڑی ایک مجلس میں

پہلے بھی ہو چکی ، دستر خوان پر بیٹھے تھے تو مجاہدین نے شکوہ شروع کیا کہ تبلیغی جماعت والے جہاد کی مخالفت کرتے ہیں میں نے کہا یہ بات غلط ہے جو سمجھدار آدمی ہے کبھی بھی ایسی بات نہیں کرسکتا۔

ان پڑھ آدمی جو حقیقت سے ناواقف ہو وہ تو یہ بات کرسکتا ہے ورنہ تبلیغی جماعت تو ہماری اپنی جماعت ہے ہمارے بزرگوں کی جماعت ہے وہ جہاد کی مخالفت کیسے کرسکتی ہے، میں نے کہا اگر کرتے ہیں تو ان کی ناواقفیت ہے میں نے کہا میں تین فقرے بولتا ہوں ان کو آپ یاد رکھیں ان شاء اللہ سارے اشکال ختم ہو جائیں گے۔

① پہلا فقرہ یہ ہے کہ دین کا بچاؤ مدارس سے ہے، دین نام ہے قرآن، حدیث اور فقہ کے مجموعہ کا اور مدارس اس کو بچائے بیٹھے ہیں،

☆ ...... مدارس حافظ تیار کرتے ہیں۔

☆ ...... محدث تیار کرتے ہیں۔

☆ ...... مفسر تیار کرتے ہیں۔

☆ ...... مفتی تیار کرتے ہیں۔

تو یہ دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے تبلیغ میں آپ چالیس سال لگے رہیں ایک بھی حافظ تیار نہیں ہوتا اور یہاں کوئی تین سال کے لیے آجائے تو حافظ بن جاتا ہے، آٹھ سال کے لیے آجائے تو عالم اور مفتی بن جاتا ہے، تو قرآن، حدیث اور فقہ کا تحفظ جو دین ہے یہ مدارس کے ساتھ ہے اس لیے جو مدارس کی مخالفت کرتا ہے یوں سمجھو اس کو قرآن ،حدیث اور فقہ سے عداوت ہے، دین کا بچاؤ مدارس سے ہے۔

② اور دین کا پھیلاؤ تبلیغ سے ہے تبلیغ کے ساتھ دین کا پھیلاؤ ہے کہ ہمارے اکابر کی بنائی ہوئی اس جماعت نے اللہ کے فضل وکرم سے دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جس زبان

میں تبلیغ نہ ہوتی ہو اور شاید دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں ہمارے یہ بستر اٹھانے والے درویش نہ پہنچے ہوں اور جا کے وہاں دین کی بات نہ پہنچائی ہو۔

④ اتمام حجت مکمل ہو گیا اور خشکی کے آخری کناروں تک کیا سمندروں میں بھی یہ بات پہنچ گئی تو دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے اور تیسری جماعت ہے مجاہدین کی یہ پہریدار ہیں جہاں کوئی رکاوٹ پیش آئے گی تو پھر یہ آگے آجاتے ہیں، راستہ صاف کرنا ان کا کام ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ کر کے دکھایا کہ صرف تبلیغ کافی نہیں بلکہ جس وقت تک مدینہ منورہ میں جانے کے بعد ستر بڑی بڑی چٹانیں اٹھا کے جہنم میں نہیں پھینک دی اس وقت تک گاڑی کے آگے چلنے کا راستہ نہیں کھلا، ستر بڑی بڑی چٹانیں بنی ہوئی تھیں ان کو اٹھا کے جہنم میں پھینکا تو راستہ کھلا اور آگے گاڑی چلی تو رکاوٹیں دور کرنا یہ مجاہد کا کام ہے۔

- اب ہاتھ کا کام اپنا ہے یہ کہے میں جو کام کرتا ہوں پیر نہیں کرتا۔
- پیر کا اپنا کام ہے وہ کہے میں جو کام کرتا ہوں وہ ہاتھ نہیں کرتا۔
- آنکھ کا اپنا کام ہے وہ کہے میں جو کرتی ہوں وہ کان نہیں کرتا۔
- کان کا اپنا کام ہے وہ کہے کہ میں جو کرتا ہوں وہ آنکھ نہیں کرتی۔

تو یہ فضول بات ہے۔

ایک روح کے سارے تابع ہیں، ہاتھ اپنا کام کرے پاؤں اپنا کام کرے، آنکھ اپنا کام کرے، کان اپنا کام کرے، یہ کام تو ایسے ہی چلتے ہیں، مدرسوں والے اپنا فرض ادا کریں اور تبلیغ والے اپنا فرض ادا کریں اگر کہو تو درمیان میں تھوڑا سا اور اضافہ کر دوں ہے تو لطیفہ کی بات بہر حال وہ بات دوستوں نے پسند کی ہے۔

مدارس سمندر ہیں:

بعض دوستوں نے میرے سامنے ذکر کیا تبلیغ کی ترغیب دیتے ہوئے کہ جی انسان کو کنواں نہیں بننا چاہیئے بادل بننا چاہیئے جو بنجر زمینوں میں جا کے برسے اور یہ علماء کرام

جو مدارس میں بیٹھے ہیں یہ کنویں کی طرح ہیں کہ کوئی آ گیا تو پانی پی لیا اور اگر کوئی نہیں آیا تو نہ سہی اور سننے میں آیا ہے کہ اکثر و بیشتر علماء کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یہ دلیل آتی ہے کہ کنواں اور نلکا بننے کی بجائے انسان کو بادل بننا چاہیئے اور وہ بادل بنجر زمینوں میں جا کے برسے یہ ہے اصل کے اعتبار سے کمال۔

میں نے کہا بھائی! ہم تو کنویں اور نلکے کی مثال نہیں ہیں کنویں اور نلکے کی مثال وہ عالم ہوسکتا ہے کہ جو فارغ التحصیل ہونے کے بعد دوکان پر بیٹھ گیا، یا فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے کسی اور کاروبار میں لگ گیا کسی نے مسئلہ پوچھ لیا تو بتا دیا ورنہ نہیں یہ تو ہے کنویں کی طرح اور جو علماء مدارس میں بیٹھے ہیں ان کی مثال تو سمندر کی سی ہے جہاں سے بھاپ کی صورت میں بادل بن کر اٹھتے ہیں اور جا کر بنجر زمینوں میں برستے ہیں اس لیے ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ ہے مدارس اپنی جگہ اہم تبلیغ اپنی جگہ اہم اور جہاد اپنی جگہ اہم اور یہ سارے شعبے امت کے اندر جاری ہوں گے تو ان شاء اللہ دین کا غلبہ ہوگا اور ہو کے رہے گا ان شاء اللہ العزیز جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس کے بعد عبید یہ میں ہی میرا بیان تھا۔

تو میں نے کہا یا اللہ! یہ تو عام طور پر ہے کہ تاریخ دہرائی جاتی ہے مجھے اتنی سی عمر دیدے اپنے فضل و کرم کے ساتھ کہ میں یہ تاریخ دہرائی جاتی ہوئی بھی دیکھ لوں کہ ''اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون'' اگر تو زندگی میں یہ سامنے آ گیا تو ہلکا پھلکا ہو کے قبر میں جاؤں گا ورنہ ذرا گرانی کے ساتھ جاؤں گا جانا تو ہے ہی لگتا ہے کہ یہ بات قریب قریب آ گئی ہے۔

''اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون'' (بقراہ آیت ۵۰) ان شاء اللہ یہ نظارہ بھی دیکھیں گے تو اس لیے حوصلہ رکھنا چاہیئے تبلیغی جماعت والے بھی اپنے ہیں اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور برکت دے (آمین) ہر زبان میں ہر ملک میں الحمد للہ کام جاری

ہے عرض یہ کر رہا تھا کہ کتاب الجہاد کتاب المغازی اس میں جہاد کے علمی مسائل اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عملی نقشہ ہے اور مختلف ابواب اخلاق اور معاملات کے متعلق بیان کرتے کرتے آخر میں پھر کتاب التوحید ذکر کی تاکہ خاتمہ توحید پر ہو اور توحید میں اللہ کی ذات وصفات کا ذکر کرتے کرتے آخری باب وزن اعمال کا ہے کیونکہ انسان کی زندگی کا آخری نتیجہ جو ہے یہ وزن اعمال کے ساتھ ہی ظاہر ہوگا۔

یہاں پھر کچھ مباحث ہیں کہ وزن کیسے ہوگا؟ معتزلہ کیا کہتے ہیں، سب کا ہوگا یا بعض کا ہوگا؟ کس کا ہوگا کس کا نہیں ہوگا یہ بحث بہت لمبی ہے جسکی اب گنجائش نہیں اور نہ یہ بحث عوام کے سامنے کرنے کی ہے طلباء جانتے اور پڑھتے رہتے ہیں ان کو چھوڑ رہا ہوں۔

بلاحساب جنت میں جانے والے:

بہر حال وزن اعمال ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہوں گے جو بلا حساب کے جنت میں جائیں گے اس کی تفصیل بھی حدیث میں موجود ہے لیکن اس میں سے ایک بات میں عام مجمع کے اندر ذکر کیا کرتا ہوں کہ اس طرف اگر آپ توجہ کرلیں تو یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے حشر کے حالات میں کہ جب یہ مخلوق جمع ہوگی اور حساب کتاب شروع ہونے لگے گا تو کافر تو پہلے ہی ایک طرف ہو جائیں گے۔

اب مجمع حساب کا منتظر ہوگا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا "این الذین کانت تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع" (مشکوٰۃ ص ۴۸۷ ج ۲) کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے تھے یعنی جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے تھے اور وہ اللہ کی یاد میں نماز میں مصروف ہوتے تھے "تتجافی جنوبھم" ان کے پہلو جدا رہتے تھے بستروں سے اور وہ پکارتے تھے اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امیدیں رکھتے ہوئے تو لوگوں کے سونے کے وقت میں بستروں کو چھوڑ کر اللہ کی

طرف متوجہ ہونا اور اللہ سے رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اللہ کو پکارنا اور جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اللہ کہے گا کہاں ہیں وہ؟

تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اٹھ کے کھڑے ہو جائیں گے'' **وھم قلیل**'' اور وہ کم ہوں گے کیونکہ زیادہ آبادی ایسی ہے جو اس وقت میں جب اللہ خود پکارتا ہے کہ مجھ سے مانگوں میں دینے کے لیے آیا ہوں، مجھ سے بخشش مانگو میں بخشتا ہوں مجھ سے عافیت مانگو میں عافیت دیتا ہوں، اکثر آبادی اس وقت سوئی ہوئی ہوتی ہے سونے کے وقت میں ہم جاگتے ہیں اور جاگنے کے وقت میں ہم سوتے ہیں۔ یہ ہمارے بدنصیبی ہے اور فرمایا کہ وہ تھوڑے سے ہوں گے تو اللہ کہے گا تم تو جاؤ بلا حساب اور باقیوں کا حساب پھر بعد میں ہوگا گویا کہ رات کو سونے کے وقت میں اللہ کو یاد کرنا اور اس کی رحمت کی امید رکھنا اور خوف کھاتے ہوئے اس کے عذاب سے ڈرنا اور اپنی وسعت کے مطابق اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اس پر بھی بشارت آئی ہوئی ہے۔

اور باقی عام طور پر ذکر باب التوکل میں آتا ہے جو تفصیل طلب ہے اس کو چھوڑتا ہوں اور ستر ہزار بغیر حساب کے جائیں گے اور پھر ایک روایت میں ہے کہ ایک ایک ہزار کی برکت سے ستر ستر ہزار اور جائیں گے، یہ اس امت کے اوپر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلیں گے۔ بہر حال کچھ طبقہ ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کے جائے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ تقلید:

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ قسطاس کا لفظ جو قرآن میں ہے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ عدل ہے یہاں چونکہ یہ صرف ایک لفظ آیا ہے تو میں اشارہ کیا کرتا ہوں کہ اس میں کون سی بات تھی ویسے ہی کہہ دیتے کہ قسطاس عدل کو کہتے ہیں، ''قال مجاھد'' کہنے کی کیا ضرورت تھی یہاں یہ ایک مثال ہے ورنہ فقہی ابواب

بخاری کے اندر جہاں جہاں موجود ہیں وہاں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اکثر و بیشتر اس فقہی مسئلہ کی تائید میں اقوال صحابہ اور اقوال تابعین نقل کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ یوں کہتے ہیں عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ یوں کہتے ہیں، حسن رحمۃ اللہ علیہ یوں کہتے ہیں ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے اقوال تابعین بھی کثرت سے نقل کرتے ہیں، اس بات سے بخاری بھری پڑی ہے تراجم کے اندر اور یہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حجت صرف کتاب اللہ اور حدیث رسول ہے اور آگے کسی چیز کو حجت نہیں مانتے تو کم از کم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر نہ سمجھیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو کتاب اللہ کو بھی حجت قرار دیتے ہیں اور حدیث رسول کو بھی حجت قرار دیتے ہیں، اقوال صحابہ بھی لیتے ہیں اور اقوال تابعین بھی لیتے ہیں اور یہ آپ کے علم میں ہونا چاہیئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اقوال تابعین حجت ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تو تابعی ہیں تو اس کا قول حجت کیوں نہیں؟

اس لئے اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیتا ہے تو یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ ان کے اقوال حجت ہیں ورنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود ان کے اقوال کیوں لیتے؟

تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل مقلدین کے موافق ہے غیر مقلدین کے موافق نہیں ہے۔ ایک روایت سند کے ساتھ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کم از کم میرا خیال ہے کہ پانچ جگہ نقل کی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیمار تھے اور بالا خانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے صحابہ کرام بیمار پرسی کے لیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کے نماز پڑھائی اور صحابہ نے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ تو صحابہ بیٹھ گئے اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ" اذا صلی الامام جالساً فصلّوا جلوساً " اس قسم کے الفاظ ہیں کہ جب امام بیٹھا ہو تو تم بھی بیٹھ کر پڑھا کرو۔

یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار پانچ جگہ صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے اور ایک جگہ نقل کر کے وہ کہتے ہیں کہ اس روایت پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

کیوں؟ ''قال الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ'' میرا استاد حمیدی کہتا تھا کہ یہ منسوخ ہے یہ پہلے کا واقعہ ہے اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کے نماز پڑھائی تھی اور صحابہ نے کھڑے ہو کے پڑھی لہذا آخری عمل کو لیا جائے گا۔

اب اپنے استاد حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح ترین روایت کو چھوڑ رہے ہیں تو اگر ہم کہہ دیں کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ روایت منسوخ ہے تو اس میں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں کیا فرق ہے؟ وہ بھی تو اپنے استاد کا حوالہ دیتے ہیں کہ چونکہ میرے استاد نے کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے تو پھر اعتراض کیوں ہے؟

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو پہلی صدی کے آدمی ہیں، تابعین میں سے ہیں اور حمیدی تو بہت بعد میں ہوئے ہیں تیسری صدی کے آدمی ہیں اس لیے صحیح بخاری کے اوپر قبضہ احناف کا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ملک کے اندر چل پھر کے دیکھو دیواریں بول رہی ہیں اخبار بول رہے ہیں'' ختم صحیح البخاری ختم صحیح البخاری'' اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سارے ہی حنفیوں کے مدرسے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی حدیث شریف حنفیوں کے مدرسوں میں پڑھی جاتی ہے کہیں نہیں پڑھی جاتی اور یہ جھوٹ بولتے ہیں۔

علم حدیث اور احناف:

جو کہتے ہیں کہ حنفی حدیث کی پرواہ نہیں کرتے پڑھتے ہم ہیں اور الٹا الزام بھی ہمارے اوپر ہے اور پھر یہ بھی یاد رکھیے! کہ صحیح بخاری کے ختم کا یہ معنی نہیں کہ ان بچوں نے صرف بخاری پڑھی ہے۔

- انہوں نے جامع ترمذی بھی پڑھی ہے۔
- انہوں نے صحیح مسلم بھی پڑھی ہے۔

- انہوں نے سنن ابی داؤد بھی پڑھی ہے۔
- انہوں نے سنن نسائی بھی پڑھی ہے۔
- انہوں نے مؤطین بھی پڑھے ہیں۔
- انہوں نے سنن ابن ماجہ بھی پڑھی ہے۔
- انہوں نے طحاوی بھی پڑھی ہے۔

پوری کتابوں پر عبور حاصل کیا ہے، بخاری کا عنوان تو اس لیے آ گیا کہ ان کتابوں میں سے تقدم اس کو حاصل ہے اور صحت کے اعتبار سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا معیار افضل ہے۔

اس لیے صحیح بخاری کے عنوان پر جلسہ ہو جاتا ہے ورنہ حدیث کا سارا ذخیرہ یہ لوگ پڑھتے ہیں تو یہاں مجاہد کا نام لے کر جو کہا تو معلوم ہو گیا کہ کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ دین کو تحقیق کے ساتھ لیا جائے اپنے بڑوں کے اقوال لو اور ان کے ساتھ قرآن وحدیث کو حل کرو آگے وہ معنی ہے کہ قسط اگر باب افعال سے آئے تو انصاف کرنے کے معنیٰ میں ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے،''ان الله یحب المقسطین''اور مجرد سے آئے تو ظلم کے معنیٰ میں ہے جیسے کہ قرآن میں ہے''واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا'' اور ہمارے استاذ حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ قسط اصل کے اعتبار سے حصہ کو کہتے ہیں اور اس میں دونوں باتیں لگتی ہیں کہ اپنا حصہ لو دوسرے کے حصہ میں تصرف نہ کرو تو یہ انصاف ہے اور اگر اپنے حصہ سے آگے بڑھ کر دوسرے کے حصہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرو تو یہ ظلم ہے اس لیے اس کے ساتھ دونوں باتیں آ جاتی ہیں تو یہ مجرد سے ظلم کے معنیٰ میں آتا ہے،اور مزید سے انصاف کے معنیٰ میں آتا ہے اور حدیث میں'' ثقیلتان فی المیزان '' یہ اس ترجمۃ الباب کی دلیل ہے کہ اعمال واقوال تولے جائیں گے یہ قول ہے اور اعمال واقوال کا چونکہ مسئلہ ایک ہی ہے کہ جن کے نزدیک تولے جائیں

گے دونوں تولے جائیں گے اور جن کے نزدیک نہیں تولے جائیں گے دونوں نہیں تولے جائیں گے لعدم القائل بالفصل کے تحت ایک کی دلیل دوسرے کی دلیل ہے اس لیے یہ قول کے وزن کی دلیل ہے تو فعل کے وزن کی بھی دلیل ہے یہ تو مناسبت ہے اس روایت کی اس ترجمۃ الباب کے ساتھ یہ مناسبت قریبہ ہے اور اس کی مناسبت کتاب التوحید کے ساتھ وہ بھی یہی ہے کہ ان الفاظ سے توحید بھی ثابت ہوتی ہے'' سبحان الله ''میں آ گیا کہ اللہ میں عیب کوئی نہیں'' وبحمده '' میں آ گیا کہ اس میں ساری اچھی صفات ہیں اور جس میں عیب کوئی نہ ہو ساری اچھی صفات ہوں عظمت اسی کے لیے ہے تو اس سے اقتضاء لا الہ الا الله ثابت ہو گیا کہ پھر اس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود بھی نہیں تو یہ دو کلمے ان چاروں کلموں کا خلاصہ ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ

'' احب الكلام الىٰ الله اربع سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبـــر '' (مشکوٰۃ ص ۲۰۰ ج ۱) اور اس تسبیح پر خاتمہ یہ اللہ کے ذکر پر خاتمہ ہے تو گویا کہ سبق دے دیا کہ دین لو وحی سے، اخلاص پیدا کرو عمل کرو فکر آخرت کے ساتھ، وزن اعمال سے فکر آخرت کی طرف اشارہ ہو گیا خاتمہ اللہ کے ذکر پر ہو تو ان شاء اللہ العزیز دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی کامیابی ہوگی۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لااله الاانت استغفرك واتوب اليك سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين ، والحمد لله رب العالمين ۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
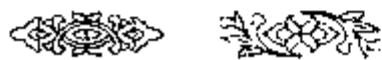
حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اور طلبہ مدارس

بمقام: جامعہ رحیمیہ ملتان

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تمہید:

اس روایت کے راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں یہ روایت اس مقام کے علاوہ بخاری جلد دوم میں دوجگہ آئی ہے ۹۴۸ صفحہ پر باب فضل التسبیح کے تحت اور دوسری ۹۸۸ صفحہ پر آئی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ''زھیر بن حرب رضی اللہ عنہ'' ہیں یہ روایت مع سند اس طرح ہے۔

حدثنا زهير بن حرب قال حدثنا ابن فضيل عن عمارة عن ابى زرعة عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان الى الرحمٰن سبحان الله العظيم سبحان الله وبحمده۔ (بخاری ص ۹۴۸ ج ۲)

اور جو روایت ۹۸۸ صفحہ پر ہے اس میں حضرت امام بخاری کے استاد ''قتیبۃ بن سعید'' ہیں یہ روایت مع سند اس طرح ہے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا محمد بن فضيل قال حدثنا عمارة بن القعقاع عن ابى زرعة عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان الى الرحمان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ۔

ان دونوں روایتوں کے راوی زھیر بن حرب رحمۃ اللہ علیہ اور قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے متن میں تھوڑا سا اختلاف کیا ہے زھیر بن حرب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کا متن اس طرح نقل کرتے ہیں۔ ''كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان الى الرحمان '' اس روایت میں ''حبيبتان الى الرحمان'' آخر میں ہے ''خفيفتان على اللسان ،ثقيلتان في الميزان'' پہلے ہے۔ اور زھیر بن حرب رحمۃ اللہ علیہ اور قتیبۃ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی روایتوں میں ایک دوسرا اختلاف کلمات تسبیح کے

بارے میں ہے قتیبۃ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں تو وہی الفاظ ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور بخاری شریف کی آخری حدیث کے راوی احمد بن اشکاب رحمۃ اللہ علیہ نقل کر رہے ہیں یعنی ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' البتہ زھیر بن حرب یہ الفاظ اس طرح نقل کرتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ وبحمدہ۔

بخاری کی پہلی حدیث بھی غریب اور آخری بھی غریب:

طلباء کے لیے فنی اعتبار سے ایک اہم نقطہ عرض کرتا ہوں کہ بخاری شریف کی آخری روایت جس پر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری ختم کر رہے ہیں اس روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے میں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ متفرد ہیں اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں ابوزرعہ رضی اللہ عنہ متفرد ہیں اور ابوزرعہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں عمارۃ بن قعقاع رضی اللہ عنہ متفرد ہیں اور عمارۃ بن قعقاع رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں محمد بن فضیل رضی اللہ عنہ متفرد ہیں جیسا کہ تینوں سندیں میں نے آپ کے سامنے پڑھ دیں البتہ محمد بن فضیل رضی اللہ عنہ کے آگے تین شاگرد ہیں ''زھیر بن حرب رحمۃ اللہ علیہ، قتیبۃ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن اشکاب رحمۃ اللہ علیہ''۔

بالکل اسی طرح جیسے بخاری شریف کی پہلی روایت جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اس کے ابتدائی راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور شارحین کے بقول ذخیرۂ حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کا اور کوئی راوی نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ متفرد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں علقمۃ بن وقاص رضی اللہ عنہ متفرد ہیں اور علقمۃ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ متفرد ہیں اور یحیی ابن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے آگے یہ روایت مشہور اور متواتر ہو جاتی ہے۔

تو بخاری شریف کی پہلی روایت بھی حدیث غریب ہے خبر واحد کی تین قسموں میں سے خبر غریب ادنی قسم ہے اور خبر عزیز خبر واحد کی درمیانی قسم ہے اور خبر واحد کی اعلی قسم خبر مشہور ہے یہ بحث بہت لمبی ہے اس میں صرف اتنا ہی اشارہ کافی ہے کہ خبر واحد کی

تیسری قسم خبر غریب کو بھی امت کے اندر ہمیشہ حجت سمجھا گیا ہے۔خبر واحد کا انکار کرنے والے منکرین حدیث بہت بعد کی پیداوار ہیں یہ بہت قریبی زمانے میں ہی پیدا ہوئے ورنہ خبر واحد بھی حجت ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے شروع میں اور آخر میں خبر واحد کو ہی نقل کیا ہے اور خبر واحد کی بھی تیسری قسم جس کو خبر غریب کہتے ہیں طلباء کے لیے یہ بات کررہا ہوں عوام کے لیے یہ بات نہیں ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

آج بار بار خیال آرہا تھا کہ ختم بخاری کا درس دیتے ہوئے اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بیان کرتے ہوئے بہت دن ہوگئے لیکن آج جی چاہ رہا ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر سا تذکرہ ہو جائے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ آپ کے علم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو نقل کرنے والوں اور پھیلانے والوں میں سب سے اول نمبر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور صحابہ کرام میں سے کوئی راوی بھی اتنی مقدار میں روایتیں نقل کرنے والا نہیں ہے جتنی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پانچ ہزار روایات کے راوی ہیں اتنی حدیثیں ذخیرہ حدیث میں کسی دوسرے صحابی سے مروی نہیں ہیں۔ جب مدینہ منورہ میں لوگوں کی زبان پر یہ اعتراض آنا شروع ہوا کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تو بہت کم اٹھائی ہے لیکن باتیں بہت کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں خود حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ حدیثیں بہت بیان کرتا ہے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو زمانہ کتنا ملا؟ غزوہ خیبر کے موقع پر یہ مسلمان ہو کر آئے اور صرف تین سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نہ تاجر تھا نہ کاشکار:

اور حضور نے ۲۳ سال زمانہ نبوت گزارا یہ حقیقت ہے کہ صحابہ میں وہ خوش قسمت افراد بھی تھے جو" السابقون الاولون" میں سے ہیں اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر تک ساتھ رہے لیکن وہ اتنی روایات کے راوی نہیں جتنی روایات کے راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کا اعتراض سن کر یہ جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائیوں کے بازار میں کاروبار تھے اور میرے انصار بھائی کاشتکار اور باغبان تھے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نہ تاجر تھا نہ کاشتکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑا رہتا تھا۔

آگے روایت میں یوں آتا ہے "یحضر مالا یحضرون" (بخاری ص ۲۲ ج ا) کہ میں ایسے وقت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا جب دوسرے لوگوں کو حاضری کا موقع نہیں ملتا تھا "ویحفظ مالا یحفظون" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں سن لیتا تھا جو میرے دوسرے بھائی انصاری اور مہاجرین نہیں سن سکتے تھے، یہ بات جو میں نقل کر رہا ہوں صحیح بخاری میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

اس کے بعد کبھی کوئی بات نہیں بھولا:

پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک موقع مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا بھی دیا جو کسی اور کو نہیں ملا، قصہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کوئی ہے جو میرے سامنے دامن پھیلا دے اور میں اس پر کچھ پڑھ کر پھونک دوں اور وہ سینے سے لگالے تو کبھی کوئی بات نہ بھولے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ موقع مجھے ملا میرے پاس صرف ایک ہی چادر تھی جو میں نے باندھی ہوئی تھی اس کے ایک حصہ سے بدن چھپایا اور باقی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھیلا دی آپ نے اس میں کچھ پڑھ کر دم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دم کر کے پھونک کی کیفیت ایسی تھی جیسے لپیں بھر کر کوئی چیز اس میں ڈال رہے ہیں

،میں نے چادر اٹھا کر سینے سے لگالی تو اس کے بعد میں کبھی بھی کوئی بات نہیں بھولا۔(بخاری ص۲۷/۳/ج/۱)

بات کو مختصر کرتا ہوں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ یہ نہ تاجر تھے نہ کاشتکار تھے نہ باغبان تھے، پھر سوال یہ ہے کہ کھاتے کہاں سے تھے؟ یہ صرف ایک ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی مثال دی جارہی ہے ورنہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۶۰، ۷۰ ساتھی اور بھی ہوتے تھے جن کو ہم اصحاب صفہ کہتے ہیں جن کی نہ تجارت تھی، نہ کاشتکاری تھی، نہ باغبانی تھی، ان کے کھانے کا نظم کیا تھا؟ یہ لوگ کہاں سے کھاتے تھے۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ صدقہ کی روٹیوں پر پلتے تھے:

میرے خیال میں اگر یہ نقطہ خاص طور پر طالب علموں کی سمجھ میں آجائے تو شاید سوچ کا زاویہ کچھ بدل جائے۔

یاد رکھیئے! حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے کھانے کا انتظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے ساتھ لوگوں کو بتایا کہ تمہارے مال میں اللہ کا حق ہے جس کو صدقہ خیرات کہتے ہیں، یہ صدقہ خیرات ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا حصہ ہے۔ابوھریرہ رضی اللہ عنہ صدقہ خیرات کی روٹیوں پر پلتے تھے اور علم بھی سب سے زیادہ اس نے پھیلایا جس نے نہ تجارت کی، نہ زراعت کی، نہ باغبانی کی، بلکہ صدقہ خیرات پر گزارہ کیا۔

جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی چیز لے کر آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھتے ہدیہ ہے یا صدقہ؟ ہدیہ اور صدقہ کے درمیان اہل علم فرق جانتے ہیں، کہ ہدیہ وہ ہوتا ہے کہ کوئی انسان اپنے کسی دوست یا بزرگ کو پیش کرتا ہے اور اس کے سامنے صرف اسی کی رضاء اور خوشی ہوتی ہے جس کو ہدیہ دیا جارہا ہوتا ہے، صرف اسی کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے،

ثواب لینا مقصود نہیں ہوتا، اس لیے ہدیہ دولت مندوں کو بھی دیا جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی دیا جاتا ہے اور صدقہ صرف اللہ کے لیے دیا جاتا ہے اور اس سے صرف اللہ کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ ہدیہ اور صدقہ کے درمیان فرق ہے۔

سرور کائنات ﷺ کے پاس جو شخص ہدیہ لاتا اس میں سے آپ ﷺ استعمال فرما لیتے تھے لیکن جو شخص صدقہ لے کر آتا آپ ﷺ فرماتے یہ نہ میرا ہے اور نہ میری اولاد کا ہے یہ اللہ کا مال ہے جو فقراء کا حصہ ہے جو پڑھنے پڑھانے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں، لہذا صدقہ تو ان میں تقسیم ہوتا تھا۔

اس وقت یہ رواج پڑا کہ مسجد کے ساتھ مدرسے کی بنیاد ڈالی جاتی اور مدرسہ میں طلباء قرآن حدیث سیکھتے اور ان طلباء کے لیے صدقہ خیرات اکٹھا کرنا اور ان پر خرچ کرنا چودہ سو سال سے امت کا معمول چلا آیا۔

...... دین نہ تاجروں سے پھیلا۔

...... نہ کاشتکاروں سے پھیلا۔

...... اور نہ باغبانوں سے پھیلا۔

دین اگر پھیلا ہے تو صدقہ خوروں سے پھیلا ہے۔

صدقہ خیرات ہمارے لیے باعث شرف ہے:

لوگ آج طعنہ کے طور پر نقل کرتے ہیں کہ مولوی صدقہ کھاتے ہیں اور خیرات کی روٹیوں پر پلتے ہیں، کیونکہ سارے دین کی نشر و اشاعت کا دارومدار اسی پر رکھا گیا ہے اس لیے ایسی باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں مولویوں سے نفرت پیدا ہو اور وہ مدرسوں میں داخل نہ ہوں بلکہ اپنے کاروبار میں لگے رہیں، اور اپنا کما کر کھائیں کیونکہ جب صدقہ خیرات سے نفرت ہوگی تو نہ کوئی مدرسہ میں آئے گا نہ کوئی پڑھے گا اور نہ ہی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ تیار ہوگا نہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ جیسے دوسرے محدث۔

علماء سے نفرت دلانے کے لیے یہ بات پچھلے دنوں بہت پھیلائی گئی تو جہاں بھی ایسا کوئی تذکرہ سامنے آیا تو میں نے کہا قرآن وحدیث پڑھنے والوں کے لیے تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ خیرات تجویز فرمایا ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے یہی تجویز کیا ہے تو اس کو ہم اپنے لیے باعث شرف سمجھتے ہوئے کھاتے ہیں، ہم اس کو اپنے لیے قطعاً حقارت کا سبب نہیں سمجھتے، اس کے بعد ایک دو اور باتیں کہہ کر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

صدقہ خیرات کے مستحقین قرآن کی روشنی میں:

قرآن کریم میں تیسرے پارے کے شروع میں صدقہ خیرات کے احکام بہت تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں اور صدقہ خیرات کے احکام ذکر کرنے کے بعد آگے آیت اس طرح آتی ہے"**للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لایستطیعون ضرباً فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیمٰھم لایسئلون الناس الحافا**"۔(بقرہ آیت ۲۷۳)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن کے مطابق اس آیت کا ترجمہ وتفسیر کچھ اس طرح ہے"صدقہ وخیرات ان تہی دست لوگوں کے لیے ہے جن کو اللہ کے راستے میں گھیر لیا گیا ہے، کہ چل پھر کر روزی کمانا ان کے بس کی بات نہیں رہی گویا کہ آیت کے اس حصے میں گھیر لینے کے معنی بیان کیے گئے ہیں۔

اس آیت میں" **لایستطیعون** "کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ وہ لنگڑے اور لولے ہیں اس معذوری کی وجہ سے زمین میں چل پھر نہیں سکتے بلکہ اس کا معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کے راستہ میں ایسے محصور ہو کر رہ گئے ہیں کہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے گویا اللہ کے راستہ میں محصور ہونا ہی ان کے لیے معذوری ہے، اس کے علاوہ ان کے لیے اور کوئی معذوری نہیں۔

پڑھنے پڑھانے کی مصروفیت کی وجہ سے ان کے پاس کوئی وقت ہی نہیں ہے جس میں وہ زمین میں چل پھر کر اپنی روزی خود کما سکیں ، وقت نہ ہونے کی وجہ سے اور پڑھنے پڑھانے کی مصروفیت کی وجہ سے وہ کسی اور طرف توجہ دے ہی نہیں سکتے ، نہ تجارت کی طرف اور نہ زراعت کی طرف "یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف" جاہل انہیں اغنیاء یعنی مال دار سمجھتا ہے۔

سوال سے بچنے کی وجہ سے یہاں جاہل سے ایسا ناواقف آدمی مراد ہے جو ان کے حال سے واقف نہ ہو ان کو صاف ستھرا دیکھ کر اور ان کے چہرے پر استغناء کے آثار اور ان کے رہنے سہنے کے طریقے کو دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "تعرفھم بسیمٰھم" کہ اگر تم غور کرو گے اور پہچاننے کی کوشش کرو گے تو غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ اغنیاء نہیں ہیں بلکہ دراصل یہ فقیر ہیں لیکن ان کی شان اغنیاء والی ہے اگر تم غور کرو گے تو پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ ان کی ضروریات کیسے اور کہاں سے پوری ہوتی ہیں اور معلوم ہوگا کہ ان کے گھر کے اندر فقر ہے یا غناء ہے اس لیے اس آیت کی ابتداء ہی میں " للفقراء " کا لفظ آیا ہے، لیکن آگے " یحسبھم الجاھل اغنیاء " ہے۔

اصل میں حقیقت کے اعتبار سے تو وہ فقراء ہیں لیکن جاہل نے جو انہیں غنی اور مال دار سمجھا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ سوال کا ہاتھ نہیں پھیلاتے ، عام طور پر لوگوں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ مانگا کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلایا کرتا ہے لیکن ان کی شان "لایسئلون الناس الحافا " ہے کہ یہ لوگوں سے گداگروں کی طرح لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے اس لیے جاہل یہ سمجھتا ہے کہ یہ مال دار ہیں۔

آیت کا اعلیٰ مصداق طلباء ہیں:

حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

اس دور میں اس آیت کا سب سے اعلیٰ مصداق عربی مدارس کے طلباء ہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اصحاب صفہ کے لیے صدقہ خیرات کی تعلیم دی اور اصحاب صفہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدقہ خیرات کی تعلیم اللہ کے حکم اور منشاء کے مطابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ جو صدقہ تم میرے نام پر دیتے ہو وہ ایسے فقراء کا حصہ ہے جو اللہ کے راستہ میں روک دیئے گئے، اور چل پھر کر کما نہیں سکتے، اور جاہل ان کو مالدار سمجھتا ہے، وہ لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے اس لیے جو تم صدقات میرے نام پر دیتے ہو وہ ان لوگوں کا حصہ ہیں۔

جب میں یہ آیت پڑھتا ہوں تو میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے صدقہ دینے والوں کو سفارش کردی ہے کہ وہ صدقہ ان کو دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ترغیب دے دی کہ صدقہ دینے والے انہی کو دیں۔

صدقہ زکوٰۃ حق اللہ ہے:

تو جو چیز اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے تجویز کریں تو ہم اس کو اپنے لیے باعث شرف کیوں نہ سمجھیں؟ اور ہم لوگوں کے طعنوں سے ڈر کر اپنے آپ کو حقیر کیوں جانیں؟ اس کے بعد ایک اور حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہوں اصول فقہ کے اندر یہ بات مذکور ہے جس سے میں اگلا مفہوم اخذ کر رہا ہوں کہ صدقہ زکوٰۃ اصل کے اعتبار سے حق اللہ ہے اصل کے اعتبار سے حق الفقیر نہیں ہے اور یہ جو ہم اس کو حق الفقیر کہتے ہیں یہ مصرف ہونے کے اعتبار سے ہے حقوق العباد اور حقوق اللہ میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ حق اللہ کو معاف کرنا کسی بندے کے بس کی بات نہیں ہے، جبکہ حقوق العباد کو معاف کرنے کا بندہ بھی اختیار رکھتا ہے یہ بات میں ایک مثال سے سمجھا دوں کہ اگر سارے شہر کے فقراء مل کر میٹنگ کرلیں اور اتفاق کے ساتھ قرار داد پاس کرلیں ہم نے ملتان شہر کے سارے دولت مندوں کو زکوٰۃ معاف کردی ہے اور

سب فقراء اس بات کا اعلان کر دیں کہ ہم نے امراء کو صدقۃ الفطر معاف کر دیا ہے تو بھی صدقہ وزکوٰۃ معاف نہیں ہونگے۔

کیونکہ صدقہ وزکوٰۃ اللہ کا حق ہے فقیر کا حق نہیں ہے اس لیے فقراء کو صدقہ وزکوٰۃ معاف کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے اس لیے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی صدقہ دیتا ہے تو وہ صدقہ سب سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں واقع ہوگیا تو پھر اللہ پاک کہتا ہے کہ یہ مال جو میں نے تم سے لیا ہے اور تم نے مجھے دیا ہے اس کو میرے ان بندوں میں تقسیم کردو جو رزق کے وسائل سے محروم ہیں اور ان کو رزق کمانے کا کوئی وسیلہ حاصل نہیں ہے اور چونکہ میں نے ان سے رزق رسانی کا بھی وعدہ کیا ہوا ہے تو جو صدقہ ان کے ہاتھ میں جائے گا تو یہ بھی درحقیقت میری طرف سے رزق رسانی ہوگی تو اللہ کا مال اللہ کے قبضے میں جانے کے بعد ہم میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

ہم سرمایہ داروں کا مال نہیں کھاتے:

اب اس کے بعد ایک مختصر سا سوال ہے کہ ہم اللہ کا مال کھاتے ہیں یا سرمایہ دار کا مال کھاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اللہ کا مال کھاتے ہیں سرمایہ دار کا مال نہیں کھاتے کیونکہ سرمایہ دار نے مال اللہ کو دیا ہے ہمیں نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی سرمایہ دار کسی فقیر کو صدقہ یا زکوٰۃ دینے کے بعد احسان جتاتا ہے تو اس کا صدقہ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مال جس کے اوپر وہ احسان جتا رہا ہے اس نے رکھا تو فقیر کی ہتھیلی پر ہے لیکن اس نے دیا اللہ کو ہے اب جب وہ فقیر کو احسان جتاتا ہے تو اللہ پاک کہتے ہیں اگر تم نے مال مجھے دیا ہے تو پھر اس کو احسان جتلانے کی کیا ضرورت ہے؟

اور اگر تم نے مال انہیں دیا ہے تو پھر میری طرف سے تیرا کھاتہ صاف ہے میرے پاس تمہارے اس مال کا کوئی معاوضہ نہیں ہے اس لیے قرآن کریم میں صدقہ دینے کے بعد

تکلیف دینے اور احسان جتلانے سے منع کیا گیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ''لاتبطلو اصدقاتکم بالمن والاذی'' (بقرہ آیت ۲۶۴) اس لئے اگر کسی نے صدقہ یا زکوٰۃ دینے کے بعد تکلیف پہنچائی یا احسان جتایا تو اس کا صدقہ باطل ہے، باطل کا معنیٰ یہ ہے کہ اس صدقہ کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا کیونکہ تکلیف پہنچانے اور احسان جتانے کا مقصد تو یہ ہے کہ صدقہ دینے والے نے صدقہ فقیر کو دیا ہے، اللہ کو نہیں دیا اور اگر اللہ کو دیا ہے اور اللہ کی طرف سے وکالت میں فقیر کو پہنچایا ہے تو پھر صدقہ دینے والے کا احسان جتانے کا کیا منہ ہے کہ وہ احسان جتائے کہ ہم نے تجھے رزق دیا۔

یہ وجہ ہے کہ اگر سرمایہ دار انکار کردیں کہ ہم صدقہ اور زکوٰۃ نہیں دیں گے آخرت میں اللہ پاک ہی ان کو عذاب دیں گے، فقیر ان کا گریبان نہیں پکڑے گا کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے فقیر کا حق نہیں ہے، لہذا پھر اگر ہم یہ کھل کر کہہ دیں کہ ہم سرمایہ داروں کا مال نہیں کھاتے اس لیے ان کو احسان جتانے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں ہے تو اس میں کون سی بات خلاف واقعہ ہے اس بات کے مختلف پہلو ہیں اگر بات کو پھیلا جائے تو بہت دور تک پھیلایا جاسکتا ہے۔

مولوی صرف اللہ سے ڈرتا ہے:

لیکن اس کے درپردہ یہ بات سمجھ میں آجانی چاہیے کہ مولوی اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتا، حکومتوں، جابروں، فرعونوں، نمرودوں کے خلاف حق کی خاطر جتنا مولوی بولتا ہے اتنا کوئی سرمایہ دار نہیں بولتا، کیا کبھی کسی نے زمیندار، سردار کو حکومتوں پر اس طرح سے تنقید کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح سے مولوی تنقید کرتا ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ مولوی اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرتا نہیں اور وہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرے ہی کیوں کیونکہ وہ دوسروں کا کھاتا ہی نہیں وہ صرف اللہ کا کھاتا ہے اس وجہ سے صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔

ساری باتیں میں نے آپ کے سامنے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے نقل کی ہیں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی صدقہ وخیرات کھایا نہ تجارت کی نہ زراعت اور نہ ہی کوئی وسیلہ رزق حاصل کیا لیکن آج سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا سب سے بڑا وارث یہ صدقہ خور ہے اور آج سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو سب سے زیادہ پھیلانے والا وہ یہی صدقہ وخیرات کی روٹیوں پر پلنے والا ہے جس نے اپنی زندگی صدقہ وخیرات پے گزاردی تو پھر ہم اس کو اپنے لیے عیب کیوں سمجھیں؟

اور وہ لوگ جو مولویوں کو طعنے دیتے ہیں اور ان پر آوازے کستے ہیں ان کو جواب یہ ہے کہ انکے ان افعال بد اور اقوال بد کی وجہ سے ان کے صدقات باطل ہو گئے۔

چوہدری صاحب رونے لگ گئے:

اول تو میرا خیال یہ ہے کہ ایسا کہنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہوتے ہیں جو صدقہ وزکوۃ دیتے نہیں ہیں اور جو صرف اللہ کی رضا کے لیے دیتے ہیں وہ کبھی اپنی زبان پر ایسی باتیں نہیں لاتے، میرے دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کے زمانہ میں جب مسجد کے ساتھ وضوء خانہ تعمیر ہوا اس وقت مسجد ابھی چھپر کی شکل میں تھی گوجرانوالہ کے علاقے راہ والی کے چوہدری محمد حسین صاحب تھے جنہوں نے اس وضوء خانے کی تعمیر اپنے ذمہ لی۔

اس وقت بہت سستا زمانہ ہوتا تھا، وضوء خانہ اور اوپر کمرے بنائے گئے جب تعمیر مکمل ہوگئی تو چھت کے اوپر ایک افتتاحی جلسے کا انعقاد ہوا جس میں چوہدری محمد حسین صاحب بھی آئے اور اس میں میرا بیان تجویز ہوا تو میں نے اس بیان کے درمیان ایک واقعہ سنایا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ ایک تحصیلدار نے ایسا کوئی تعمیری کام کرایا تھا، افتتاحی جلسہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے درخواست کی کہ حضرت! اس تعمیری کام کے کرنے پر تحصیلدار صاحب کا شکریہ ادا کریں، حضرت تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میں کیوں شکریہ ادا کروں؟ کہ جنت میں تو جائے تحصیلدار اور شکریہ میں ادا کروں!

جب میں نے یہ بات سنائی تو چوہدری محمد حسین صاحب مرحوم رونے لگ گئے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میرا شکریہ کا کوئی مطالبہ نہیں ہے میں نے کسی پر کوئی احسان نہیں کیا میں نے جو کچھ کیا ہے صرف اللہ کے لیے کیا ہے۔

جو لوگ دیتے ہیں وہ کبھی احسان نہیں جتاتے اور جو لوگ احسان جتاتے پھرتے ہیں وہ دیتے کبھی نہیں۔

علماء کی حقارت منافقانہ ذہنیت ہے:

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا حل بھی بتاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ایسا موقع آیا تھا جب مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک غزوے میں تھوڑا سا جھگڑا ہو گیا تھا عبداللہ بن ابی منافق نے انصار کو بہکانے کی کوشش کی۔

واقعہ یوں ہوا کہ ایک مہاجر نے دل لگی میں انصار کو پیچھے سے ٹانگ ماردی اس کی طبیعت میں تو مذاق آئی تھی۔

جیسا کہ حدیث میں اس مہاجر کے لیے لعاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں کھیل کرنے والا، دل لگی کرنے والا لیکن وہ انصاری بگڑ گیا (کبھی ہنسی مذاق بھی فساد کا ذریعہ بن جاتا ہے) اس پر اس کے دوسرے انصاری بھائی اکٹھے ہو گئے اور ادھر سے مہاجر بھی جمع ہو گئے تو عبداللہ بن ابی کو فساد بڑھانے کا بہت اچھا موقع ہاتھ آیا انصار کو بھڑکاتے ہوئے کہنے لگا اچھا یہ کھاتے ہمارا ہیں اور ہمارے ہی ٹانگیں مارتے ہیں ہم لوگ

☆..... عزت والے۔

☆..... باغوں والے۔

☆......زراعت والے۔

☆......اور جائیدادوالے ہیں۔

اور یہ بھگوڑے ذلیل معلوم نہیں کہاں سے آگئے ہم نے ان کو سنبھالا اب ہم مدینے جائیں گے اور ہم میں سے عزت والے ذلیل لوگوں کو مدینے سے نکال دیں گے عبداللہ بن ابی کی اسی بات کو قرآن کریم نے ''لیخرجن الا عز منھا الاذل'' (المنافقون آیت/۸) کے الفاظ میں بیان کیا ہے عبداللہ بن ابی نے مزید کہا چونکہ ہم ان پر خرچ کرتے ہیں۔

''لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا'' کہ یہ جو اللہ کے رسول کے اردگرد اکٹھے ہوئے ہیں ان پر خرچ نہ کیا کرو تو یہ خود ہی بکھر جائیں گے چندے بند کردو یہ خود بکھر جائیں گے اور جیسے ہی تم چندے بند کردو گے تو مدرسے اجڑ جائیں گے۔

ان منافقین کی منافقانہ ذہنیت آج بھی خناس لوگوں کے دماغ میں گھسی ہوئی ہے یہ اپنے آپ کو اعز سمجھتے ہیں اور مذہبی طبقے کو خاص طور پر پڑھنے پڑھانے والوں کو اذل سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ ذلیل لوگ ہیں یہ صدقے اور خیرات کی روٹیاں کھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے جواب میں واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ یادرکھو عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے یا مؤمنین کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ''لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا'' والی بات کے جواب میں فرمایا ''للہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لایفقھون'' کہ منافقین جو یہ کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو یہ خود ہی بھاگ جائیں گے حالانکہ خزانے تو سارے اللہ کے لیے ہیں لیکن منافقین اس بات کو نہیں سمجھتے۔

جب سارے خزانے اللہ کے لیے ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کسی سے دلوائیں تو اس میں اس کا شرف ہے، ورنہ جس کو بھی اللہ نے اس دنیا میں پیدا کیا ہے بھوکا نہیں مرے گا،

دنیا میں ریچھ، بندر، کتے بھی کھاپی لیتے ہیں تو کیا اللہ کے نام لینے والوں اور قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کو کھانے کو نہیں ملے گا؟

واہ! فاقہ مست ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

اس لیے میں بعض مجمعوں میں بہ بانگ دہل کہا کرتا ہوں کہ آپ اپنے علاقوں میں جائزہ لے کر دیکھیں تو کوئی حافظ یا مولوی آپ کو بھوک سے مرا ہوا نظر نہیں آئے گا ،زیادہ کھا کر بدہضمی کا شکار ہو کر مولوی یا حافظ شاید مرا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ نے رزق کا ذمہ خود لیا ہے، سارے خزانے اللہ کے پاس ہیں اللہ ہی دیتا ہے اس لیے اے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے بیٹو!!! ذرا اس ادا پر بھی غور کرو! اگر دین کی اشاعت کرنی ہے تو صدقہ وخیرات پر پلنے کا تہیہ کرلو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دلوانا ہے جس سے چاہے دلوائے، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نہ کاشتکار تھے نہ مزارع اور نہ ہی باغبان، اگر تم کھیتی باڑی اور تجارت میں لگ گئے تو یاد رکھو تم اپنے آپ کو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور اصحاب صفہ کے جانشین نہیں بنا سکتے۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا جانشین وہی بن سکے گا جو اسباب معاش سے مستغنی ہو کر اپنی پوری پوری صلاحیتیں دین کی اشاعت کے لیے لگائے گا، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ذرائع معاش عام طور پر تجارت، زراعت اور باغبانی تھی اور آج ذرائع معاش بہت زیادہ ہو گئے ہیں یہ سیکھ لو تو روزی میں فراخی آجائے گی یہ پڑھ لو تو تنخواہیں زیادہ ہو جائیں گی یہ فن سیکھ لو تو آمدنی زیادہ ہو جائے گی اور یہ علوم وفنون جو آج کالجوں کے اندر پڑھے پڑھائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان سے رزق زیادہ ملتا ہے اگر تم بھی ان چکروں میں پڑ جاؤ گے تو علم نبوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں سے حصہ نہیں پا سکو گے۔

لیکن ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ان سارے ذرائع معاش سے بے نیاز ہو کر فاقہ کی زندگی گزار گیا یہ ہے وہ فاقہ مست ابوھریرہ رضی اللہ عنہ جو بھوک کی وجہ سے بے ہوش کر گر جایا کرتا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ نہیں چھوڑا اور لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس کو مرگی کے دورے

پڑتے ہیں اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بھوک کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا صرف بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہوتی تھی آج علم دین کے سب بڑے راوی یہی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا مختصر سا تذکرہ آپ کے سامنے آ گیا۔

آخری حدیث کا درس:

باقی رہ گئی مذکورہ روایت یہ تو ہم ہر سال پڑھتے ہیں اور اس پر تقریریں بھی کرتے ہیں اور جیسے قاری صاحبان ساری زندگی قرآن پڑھاتے ہیں لیکن ختم قرآن کے موقع پر سورۃ الناس سن کر فارغ کر دیتے ہیں، اسی طرح ہم بھی سارا سال ساری کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور آخر میں اسی آخری روایت کی تلاوت کر کے صحیح بخاری کا ختم کر دیتے ہیں آپ لوگ سنتے رہتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی ابتداء وحی کے تذکرہ سے کی پھر اس کے بعد حدیث نیت'' انما الاعمال بالنیات '' سے اخلاص کی تعلیم دی۔

اس کے بعد کتاب الایمان کا تذکرہ کیا، اخلاص کی تعلیم کو کتاب الایمان سے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایمان سے پہلے بھی اخلاص ضروری ہے کیونکہ اخلاص کے ساتھ ہی لایا ایمان قابل قبول ہے ورنہ صحیح نیت کے بغیر ایمان بھی قبول نہیں، ہم کلمہ توحید'' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتے ہیں اور اسی پر ہمارا ایمان ہے اور منافقین بھی کلمہ توحید پڑھا کرتے تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں'' واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون '' اخلاص سے کلمہ پڑھنے والے کی زبان سے تو ''محمد رسول اللہ'' سچ ہے اور اس کے ایمان کی علامت ہے اور منافق کی زبان پر ''محمد رسول اللہ'' جھوٹ ہے کیونکہ وہ اس کے دل میں نہیں ہے۔

اس لیے سٹیج پر بیٹھ کر ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے والے ہر شخص کی زبان سے جاری ہونے والا یہ کلمہ اس کے ایمان کی علامت نہیں ہے جب تک کہ اخلاص نہ ہو۔

لوگوں نے کلمہ ہی آدھا پڑھا ہے:

میرے استاد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حالات اس وجہ سے ٹھیک نہیں ہو رہے کہ لوگوں نے آدھا کلمہ پڑھا ہے اور آدھا کلمہ پڑھا ہی نہیں لوگ کہا کرتے تھے پاکستان کا مطلب کیا؟ ''**لاالہ الاالله، محمد رسول الله**'' نہیں کہتے تھے حالانکہ مسلمان کی زندگی محمد رسول اللہ کے نمونے سے بنتی ہے اور معاشرہ سنبھالنے کیلئے صرف ''**لاالہ اللہ محمد رسول اللہ**'' پڑھ لینا مؤمن ہونے کی علامت نہیں ہے ورنہ یہ تعریف تو منافقین پر بھی صادق آتی ہے اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احکام کی تفصیل شروع کی اور زندگی کے سارے شعبے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے۔

جہاد کی اہمیت:

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کا عنوان قائم کیا ایک مسلمان کی عملی زندگی میں غیروں کی طرف سے بہت سی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں جن کو دور کرنے کے لیے جہاد ضروری ہے اس باب میں سب سے پہلے جہاد کے اصول بیان فرمائے اور مغازی کے اندران اصولوں کا عملی نقشہ دکھایا جو جہاد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے اور ان کے مطابق جہاد کر کے دکھایا، جس وقت تک جہاد کی اجازت نہیں آئی تھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل الکائنات، اشرف المخلوقات اور مقصود کائنات ہیں جس سے بڑھ کر اللہ نے کسی کی زبان سچی کی ہی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مخلص پیدا ہی نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں تبلیغ کرتے رہے جس کے نتیجے میں بہت تھوڑی تعداد میں گنے چنے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور باقی سارے مشرکین اپنی کفر وشرک والی روش پر ہی قائم رہے۔

صرف دلائل کافی نہیں:

اگر صرف تبلیغ کے ساتھ کفر نے مٹنا ہوتا تو مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اور کوشش سے کفر مٹ جاتا اور کفر کا نام ونشان ہی نہ رہتا، کیونکہ ایک نبی جیسے سچائی کی دلیل دے سکتا ہے اور ہمدردی دکھا سکتا ہے ویسی دلیل نہ ہی کوئی دے سکتا ہے اور نہ ہی ویسی ہمدردی کوئی دکھا سکتا ہے اور جیسی محنت اللہ کا نبی کیا کرتا تھا اتنی محنت کوئی دوسرا نہیں کرسکتا اس کے باوجود آگے سے قوم مشرکین یہ کہتی تھی ''انــہ لـمـجـنـون'' (القلم آیت ۵۱) کہ یہ تو پاگل ہے اور پاگلوں جیسی باتیں کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون اور اپنے آپ کو عقلمند کہتے تھے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ یہ جادوگر ہے جو لوگوں پر اثر ڈالتا پھرتا ہے اور کبھی کہتے تھے کہ یہ تو شاعر ہے اور شاعرانہ تک بندیاں کرتا ہے اور کبھی کہتے کہ یہ کاہن ہے، جنات اور شیاطین سے باتیں لے کر پھیلاتا ہے اور کبھی کہتے تھے کہ یہ کذاب ہے حد سے زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے اور کبھی کہتے تھے کہ یہ مفتریٰ ہے، جھوٹی باتیں بناتا ہے۔

دماغ ڈنڈے سے درست ہوئے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشرکین کی یہ ساری باتیں اور تبصرے قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں جن کو آپ صبح شام پڑھتے ہیں لیکن جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد ڈنڈا اٹھانے کی اجازت ملی اور ڈنڈا اٹھانے کے نتیجے میں بدر کے میدان میں کفار کی ستر بڑی بڑی چٹانیں اٹھا کر جہنم میں پھینکیں اور راستہ بالکل صاف ہوگیا تو تھوڑے ہی دنوں میں سارے مشرکین کے دماغ درست ہوگئے۔

دلائل سے دماغ ایسے درست نہیں ہوئے جیسے ڈنڈے سے ہوئے، دلائل دینے کے ساتھ ساتھ ڈنڈا اٹھایا تب دماغ درست ہوئے اس لیے دین کی اشاعت کے سلسلے میں جہاں دلائل کی ضرورت ہو وہاں دلائل دیے جائیں اور جہاں دلائل دینے کے باوجود بات

نہ بنے تو پنجابی کا محاورہ ہے کہ ڈنڈا علاج ہے بگڑے تگڑیاں دا تو وہاں ڈنڈے کے ساتھ اس کا علاج ضروری ہوتا ہے۔

بہرحال جہاد کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف عنوانات قائم کئے اور آخر میں وزن اعمال کا ترجمۃ الباب قائم کیا کیونکہ زندگی کا سارا نتیجہ وزن اعمال ہی کی صورت میں سامنے آئے گا اعمال اور اقوال بھی تولے جائیں گے، اس میں بہت سی بحثیں ہیں جن کو اختصار اور قلت وقت کے پیش نظر ترک کر رہا ہوں۔

ترجمۃ الباب میں جو روایت نقل کی ہے وہ ذکر اللہ پر مشتمل ہے یہ روایت وزن اعمال کی دلیل ہے اور یہ روایت ترجمۃ الباب کی دلیل بھی ہے چونکہ روایت میں ''ثقیلتان فی المیزان'' کے الفاظ ہیں یعنی یہ دو کلمات ترازو میں رکھے جائیں گے تو بہت وزنی ثابت ہونگے تو اس طرح یہ حدیث ترجمۃ الباب کی دلیل بن جائے گی اور چونکہ بخاری شریف میں آخری کتاب، کتاب التوحید ہے اور اس حدیث کے الفاظ توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں اس طرح کتاب التوحید کے ساتھ بھی اس روایت کی مناسبت قائم ہو جائے گی اور باقی اس حدیث سے توحید کیسے ثابت ہوتی ہے؟

یہ استدلال بہت لمبا ہے، بہرحال ''سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم'' کے الفاظ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کا اختتام کیا ہے تو ہم بھی انہیں الفاظ پر اپنی اس گفتگو کو ختم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
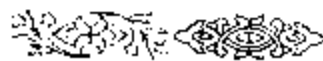
عورت اور تعلیم (3)

بمقام :

بتاریخ:

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

تعلیمی سال کا اختتام ہے اور یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ الحمدللہ! اس مدرسہ سے اس سال بیس طالبات عالم وفاضل ہو رہی ہیں گویا کہ بیس طالبات ایسی ہیں جنہوں نے وفاق المدارس العربیہ کا متعین کیا ہوا نصاب فاضلات کا پڑھا ہے اور آج ان کے سبق کا اختتام ہے جس طرح طالب علم عالم بنتے ہیں تو ہمارے بزرگوں کی کوشش سے کئی سالوں سے بچیوں کے لیے بھی دینی تعلیم کا انتظام ہوا۔

الحمدللہ! ہر شہر میں ہر جگہ کثرت کے ساتھ بچیوں کے لیے بھی مدرسے بن گئے ہیں اور بن رہے ہیں اور ان کے اندر بھی حفظ اور دوسری کتابیں پڑھنے کا شوق دن بدن بڑھ رہا ہے اور فاضلات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ عالم فاضل بن گئیں اس نصاب کو پڑھنے کے بعد جو وفاق المدارس العربیہ کے اکابر نے طالبات کے لیے متعین کیا ہوا ہے۔

عالم اور عابد کی وضاحت:

میرے بھائی آپ کے سامنے ذکر کر رہے تھے عالم اور عابد کا ان کی بات کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں، عابد کہتے ہیں عبادت گذار کو اور عبادت گزار کا لفظ جب بولا جائے تو اس سے مراد ہوتی ہے نفلی عبادت زیادہ کرنے والا کیونکہ عبادت تو ہر مسلمان کرتا ہے اور کرنی چاہیئے نہیں کرتا تو اس کی کوتاہی ہے۔

اگر کوئی آدمی فرض نماز پڑھتا ہے تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ بہت عبادت کرتا ہے پانچ نمازیں تو ہر مسلمان کو پڑھنی چاہئیں اور جو شخص بھی نیکی کی طرف مائل ہے وہ پانچ نمازیں ہی پڑھتا ہے بہت زیادہ نماز پڑھنے والا اس کو کہیں گے کہ جو صرف پانچ نمازیں نہیں پڑھتا بلکہ تہجد بھی پڑھتا ہے اشراق بھی پڑھتا ہے، صلوٰۃ اوابین بھی پڑھتا ہے اور مختلف اوقات میں نوافل کی کثرت کرتا ہے تو اس کو ہم کہیں گے کہ بہت نمازی ہے بہت کثرت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے ایسے ہی روزہ کا حال ہے کہ فلاں شخص بہت روزے رکھتا ہے اس کا یہ

معنیٰ نہیں ہے کہ رمضان شریف کے تیس روزے رکھتا ہے وہ تو ہر کسی کو رکھنے چاہئیں اور جو بھی مؤمن ہے وہ تیس روزے رکھتا ہے بہت زیادہ روزہ رکھنے والا شخص وہ ہوگا کہ جو صرف رمضان المبارک کے تیس روزے نہیں رکھتا بلکہ نفلی روزوں کی بھی کثرت کرتا ہے اس کو کہیں گے کہ یہ بہت روزہ دار ہے تو لفظ عابد جب بولا جائے تو اس سے مراد وہی ہوتا ہے کہ یہ نفل نماز عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ پڑتا ہے، تلاوت عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ کرتا ہے تسبیحات زیادہ پڑھتا ہے، نفلی روزے زیادہ رکھتا ہے اس کو کہیں گے عابد۔

اور عالم سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ وہ صرف علم رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے عالم سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس کے پاس صرف علم ہو عابد سے جاہل عابد مراد نہیں اور عالم سے بے عمل عالم مراد نہیں عابد سے وہی مراد ہے جو کم از کم اتنے مسئلے جانتا ہے جس کے ساتھ اس کی عبادت صحیح ہو جائے اس کو پتہ ہو کہ میرا وضو ہے یا ٹوٹ گیا، میرا کپڑا پاک ہے یا ناپاک ہے، میں نے طہارت صحیح کی ہے یا نہیں روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے، کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا، تلاوت کب جائز ہے کب جائز نہیں ہے، اتنا سا علم ہو پھر وہ عبادت کرے تو اس کی عبادت صحیح ہوگی اس کو کہیں گے کہ یہ عابد ہے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں عالم اس کو کہا جاتا ہے جو کم از کم فاسق نہ ہو اور فاسق اس کو کہتے ہیں جو اللہ کے فرض کو ترک کرتا ہے،

- نماز نہیں پڑھتا تو فاسق ہے،
- روزہ نہیں رکھتا تو فاسق ہے،
- زکوٰۃ نہیں دیتا تو فاسق ہے،
- حج فرض ہے نہیں کرتا تو فاسق ہے،

اب اس کے پاس اگر علم ہو تو اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جب تک اس علم کے مطابق عمل نہ ہو اس لیے عالم سے مراد ہوگا ایسا شخص جس کے پاس علم ہے لیکن وہ نفلی عبادت زیادہ نہیں کرتا

بلکہ وہ اپنے علم کو لوگوں کے اندر پھیلاتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے اپنے طور پر فرض ادا کرتا ہے اور اس کے بعد علم پھیلانے کے لیے بیٹھ جاتا ہے اور عابد سے مراد ہوگا کہ اس کے پاس بقدر ضرورت علم ہے، لیکن وہ علم نہیں پھیلاتا بلکہ ذاتی طور پر عبادت میں لگا ہوا ہے مقابلہ ان دونوں کا ہے جاہل عابد مراد نہیں اور فاسق عالم مراد نہیں ان دو کا تذکرہ کرتے ہوئے چاہے مرد ہو چاہے عورت عابد اور عابدہ عالم اور عالمہ دونوں کا مسئلہ ایک ہے۔

عالم کی فضیلت:

ان دو کا تذکرہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے آپ ﷺ کے سامنے ذکر آیا کہ یارسول اللہ! ایک آدمی تو ایسا ہے کہ جو اپنے طور پر نفلی عبادت میں لگا ہوا ہے خوب اچھی طرح عبادت کرتا ہے۔

اور ایک آدمی ایسا ہے جو فرض عبادت ادا کرتا ہے اسمیں کوتاہی نہیں کرتا، نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے اگر اس کے ذمہ فرض ہو، لیکن وہ فرض ادا کرنے کے بعد بیٹھ جاتا "یعلم الناس الخیر" (مشکوٰۃ ۳۶ ج ۱) لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے نیکی سکھاتا ہے ان دو کے درمیان کیا فرق ہے؟

اب توجہ فرمائیں! سرورکائنات ﷺ نے فرمایا "**فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادناکم**" (مشکوٰۃ ۳۴ ج ۱) حدیث شریف میں یہ روایت موجود ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عالم کی فضیلت عالم سے مراد وہی جو صرف فرض ادا کرتا ہے اور لوگوں کو نیکی سکھاتا ہے اس کی فضیلت اس عابد پر جو صرف نفلی عبادت میں لگا ہوا ہے جب دیکھو تسبیح پڑھ رہا ہے جب دیکھو تلاوت کر رہا ہے جب دیکھو نوافل پڑھ رہا ہے، ہر وقت مصلیٰ پر بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا ہے فرمایا عالم کی فضیلت عابد کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ کے مقابلہ میں ہے۔

اب اندازہ کرلیں آپ ﷺ کی فضیلت ایک ادنیٰ انسان کے مقابلہ میں جتنی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد کے مقابلہ میں اتنی ہے ایک روایت میں فرمایا کہ عالم کی مثال ایسے ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ہو اور عابد کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ستارہ ہو، روشنی تو ستارہ میں بھی ہوتی ہے لیکن وہ پھیلتی نہیں اور روشنی چودھویں رات کے چاند میں بھی ہوتی ہے۔

لیکن وہ پھیلتی ہے سارے عالم پر نور برستا ہے یوں بھی فرق واضح فرمایا ہے سب سے زیادہ فرق اس روایت میں ہے جو میں نے پہلے آپ کی خدمت میں عرض کی'' فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادنا کم'' اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ایک ادنیٰ انسان کے مقابلہ میں کتنی ہے ہم اندازہ نہیں لگا سکتے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عالم میری طرح ہے اور عابد بہت ادنیٰ انسان کی طرح ہے تو اتنی فضیلت ہے ایک عالم کو عابد پر جتنی مجھے فضیلت ہے ایک عام انسان پر دونوں کے درمیان میں وجہ فرق کہ عالم کو عابد کے مقابلہ میں کیوں فضیلت حاصل ہے؟

عالم اور عابد میں بنیادی فرق:

عالم کو عابد کے مقابلہ میں فضیلت ہونے کی وجہ یہ ہے جس کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب گلستان کے اندر بیان فرماتے ہیں کہ ایک صاحب دل خانقاہ چھوڑ کے مدرسہ آگیا خانقاہ ہوتی ہے اللہ اللہ کرنے کی جگہ اور مدرسہ ہوتا ہے پڑھنے پڑھانے کی جگہ پہلے خانقاہ میں تھا اب خانقاہ چھوڑ کے مدرسہ میں آگیا اہل طریقت کے ساتھ جو اس نے دوستی کا عہد کیا ہوا تھا اس کو اس نے توڑ دیا اور درویشوں کی صف سے نکل کر علماء کی صف میں آگیا شیخ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ عالم اور عابد کے درمیان کیا فرق ہے کہ تو نے اُس فریق کو چھوڑا اور اِس فریق کو اختیار کرلیا تو تو نے ان کے درمیان میں کیا فرق دیکھا۔

اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے حالات دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگایا کہ عابد کی مثال تو ایسے ہے جیسے سیلاب آجائے سیلاب آجانے کے بعد عابد کو تو اپنی گدڑی بچانے کی فکر ہے کہ کہیں یہ پانی میں بہہ نہ جائے اور عالم کی مثال ایسے ہے کہ جسکو اپنی فکر نہیں دوسروں کو بچانے کی فکر ہے کہ وہ ڈوب نہ جائیں، ڈوبتوں کو بچانا یہ عالم کا کام ہے اور عابد کی ساری کی ساری کوشش اپنی گدڑی بچانے کے لیے ہے۔

کہتا ہے میں نے یہ فرق دیکھا دونوں کے درمیان میں جس کی بناء پر میں نے درویشی چھوڑ کر علم والی زندگی کو اختیار کر لیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبادت گزار انسان اپنی آخرت بناتا ہے، اپنے لیے نیکیاں اکٹھی کرتا ہے اور عالم جو ہوتا ہے وہ صرف اپنی فکر نہیں کرتا بلکہ مخلوق خدا کی نجات کا ذریعہ بنتا ہے سیدھے راستہ پر چلا کر ان کو آخرت کے عذاب سے بچاتا ہے اور انبیاء کا اصل کام یہی ہوا کرتا ہے کہ مخلوق خدا جو اللہ سے ٹوٹ کے علیحدہ ہو گئی غفلت کی زندگی گزار رہی ہے اور مرنے کے بعد جہنم کا ایندھن بننے والی ہے تو نبی کا کام ہے کہ وہ پوری کوشش کر کے مخلوق کو اللہ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اصل منصب نبوت یہ ہے اسی بات کو سرور کائنات ﷺ نے ایک مثال کے ساتھ واضح کیا ہے۔

حضور ﷺ نے دوسروں کی کس طرح فکر کی:

حدیث شریف میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال تو ایسے ہے کہ جیسے ایک آدمی نے باہر جنگل بیابان میں آگ جلائی اور آگ جلانے کا مقصد ہے کہ لوگ اس کی روشنی اور گرمی کا فائدہ حاصل کریں جب آگ جلائی تو دیکھا کہ یہ پتنگے کیڑے مکوڑے یہ بھاگ بھاگ کے آگ کی طرف آتے ہیں اور آ کے آگ میں چھلانگیں مارنی شروع کر دیتے ہیں اور مرنے لگ جاتے ہیں اور وہ آگ جلانے والا پوری کوشش کے ساتھ ایک ایک کو پکڑ کے دور ہٹاتا ہے کہ اپنے آپ کو جلاؤ نہ میں نے

اس لیے آگ نہیں جلائی کہ تم اس میں جلو آگ تو میں نے اس لیے جلائی ہے تا کہ اس کی روشنی اور گرمی سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔

تم کیوں مرتے ہو پکڑ پکڑ کے اس طرح دور کرتا ہے فرمایا کہ میرا حال بھی یہی ہے کہ میں نے اللہ کے دین کی شمع روشن کی اور یہ کافر و مشرک اور غافل انسان جو ہیں وہ پروانوں کی طرح جلنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں اور میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کے گھسیٹ رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں آگ سے بچ جاؤ آگ سے بچ جاؤ تو رسول اللہ ﷺ نے یہی فرق واضح فرمایا کہ اصل کمال یہ ہے کہ انسان صرف اپنی فکر نہ کرے بلکہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے بھائیوں کو اپنی بہنوں کو اپنے رشتے داروں کو، اردگرد کے انسانوں کو، آدم کی اولاد کو سیدھے راستہ پر لانے کی کوشش کرے اور اللہ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرے اصل کے اعتبار سے منصب نبوت یہ ہے اور علماء انبیاء کے وارث اسی اعتبار سے ہیں۔

عالم شیطان پر بھاری کیوں:؟

اور یہی معنیٰ ہے اس روایت کا جو میرے بھائی نے پڑھی تھی کہ '' فقیہ واحد اشد علي الشیطان من الف عابد '' (ترمذی ص ۹۷ ج ۲) کہ ایک دین کی سمجھ رکھنے والا انسان وہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے شیطان ایک ہزار عابد کا بوجھ اتنا محسوس نہیں کرتا جتنا کہ ایک فقیہ واحد کا محسوس کرتا ہے۔

کیونکہ عابد عبادت میں لگا ہوا ہے اس کے پڑوس میں شیطان لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اس کے شہر میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور وہ سجدہ میں پڑا ہوا اللہ کی تسبیح کر رہا ہے تو شیطان کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرتا پھرے اس کو اس عابد کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن عالم آدمی کا کام ہے کہ جب دیکھتا ہے کہ کوئی عیسائی کوئی یہودی کوئی مرزائی کوئی فتنہ پرور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو عالم کا کام ہے کہ اس کے پیچھے

لگ جاتا ہے اور اس کو گمراہی پھیلانے نہیں دیتا اور اس کے سامنے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے اس لیے شیطان فقیہ سمجھدار سے گھبراتا ہے اور عابد کا اتنا خوف محسوس نہیں کرتا۔

کیونکہ عابد اس کے کام کو نقصان نہیں پہنچا سکتا عالم آدمی نقصان پہنچا سکتا ہے لہذا شیطان کے اوپر بوجھ عالم کا ہے عابد کا نہیں ہے اس میں علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے کہ علم انسان کو ایسا مرتبہ دلاتا ہے۔ اور عالم سے وہی عالم مراد ہے جو بقدر ضرورت عبادت بھی کرتا ہو۔

فاسق عالم پر وعید:

ورنہ فاسق عالم کے بارے میں تو یہ وعید آتی ہے کہ اگر کسی کے پاس علم ہو لیکن وہ اللہ کا نافرمان ہے تو روایت موجود ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان من اشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة عالم لا ينتفع بعلمه ''لوگوں میں سے سب سے برا اللہ کے ہاں مرتبے کے اعتبار سے قیامت کے دن وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ایک واقعہ بیان فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہنم میں ایک شخص ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں اشارہ موجود ہے کہ اس کی آنتڑیاں باہر نکلی ہوئی ہوں گی اور وہ اس طرح چکر کاٹ رہا ہوگا جیسے گدھا چکر کاٹتا ہے لوگ جمع ہو جائیں گے اور جمع ہونے کے بعد دیکھیں گے کہ یہ شخص تو ہمارا خطیب ہے، واعظ ہے ہمیں وعظ کہا کرتا تھا یہ کیا ہوگیا کہ اس کے اوپر اتنا سخت عذاب آیا ہوا ہے مشکوٰۃ میں یہ روایت موجود ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۶ ج ۲)

وہ کہیں گے کہ کیا بات ہے تو تو ہمیں وعظ کہا کرتا تھا، ہمیں برائی سے روکا کرتا تھا یہ آج تیرا کیا حال ہو رہا ہے وہ کہے گا کہ بات تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں تمہیں نیکی کرنے کے لیے کہتا تھا خود نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود برائی سے نہیں رکتا تھا میرا علم میری زبان تک ہی تھا میرا عمل میرے علم کے مطابق نہیں تھا آج

مجھے اس کی سزا مل رہی ہے اس لیے عالم سے مراد وہی عالم ہوگا جس کی فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ جس کا اپنے علم کے مطابق عمل بھی ہو، عقیدہ اس کے مطابق ہو عمل اس کے مطابق ہو، فرائض کا پابند ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہو۔

طالبات کو نصیحت:

یہی بات ان طالبات سے بھی کہہ رہا ہوں جو میری آواز سن رہی ہیں اور جن کا یہ آخری سبق ہے کہ آپ نے اگر یہ پڑھا ہے تو پڑھنے کے ساتھ یہ ذمہ داری آپ پر آگئی عالمہ ہونے کی حیثیت سے کہ آپ نے اس کے مطابق عمل بھی کرنا ہے اور عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے محلہ میں، اپنے بہن بھائیوں میں، اپنے ماحول میں اس کو پھیلانا بھی ہے، نیکی کو پھیلانا ہے برائی سے روکنا ہے تب جا کے یہ منصب آپ کا ہوگا جو علم کی فضیلت کے طور پر آپ کے سامنے آرہا ہے اگر عمل نہیں کرو گی تو جس طرح دوسروں کو عذاب ہوگا اسی طرح آپ کو بھی عذاب ہوگا۔

نہ جاننے والے پر اتنا عذاب نہیں ہوگا جتنا جان کر عمل نہ کرنے والے پر عذاب ہوگا اس لیے یہ ذمہ داری ہے آپ پر بھی ہے کہ آپ اپنے پڑھے کے مطابق عمل بھی کیجئے بچیوں کو سمجھانے کے لیے بات کہہ رہا ہوں توجہ سے سنیں آپ نے پڑھ لیا۔

عورت کی نیکی اور زبان کی تیزی:

حدیث شریف میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے ذکر آیا کہ ایک عورت ہے جو بہت نماز پڑھتی ہے بہت نماز پڑھنے کا وہی مطلب کہ صرف فرضوں پر اکتفاء نہیں کرتی نوافل بھی پڑھتی ہے، بہت روزے رکھتی ہے بہت خیرات کرتی ہے تینوں باتوں کا ذکر حدیث میں ہے لیکن اس میں ایک عیب ہے کہ "تو ذی جیرانھا بلسانھا" ہے بڑی بدزبان، اپنے پڑوسیوں سے لڑتی ہے اور ان کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

اب پڑوسی سے مراد صرف وہ نہیں ہوتا جو گھر کے ساتھ ہو وہ پڑوسی ہے وہ بھی پڑوسی ہے لیکن گھر کے اندر رہنے والے افراد اس سے بڑھ کر پڑوسی ہیں تو گھر کے اندر اپنی بہنیں ہیں، اپنے بھائی ہیں، ماں ہے، باپ ہے، اور سسرال میں جانے کے بعد خاوند ہے ،خاوند کی بہنیں ہیں ،خاوند کے بھائی ہیں خاوند کے ماں باپ ہیں جو گھر میں رہتے ہیں سارے پڑوسی ہیں تو اس عورت میں ایک عیب ہے باقی سب خوبیاں ہیں ''تـــوذی جیرانھا بلسانھا '' کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان کے ساتھ تکلیف پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''ھـی فـی الـنـار '' یہ عورت جہنم میں جائے گی نماز اپنی جگہ روزہ اپنی جگہ خیرات اور صدقہ اپنی جگہ لیکن بدزبانی ایک ایسا عیب ہے جس کے ساتھ دوسروں کا دل دکھایا جائے دوسروں کو گالی دی جائے کسی پر لعنت کی جائے آپ نے فرمایا پڑوسیوں کو ایذاء دینا اس کے مقابلہ میں نماز ،روزہ کچھ نہیں اگر یہ نماز روزہ کی پابندی کرتی ہے تو اپنی بدزبانی کی وجہ سے جہنم میں جائے گی۔

اور دوسری عورت کا ذکر فرمایا کہ وہ زیادہ نماز نہیں پڑھتی صرف فرض پر اکتفاء کرتی ہے، زیادہ روزے نہیں رکھتی صرف فرض روزے رکھتی ہے اور خیرات بھی بہت کم کرتی ہے، لیکن یارسول اللہ! اس میں خوبی ہے ''لاتوذی جیرانھا بلسانھا '' کہ وہ اپنی زبان کے ساتھ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی زبان کی بڑی میٹھی ہے ہر کسی کے ساتھ ادب سے بولتی ہے ہر کسی کے ساتھ اچھی بات کرتی ہے کسی کا دل نہیں دکھاتی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ھـی فـی الـجـنـة '' (مشکوٰۃ ۴۲۴ ج ۲) یہ عورت جنت میں جائے گی یہ روایت ہر وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے ہونی چاہیئے کیونکہ گھروں کے اندر اکثر و بیشتر لڑائیاں جو ہوتی ہیں وہ اسی بدزبانی کے نتیجہ میں ہوتی ہیں جس کو میں کہا کرتا ہوں کہ یہ لفظی جنگ ہے کہ ادھر سے کوئی جملہ اُدھر پھینک دیا اُدھر سے کوئی جملہ ادھر آ گیا کچھ نہیں ہوتا سوائے لفظی جنگ کے اور اگر یہ لفظی جنگ بند کر دی جائے تو لڑنے بھڑنے کی نوبت نہیں آتی لڑائی جب ہوتی تو اسی لفظی جنگ کے ساتھ ہوتی ہے۔

عورتوں کی بری عادت رسول اللہ ﷺ کی زبانی:

اور پھر خصوصیت کے ساتھ یاد ہوگا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے مجمع میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا کبھی کبھی خاص عورتوں کا مجمع بھی ہوتا تھا جس میں حضور ﷺ وعظ فرماتے تھے بلکہ عورتوں نے مطالبہ کیا کہ یارسول اللہ! مرد تو آپ کے ساتھ ہر وقت لگے رہتے ہیں اور آپ کی باتیں سنتے ہیں ہمیں موقع نہیں ملتا آپ کی باتیں سننے کا لہذا ہمارے لیے بھی آپ کوئی وقت متعین کریں جس میں ہم آپ کی باتیں سنا کریں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جانا وہاں میں آؤں گا اور تمہارے سامنے وعظ کہوں گا میں عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ روایت زنانہ جلسوں کی بنیاد ہے کہ عورتیں اکٹھی ہوں اور کوئی عالم آدمی ان کے سامنے وعظ کہے اس کے لیے بنیاد ہے یہ روایت کہ عورتوں نے مطالبہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جانا میں وہاں آ کے وعظ کروں گا تو خالص عورتوں کے مجمع کے اندر رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی وعظ فرماتے تھے تو وعظ کے دوران میں حضور ﷺ نے جہاں اور باتیں بیان فرمائیں ان باتوں میں ایک بات یہ بھی فرمائی "یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اھل النار"

اے عورتوں کے گروہ! اللہ کے راستہ میں خیرات بہت کیا کرو "تصدقن" صدقہ کیا کرو مجھے دکھایا گیا ہے کہ جہنم میں جانے والوں کی اکثریت عورتوں کی ہوگی، اس لیے تم صدقہ کثرت سے کیا کرو جب یہ بات فرمائی تو عورتیں بول اٹھیں یا رسول اللہ! عورتیں کیوں زیادہ جہنم میں جائیں گی۔

آپ نے فرمایا "تکثرن اللعن وتکفرن العشیر" (مشکوٰۃ ۱۴۳ ج ۱) تم اس لیے جہنم میں زیادہ جاؤ گی کہ تمہارے اندر دو عیب ہیں ایک عیب یہ ہے کہ تم لعنت بہت کرتی ہو، اور دوسرا عیب یہ ہے کہ تم خاوند کی بڑی ناشکری کرتی ہو اس کی تفصیل دوسری جگہ روایت میں موجود ہے۔

"لو احسنت الیٰ احدٰ اھن الدھر ثم رأت منک شیئاً لقالت ما رأیت منک خیراً قطٌ" (بخاری ص ۹ ج ۱)

اگر تم کسی عورت پر زندگی بھر احسان کرو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو لیکن ایک دفعہ معاملہ اس کے ساتھ اس کی طبیعت کے خلاف ہو گیا تو وہ آگے سے کہے گی جس دن سے آئی ہوں تیرے گھر یہی حال ہے میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی پوری زندگی کے احسان، پوری زندگی کی اچھائی اور پوری زندگی کے اچھے برتاؤ پر ایک ہی لفظ سے پانی پھیر دے گی جب سے تیرے گھر آئی ہوں یہی حال ہے میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی۔

فرمایا یہ کفران عشیر خاوند کی ناشکری اور کثرت لعنت یہ دو باتیں ہیں جو تمہیں جہنم میں زیادہ لے جائیں گی لیکن اس کے ساتھ ہی پھر ایک اور بات بھی فرمائی وہ بھی ذرا غور کرنے کی ہے۔

عورت کی ایک بڑی خوبی:

اور ان بچیوں نے کتاب الایمان میں یہ روایت پڑھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں فرمایا "مارأیت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل" (مشکوٰۃ ص ۱۲ ج ۱) کہ ہو تو تم "ناقصات العقل و الدین" اور سمجھدار آدمی کی سمجھ مارنے میں تم سے زیادہ میں نے کوئی نہیں دیکھا کہ تم "ناقصات العقل و الدین" ہونے کے باوجود عقل مند آدمی کی عقل مار لیتی ہو اس وعظ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا اور ان بچیوں نے کتاب کے اندر پڑھا جب یہ بات کہی تو ایک عورت بول پڑی یا رسول اللہ! آپ نے جو ہمیں "ناقصات العقل و الدین" کہا ہے تو "ما نقصان عقلنا و دیننا" ہماری عقل اور دین میں کیا نقصان ہے فرمایا کہ ناقصات العقل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اللہ نے تم دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا ہے یہ تمہارے ناقصات العقل ہونے کی وجہ

سے ہے اور ناقصات الدین تم اس لیے ہو کہ مہینہ کے اندر کتنے دن آتے ہیں کہ تم نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ قرآن پڑھ سکتی ہو، نہ روزہ رکھ سکتی ہو اس لیے مرد کے مقابلہ میں تمہارا دین بھی ناقص ہے۔

یہ سوال تو عورت نے کیا کہ ہماری عقل کا نقصان کیا ہے اور ہمارے دین کا نقصان کیا ہے حق تھا ان کو وضاحت طلب کرتیں لیکن تمام حدیث کی کتابوں میں جہاں جہاں بھی یہ روایت موجود ہے کسی روایت کے اندر بھی یہ نہیں آتا کہ یارسول اللہ! آپ نے یہ کیا کہہ دیا کہ ہم عقلمند آدمی کی عقل مار لیتی ہیں؟

یہ کسی نے سوال نہیں کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بات تو وہ جانتی تھیں کہ یہ کام تو ہم کرتی ہیں اچھے بھلے آدمی کی عقل مار لینا یہ ہمارا کام ہے، بہن بھائی آپس میں محبت سے رہتے ہیں ایک بیگم صاحبہ گھر میں آئے گی اور خاوند کو ایسی پٹی پڑھائے گی بہنوں سے بھی لڑادے گی، بھائیوں سے بھی لڑادے گی، ماں باپ سے لڑادے گی، یہ روز کے قصے ہیں حالانکہ خاوند عقلمند ہوتا ہے لیکن وہ ایسی عقل مارتی ہے کہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا جب تک بیگم صاحبہ نہیں آئی تھی گھر میں اتفاق تھا سارے ٹھیک ٹھاک رہتے تھے یہ عقل مارنے والی بات ہے کوئی رسم کی بات آگئی کوئی مطالبہ کسی قسم کا آگیا خاوند کہے گا میرے پاس گنجائش نہیں ہے میں ایسا نہیں کرسکتا لیکن بیگم صاحبہ اس طرح اڑ کے بیٹھیں گی کہ اچھا بھلا عقل مند آدمی اس کا مطالبہ پورا کرنے پر مجبور ہو جائے گا چاہے باہر دنیا کے اندر مشہوری ہو جائے کہ یہ تو زن مرید ہے یہ تو بیوی کی بات مانتا ہے۔ لیکن بیوی اچھے بھلے عقلمند آدمی کو بھی اپنے پیچھے لگا لیتی ہے یہ سب لوگ جانتے ہیں اس لیے کسی عورت نے اعتراض نہیں کیا۔

عورت معاشرے کو سدھار سکتی ہے:

اس جملہ کو نقل کرنے کے بعد (یہ گفتگو میں اپنی بیٹیوں بہنوں سے کر رہا ہوں ان کو سمجھانے کیلئے) میں ایک بات کہا کرتا ہوں کہ اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم خاوند کو

منوانے پہ آ جاؤ تو بے عقلی کی بات بھی منوا لیتی ہو اور خاوند تمہارے سامنے مجبور ہو جاتا ہے اس میں اگر تمہارے نقص کی نشاندھی ہے تو میرے خیال میں اس کے ضمن میں تمہاری خوبی بھی معلوم ہوتی ہے نقص کی بات نہیں خوبی کی بات بھی ہے وہ خوبی یہ ہے کہ تمہیں بات منوانے کا سلیقہ آتا ہے تمہیں اتنی استعداد حاصل ہے کہ تم عقل مند آدمی سے بے عقلی کی بات بھی منوا لیتی ہو تو بات منوانے کا سلیقہ تم کسی برے کام کے لیے استعمال نہ کرو اچھے کام کے لیے استعمال کر لو اور جب تم اس کو اچھے کام کے لیے استعمال کرو گی تو تمہارا یہی بات منوانے کا سلیقہ تمہارے گھر کے اندر اچھا انقلاب لے آئے گا۔

اگر تم ضد کر کے خاوند کی داڑھی منڈوا سکتی ہو تو داڑھی رکھوا بھی تو سکتی ہو کہ تم یہ ضد اس طرح کر لو، بات منوا لو اچھائی پھیل جائے گی اگر تم اپنے کپڑوں کے لیے خاوند کو مجبور کر سکتی ہو کہ اس کے پاس پیسے بھی نہیں اس کے پاس زیور بنوانے کی طاقت بھی نہیں وہ قرضہ لے کر بھی تمہاری فرمائش پوری کرتا ہے۔

تو اگر تم چاہو تو ضد کر کے اس کو نمازی بھی تو بنا سکتی ہو کہ اگر نماز نہیں پڑھو گے تو میں نہیں بولوں گی، اگر تو نماز نہیں پڑھے گا تو میں روٹی نہیں پکا کر دوں گی۔

یہاں ضد کر کے دیکھو بے نمازی کو نمازی بنا لو جب تمہیں اللہ نے بات منوانے کا سلیقہ دیا ہے تو اچھی بات منوا لو، تو تمہارا یہی جذبہ ان شاء اللہ العزیز انقلاب لانے کا ذریعہ بن جائے گا بلکہ اس سے بڑھ کے میں ایک اور بات کہا کرتا ہوں ہمارے ہاں رشوت ستانی ایک ایسی قومی بیماری ہو گئی کہ جس سے بچنا بچانا بہت مشکل ہے جس کو دیکھو وہی رشوت خور ہے حکومت اعلان کرتی رہے مولوی وعظ کرتے رہیں کہ یہ حرام ہے یہ حرام ہے ایک لقمہ حرام کھانے والا جہنم میں جائے گا۔

جو گوشت حرام سے پیدا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا بار بار وعظ کریں یہ رشوت ستانی نہیں ختم ہو سکتی اگر بیگمات تہیہ کر لیں تو ایک ہی دن میں رشوت ختم ہو سکتی ہے وہ کیسے کہ

وہ خاوند کو کہہ دیں خبردار! اگر گھر میں حرام مال لے کر آیا۔ میں اپنے بچوں کو جہنم کا ایندھن نہیں بنانا چاہتی نہ میں تجھے جہنم میں جاتا دیکھنا چاہتی ہوں نہ میں خود جہنم میں جانا چاہتی ہوں تھوڑی تنخواہ پر گزارا کریں گے فاقہ کشی کرلیں گے، خشک روٹی کھالیں گے۔

لیکن رشوت کا مال نہیں کھائیں گے تو تم خاوند کے سامنے اڑ کر دیکھو وہ اگر رشوت لینی نہ چھوڑے تو کہنا، تمہارے مطالبے پورے کرنے کے لیے وہ رشوت لیتا ہے لیکن اگر تم اڑ جاؤ اور یہ کہو کہ ہم گھر کے اندر کوئی حرام مال نہیں آنے دیں گی تو خود بخود ساری کی ساری رشوت چھوٹ جائے گی، حکومت نہیں چھڑوا سکتی تم چھڑوا سکتی ہو، اپنے خاوند کو مجبور کرسکتی ہو کہ میں فاقہ برداشت کرلوں گی اپنے بچوں کو بھی فاقہ میں رکھ لوں گی، خشک روٹی کھالوں گی لیکن حرام لقمہ کے ساتھ نہ خود جہنم میں جانا چاہتی ہوں اور نہ اپنے بچوں کو جہنم میں جانے دوں گی تو اگر تم منوانا چاہو تو منوا لو اور پھر دیکھو معاشرے سے کتنی جلدی یہ برائی ختم ہوتی ہے تو عورت کی اصلاح اصل کے اعتبار سے پورے خاندان کی اصلاح ہے تو رسول اللہ ﷺ نے زنانہ وعظ میں زنانہ جلسہ میں عورتوں کو یہ باتیں سمجھائیں اور اس میں یہ بات خصوصیت سے توجہ کی ہے کہ عورتوں کو بات منوانے کا سلیقہ ہے۔

عورت گھر کو جنت بنا سکتی ہے:

اگر یہ اڑ جائیں ضد میں آجائیں تو بے عقلی کی بات بھی خاوند سے منوا لیتی ہیں تو جب بے عقلی کی منوا لیتی ہیں تو عقل کی بات منوانا تو اور بھی زیادہ آسان ہے تو اپنی اس صلاحیت سے بھی کام لو نیکی کے لیے اڑ وا اور مجبور کروا پنے گھر میں نیکی کا ماحول پیدا کرنے کے لیے، تو تمہارے لیے اس میں آسانی ہوجائے گی۔

بہر حال سرور کائنات ﷺ نے زبان کے بارے میں عورت کو خصوصیت کے ساتھ تاکید کی ہے کہ اچھا بول بولو اور یہ لڑائی بھڑائی اور یہ لعن طعن اس قسم کی چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے عرض یہ کر رہا تھا کہ بچیوں نے اگر علم حاصل کیا ہے تو ان کو اپنے علم

کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب دے رہا ہوں اور خصوصیت سے معاشرہ کی اصلاح کے بارے میں تاکید کر رہا ہوں کہ آپ اپنی زبان کی حفاظت کر کے گھر کو جنت بنا سکتی ہو جبکہ زبان کے فساد کے ساتھ اچھا بھلا گھر جہنم بن جاتا ہے تو اپنے علم پر عمل کرنے کا تہیہ کرو اور یہ روایت جو ہم نے آخر میں پڑھی ہے اس میں سرور کائنات ﷺ نے تسبیحات کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

حضور ﷺ تصویر کی وجہ سے لاڈلی بیٹی کے گھر نہ گئے:

مختصر سی بات کرتا ہوں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ازواج جن کو ہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کہتے ہیں ان کی بہت ساری باتیں آپ کے سامنے گزریں جو آپ کے لیے نمونہ ہیں اور خصوصیت کے ساتھ آپ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی چار بیٹیاں تھیں لیکن تین آپ کی زندگی میں فوت ہوگئی تھیں ایک بیٹی رہ گئی تھی اور بیٹے سب کے سب بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور ایک بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی زندگی میں زندہ رہیں تو ساری محبت اولاد والی حضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگئی تھی تو وہ بیٹی کتنی لاڈلی ہوگی کتنی پیاری ہوگی اور ان کے واقعات حدیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں رسول اللہ ﷺ سفر پر جانے لگتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جایا کرتے تھے اور آخری ملاقات اس سے ہوتی تھی اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے بیویوں کے گھروں میں بعد میں جاتے تھے۔(مشکوۃ ص ۳۸۳/ج ۲/)

ایک دفعہ سفر سے واپس آئے دہلیز پر آئے واپس چلے گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ کیا بات ہوگئی واپس کیوں چلے گئے پوچھا یا رسول اللہ! کیا بات ہوگئی آپ گھر میں نہیں آئے۔

انہوں نے کہیں تصویر والا کپڑا لٹکا رکھا تھا آپ نے دیکھ کے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو وہاں اللہ کا رسول نہیں آیا کرتا، بیٹی کے گھر میں نہیں گئے جب اس گھر میں تصویر تھی۔

اب بیٹی کے گھر تو جاتے نہیں تصویر کی وجہ سے اور ہم نے اپنے تمام کمروں کو تصویروں کے ساتھ مزین کیا ہوا ہے اور پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ تھوڑی سی مٹھائی رکھ کے میلاد پڑھو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں، بیٹی کے گھر تو جاتے نہیں تھے۔

تمہارے گھر میں کتا ہے:

اب آپ اندازہ کرلیں کہ کہاں تک یہ بات ٹھیک ہے تصویریں گھر میں ہوں تو رحمت کا فرشتہ نہیں آتا رحمت کا فرشتہ نہیں آتا تو رسول اللہ ﷺ بدرجہ اولیٰ نہیں آتے اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے وہ گھر جس کو تصویروں سے مزین کیا ہوا ہو، انصار کے گھروں میں حضور ﷺ کے جانے کا معمول تھا ایک گھر میں جاتے تھے اس سے پہلے ایک گھر آتا تھا اس میں نہیں جاتے تھے ان گھر والوں نے محسوس کیا کہ ہمارے دروازے کے سامنے سے گذر کر اگلے گھر میں چلے جاتے ہیں ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟

آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے گھر میں کتا ہے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ان کے گھر میں بھی تو بلی ہے فرمایا بلی کی کوئی بات نہیں، بلی میں درندگی ہے (مشکوٰۃ ۳۸۷ ج ۲) خبث نہیں کتے میں خبث ہے جس گھر میں کتا ہو وہاں اللہ کی رحمت نہیں آتی جس گھر میں کتا ہو وہاں اللہ کا رسول بھی نہیں جاتا تو ہم کتے گھر میں باندھ لیں اور کتوں سے پیار کریں پھر امید رکھیں کہ اللہ کی رحمت آئے گی تو یہ کتنی بے وقوفی کی بات ہے آپ ﷺ کی زندگی کا معمول یہ ہے ان چیزوں سے گھروں میں پرہیز کرو زیب وزینت ایسے طور پر کرنا کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے یہ عقلمندی کی بات نہیں ہے۔

بہرحال لاڈلی بیٹی تھی خدام آتے تھے آپ غریبوں میں تقسیم کردیتے تھے اپنی بیٹی کو خادم نہیں دیا وہ اپنے گھر کا کام خود کرتی تھی، گھر کا کام

/// جھاڑو دینا۔

/// کپڑے دھونا۔

/// روٹی پکانا۔

/// آٹا گوندھنا۔

/// بچوں کو سنبھالنا۔

یہ سارے کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود کیا کرتی تھیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نمونہ اختیار کرتے ہوئے عورت کو بھی چاہیئے کہ گھر کے اندر اپنا کام خود کرے۔

لاڈلی بیٹی کو خادم نہ ملا:

تو ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تو اتنی مشقت اٹھاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں غلام آتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے ہیں تو اپنے (ابا) کے پاس جاؤ اور جا کے کہو کہ یا رسول اللہ ! مجھے ایک خادم دیدو جو میرے ساتھ کام میں میری مدد کرے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود نہیں تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہہ کے واپس آگئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی تھیں اور یہ مطالبہ کر کے گئی ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر چلے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں کہا کہ بیٹی ! تم اس کام کے لیے گئی تھیں؟

انہوں نے کہا جی ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم کے مقابلہ میں بہتر ہے وہ یہ ہے رات کو سوتے وقت (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، (۳۳) دفعہ الحمد للہ، اور (۳۴) دفعہ اللہ اکبر یہ تسبیح پڑھ لیا کرو یہ خادم کے مقابلہ میں بہتر ہے، (بخاری ص ۳۴۹ ج ۱) بیٹی کو تسبیح سکھا دی لوگوں کو غلام اور خادم دیے اس تسبیح کی فضیلت اتنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی کو گھر جا کے تلقین کی تھی اس کو تسبیح فاطمہ کہتے ہیں۔

اصل یہ ہے سوتے وقت اور پھر باقی پانچ نمازوں کے بعد بھی پڑھنے کی تلقین آئی ہے فضیلت اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خادم کے مقابلہ میں تمہارے لیے بہتر ہے ہمارے بزرگوں کی کلام میں یہ بات موجود ہے کہ محنت مزدوری کرنے والا مرد ہو یا عورت تھکا تھکایا شام کو جس وقت بستر پر لیٹے اور لیٹنے کے بعد تجربہ کرے اس تسبیح فاطمہ پڑھنے کا تو اتنے سکون اور اطمینان کی نیند آتی ہے کہ ساری تھکاوٹ دور ہو کے انسان تروتازہ ہو جاتا ہے اعصاب کی تھکاوٹ دور کرنے کا یہ بہترین نسخہ ہے اس کا تجربہ کر کے دیکھ لو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو تلقین کی تھی تو اس کی عادت ڈالیے پانچوں نمازوں کے بعد تسبیح فاطمہ پڑھیے اور ایسے ہی سوتے وقت بھی پڑھیں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ قول جو آخر میں پڑھا گیا اس کا ترجمہ بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت پسند ہیں، زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں کہ ادا کرنے میں کوئی کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔

لیکن یہی دو کلمے قیامت کے دن جب ترازو میں رکھے جائیں گے تو بہت بوجھل ہوں گے ان کلمات کی وجہ سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور وہ دو کلمے یہی ہیں ''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم'' ان کو پڑھنے کی عادت ڈالو، یہ بہت محبوب کلمے ہیں اسی سے اللہ کی توحید بھی ثابت ہوتی ہے اور اللہ کا اعلیٰ درجہ کا یہ ذکر بھی ہے اسی بات پر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کو ختم کر رہے ہیں اور آخر میں صرف ایک بات عرض کرتا ہوں بچیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہ فن حدیث میں سند کی بہت اہمیت ہوتی ہے اور سند سے حضور ﷺ تک یہ سلسلہ متصل ہو جاتا ہے سند اصل کے اعتبار سے تو اس استاد کی ہوتی ہے جس نے پڑھایا ہے۔

لیکن تبرک کے طور پر سند لینے کا رواج بھی ہمارے اکابر میں ہے اس لیے میں اپنی سند کے ساتھ ان بچیوں کو روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس نسبت کو میرے لیے بھی برکت کا باعث بنائے اور ان کے لیے بھی۔

تو جو علم پڑھا اس کو محفوظ رکھنے کی کوشش بھی کرو مطالعہ کے ساتھ اس میں ترقی بھی کرو اور اس کو آگے پھیلانے کی کوشش کرو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کفر کی طعنہ زنی

اور ہمارا عزم

بمقام:

بتاریخ:

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

تمہید:

اس وقت طالبات کے ساتھ احباب بھی جمع ہیں جہاں بھی صحیح بخاری کے ختم کرنے کا موقع ہوتا ہے تو وہاں میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ایک ہے سبق کی تقریر فنی حیثیت سے جس میں حدیث شریف کے مباحث کا تذکرہ ہوتا ہے یہ طلباء یا طالبات کے سمجھنے کی چیز ہوتی ہے اگر اس مجمع میں صرف وہی انداز اختیار کیا جائے فنی اصطلاحات کا تو غیر علماء ہمارے احباب جو جمع ہوتے ہیں وہ ثواب تو یقیناً حاصل کریں گے۔

لیکن ان کو کوئی عملی فائدہ خاص نہیں ہوگا اس مجلس کا ثواب یقیناً حاصل کرتے ہیں اس لیے آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا ہوں تو فنی اصطلاحات سے ہٹ کر کوئی دو چار باتیں عرض کرنے کا ہمیشہ سے معمول ہے اسی اصول کے مطابق بے ربط اور متفرق باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مجمع یوں سمجھئے کہ تین حصوں میں تقسیم ہے معلمات ہیں پڑھانے والی، متعلمات ہیں سیکھنے والی اور ادارے کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے معاونین ہیں۔

یہ تین تو ہیں جو سارے مجمع سے ممتاز ہیں اور چوتھے درجہ میں ہمارے احباب محبت کا تعلق رکھنے والے ادارے کے ساتھ، علم کے ساتھ حدیث کے ساتھ، سرور کائنات ﷺ کی ذات سے وہ اس تعلق کی بناء پر جمع ہیں تو گویا کہ اس وقت چار طبقے اس مجمع میں موجود ہیں ان سب کی خدمت میں ایک ایک بات ان کے متعلق عرض کرتا ہوں سرور کائنات ﷺ کی ایک صحیح حدیث ہے جو تقریباً تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔

دو شخص قابل رشک:

سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں، ''لاحسد الا فی اثنتین'' (مشکوٰۃ ص ۳۲ ج ۱) ایک روایت میں اثنین ہے مذکر کا صیغہ ہو تو مراد ہوگا آدمی دو ایسے ہیں اور

اثنتین ہو تو مراد ہوگا کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کو دیکھنے کے بعد ان کے بارے میں انسان کی طبیعت میں رشک پیدا ہونا چاہیے۔

رشک اور حسد:

رشک اردو کا لفظ ہے عربی میں غبطہ کہتے ہیں اور اس روایت میں لفظ اگرچہ حسد کا ہے لیکن مراد غبطہ ہے رشک کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے اچھے حال کو دیکھ کر اپنے دل کے اندر یہ جذبہ ابھرے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا اپنے لیے اس حالت کے حصول کی تمنا انسان کے دل میں ابھرے اس کو غبطہ اور رشک کہتے ہیں اور کسی کے اچھے حال کو دیکھ کر جلنا کہ اس کو یہ اچھا حال کیوں نصیب ہوگیا۔

- ○...... اس کے پاس مال کیوں ہے۔
- ○...... اس کے پاس دولت کیوں ہے۔
- ○...... اس کے پاس کارخانہ کیوں ہے۔
- ○...... اس کو یہ عزت کیوں حاصل ہے۔
- ○...... اس کو یہ عہدہ کیوں حاصل ہے۔

اس پر جلنا اور اس شخص سے اس کے زوال کی تمنا کرنا کہ اس پر زوال آجائے اس کو حسد کہتے ہیں اور حسد حرام ہے اور خلاق رذیلہ میں ایک بدترین قسم کا رذیلہ ہے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ حسد انسان کی نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے (مشکوٰۃ ۴۲۸ ج ۲) کسی کی اچھی حالت دیکھ کے جلنا کہ اس کو یہ اچھی حالت کیوں مل گئی اور اس سے زوال کی تمنا کرنا اپنے لیے حصول کی تمنا نہیں ہوتی دوسرے سے زوال کی تمنا ہوتی ہے یہ حسد حرام ہے اور اخلاق رذیلہ میں شامل ہے اور بدترین قسم کا خلق ہے بلکہ دنیا میں زیادہ فسادات کا ذریعہ یہی حسد ہی ہوا کرتا ہے۔

بلکہ بقول شاہ عبدالعزیز محدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ کی جو سب سے پہلے نافرمانی ہوئی ہے وہ حسد کی بناء پر ہی ہوئی کہ شیطان نے حسد کیا آدم علیہ السلام پر اور روئے زمین پر سب پہلے اللہ کی نافرمانی بنی آدم میں جو ہوئی کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اس کا منشاء بھی حسد ہی تھا۔

بنی آدم میں فساد کی ابتداء حسد سے ہی ہوئی اور آسمان پر بھی اللہ کی نافرمانی کی ابتداء حسد سے ہی ہوئی اور اللہ نے اپنی کتاب کے اندر بنی اسرائیل اور یہودیوں کی خاص یہ خصلت ذکر کی ہے کہ ان کو بنی اسماعیل علیہ السلام کے اوپر حسد ہے کہ یہ کتاب کا مالک بننا یہ نبیوں کا سلسلہ تو ہمارے اندر تھا یہ بنی اسماعیل علیہ السلام میں کیوں چلا گیا، ہمارے سے کیوں چھن گیا تو بنی اسماعیل علیہ السلام پر حسد تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اسماعیلی نبی کو قبول نہیں کیا تو حسد بہت بری بیماری ہے اور رشک کی ترغیب دی گئی ہے کہ کسی کے اچھے حال کو دیکھ کر آپ کے دل میں یہ خیال ابھرے کہ کاش ہمارے پاس بھی یہ حالت ہوتی اور ہم بھی ایسے ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو شخص ایسے ہیں کہ جن کو دیکھنے کے بعد انسان کے دل میں یہ جذبات ہونے چاہئیں کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان دو شخصوں کی کیا حیثیت ہے جن کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ ان دو کے علاوہ تیسرا نہیں ہے کہ جس کو دیکھ کے دل میں خیال آئے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا وہ دو کون ہیں؟

ایک روایت میں لفظ حکمت ہے اور ایک روایت میں قرآن ہے (بخاری ۱۵۷ج۲) کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن سکھایا اور وہ اس قرآن کی نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہے تو دوسری روایت میں لفظ قرآن جو آ گیا اس لفظ قرآن کے قرینہ سے معلوم ہو گیا کہ جس روایت میں علم کا لفظ ہے اس میں بھی علم سے علم قرآن یعنی دینی علم مراد ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ

نے دینی علم دیا ہو یا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا ہو اور وہ اس کی نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہو تو ایک تو وہ شخص ایسا ہے کہ جب تمہاری نظر اس پر پڑے تو تمہارے دل میں ہوک اٹھے کہ میں ایسا کیوں نہیں؟

کاش! میں بھی ایسا ہوتا میرے پاس علم ہوتا اور میں بھی اس کی نشر و اشاعت کرتا میرے پاس بھی قرآن ہوتا میں بھی اس کی نشر و اشاعت کرتا ایک تو اس شخص کے اوپر رشک ہونا چاہیے۔

علماء کی اہمیت:

موجودہ وقت کے حالات کے تقاضہ سے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ آپ تقریباً ہر جلسہ میں، ہر بیان میں یہ بات سنتے ہیں کہ پورا کفر یہودیت نصرانیت یا باطل فرقے جتنے بھی ہیں وہ ان اہل علم سے عوام کا تعلق توڑنے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ لوگوں کا علماء سے تعلق نہ رہے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں میدان میں جنگ ہے وہاں تو یہ پوری طرح کٹ گئے ہیں اس میں تو کوئی شک نہیں آپ سب حضرات ہی جانتے ہیں۔

لیکن یہ جنگ جو ذہنی طور پر وہ لڑ رہے ہیں میڈیا کے ذریعہ سے اس میں ان کے غلبہ کے آثار بہت نمایاں ہوتے جا رہے ہیں کہ لوگوں کے اندر علماء سے دوری، علم کے مراکز سے دوری اور اہل علم کے ساتھ محبت نہ کرنا یہ فتنہ آگے بڑھتا چلا آ رہا ہے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شاید روئے زمین پر سب سے گھٹیا طبقہ یہ ہے علماء کا اس لیے عوام کو متنفر کر کے ان سے دور ہٹانا چاہتے ہیں جو بھی گمراہ فرقہ ہے اس کے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ یہ لوگ علماء سے نہ جڑیں۔

کیونکہ ان کو پتہ ہے اگر علماء سے جڑ گئے تو پھر یہ ہماری بات نہیں سنیں گے، پہلے ان کا تعلق علماء سے توڑو اور پھر ان کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرو لیکن میں آپ کی

خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ ان کی عظمت کو سمجھیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ فقراء کہلاتے ہیں مساکین کہلاتے ہیں سرور کائنات ﷺ نے مسجد کے ساتھ مدرسہ جو قائم کیا تھا جسکی مثال اسی وقت سے امت میں چلی آرہی ہے کہ مسجد کے ساتھ مدرسہ ہو وہاں جمع ہونے والے مساکین ہی ہوتے تھے اور سرور کائنات ﷺ نے ان کے گزارے کے لیے کیا صورت اختیار کی تھی وہ بات آپ حضرات کے سامنے ہے۔

اب یہاں طعنہ دیا جاتا ہے کہ

☆...... یہ لوگ صدقہ کھاتے ہیں۔

☆...... یہ لوگ خیرات کھاتے ہیں۔

☆...... یہ لوگ زکوٰۃ کھاتے ہیں۔

☆...... یہ زکوٰتوں پر پلتے ہیں۔

☆...... یہ ہمارے ٹکڑوں پر پلتے ہیں۔

(میری طبیعت کسی اور طرف جارہی ہے میں اس سے اپنے آپ کو روکتا ہوا کہتا ہوں) علماء کی تحقیر کے لیے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ سرور کائنات ﷺ کے خیال کے مطابق اور بیان کے مطابق جو بالکل سچ ہے اور بالکل حق ہے اور اس میں اہل ایمان کے لیے شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اہل علم کا طبقہ قرآن کریم کی خدمت کرنے والا طبقہ امت میں سے افضل ترین گروہ ہے کہ باقی امت کو تلقین ہے کہ جب ان کو دیکھو تو تمہارے دل میں یہ خیال آئے کہ کاش ہم بھی ایسے ہوتے، اتنی بڑی حیثیت کے مالک ان کے اوپر اللہ تعالیٰ نے یہ فقر و فاقہ کا پردہ ڈال دیا، لیکن یہ پردہ ڈال دینا ان کی تحقیر کا باعث نہیں بلکہ ان کی عظمت کا باعث ہے۔

شان سید الانبیاء:

سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں میرا عقیدہ، میرے اکابر کا پورے مسلک دیوبند کیا، بلکہ ہر کلمہ گو کا عقیدہ یہ ہے کہ سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس اللہ کی اس مخلوق میں خدا کی اس کائنات میں سب سے افضل سب سے اعلیٰ اور سب سے اشرف ہے اللہ کی ذات کو چھوڑ کر اس کی پوری خدائی لیں اس کے ساتھ مقابلہ نہیں وہ خالق ہے مالک ہے اس سے مخلوق کا کوئی مقابلہ نہیں نہ اس کے برابر کسی کو ٹھہرایا جا سکتا ہے اس کی ذات تو سب سے اعلیٰ وارفع ہے اللہ کی ذات کو چھوڑ کر اس کائنات میں سب سے زیادہ اشرف، سب سے افضل سب سے اعلیٰ سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس ہے میرا عقیدہ یہ ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر میرے اساتذہ کا عقیدہ یہی ہے اور علماء دیوبند کا عقیدہ یہی ہے۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہر کلمہ گو مسلمان کا عقیدہ یہی ہے آپ کے عقیدہ کی بھی میں ذمہ داری سے شہادت دیتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ بھی یہی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس عالم ظاہر میں اس اشرف المخلوقات کو ظاہر فرمایا اور جب مکہ معظمہ میں ان کی پیدائش کا وقت آیا تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے پیدا ہونے سے پہلے ان کو یتیم کر دیا گیا رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کی وفات ہو گئی تھی آپ یتیم ہو گئے تھے۔

حلیمہ نے یتیم کو اپنی گود میں لے لیا:

اس زمانہ میں رواج تھا کہ اہل مکہ اپنے بچوں کو تربیت کے لیئے دیہات میں بھیجتے تھے باہر سے عورتیں آتی تھیں اور وہ آکر بچے وصول کرتیں، لے جاتیں ان کی خدمت کرتیں ان کی پرورش کرتیں اور بچوں والے ان کو انعامات سے نوازتے تھے ان کی خدمت کرتے تھے تو سرور کائنات ﷺ کی ولادت کے بعد اپنے معمول کے مطابق دیہات کی

عورتیں آئیں واقعہ آپ سنتے رہتے ہیں پڑھتے رہتے ہیں لیکن شاید آپ نے اس کے اس پہلو پر غور نہیں کیا جس طرف میں متوجہ کر رہا ہوں کہ عورتیں آئیں تو ان میں وہ عورتیں بھی تھیں جن کو دنیا کے ساز و سامان حاصل تھے، ان کی سواریاں اچھی تھیں ان کے گھروں میں اچھے جانور موجود تھے ان کی رہائش عمدہ تھی اور آنے کے بعد وہ بچے تلاش کرنے کے لیے شہر میں پھیل گئیں۔ ہر عورت بچہ کی متلاشی ہے کہ مجھے کوئی بچہ مل جائے اور میں لے کے جاؤں اور اس کی خدمت کروں گی تو انعامات سے نوازی جاؤں گی۔

جب وہ آئیں بنی ہاشم کے محلّہ میں اور ان کو پتہ چلا کہ یہاں بھی ایک بچہ پیدا ہوا ہے عورت آتی ہے آ کے حالات سنتی ہے جب اس کو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو پیدائشی یتیم ہے چھوڑ کے چلی جاتی ہیں کہ اس کی خدمت کا صلہ کون دے گا ان عورتوں میں ایک عورت حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بھی تھی بنوسعد قبیلہ سے تھی، کمزور قسم کی بدحال قسم کی وہ اگر کسی دروازے پر جاتی کہ بچہ مجھے دیدو تو آخر بچہ دینے والے بھی تو حالات معلوم کرتے تھے کہ یہ بچہ کی پرورش کر بھی سکے گی یا نہیں جب ان کو پتہ چلتا کہ یہ تو مسکین ہے اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے وہ بچہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔

خوش حال عورتیں یتیم کو لینے کے لیے تیار نہیں تھیں اور یہ مسکینہ اس کو کوئی بچہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا جب سب بچے تقسیم ہو گئے اور لوگوں نے اچھے خاندان کی عورتوں کو جن کے متعلق خیال تھا کہ اچھا کھلائے گی اچھی تربیت کرے گی ان کو بچے دیدیے اس بچہ کو لینے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا اور اس کو کوئی دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

آخر مجبوری کے تحت یہ حلیمہ رضی اللہ عنہا اس بچہ کو لینے کے لئے تیار ہوئی اور گھر والے بھی اسی مجبوری کے ساتھ بچہ اس کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوئے صورتحال یہی پیش آئی اس مسکینہ نے اٹھا کے اس یتیم کو اپنی گود میں لے لیا، اس مسکینہ نے اٹھا کے اس یتیم کو اپنے سینہ سے لگایا آج سے چودہ سو چراسی سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا میں آپ سے پوچھتا ہوں

اور یہی بات میں آپ کے ذہن میں ڈالنا چاہتا ہوں کہ وہ جو آئی تھیں سرمایہ دار بچوں کو تلاش کرنے اور سرمایہ داروں کے بچوں کو اٹھا کے لے کر گئی ہیں آج ان میں سے کسی ایک کا نام تمہیں یاد ہے کہ کون کون تھیں وہ؟

یتیمی کا پردہ بے قدروں سے بچانے کے لیے ڈالا تھا:

یوں سمجھو کہ مجھے ساٹھ سال ہو گئے مدارس میں زندگی گزارتے ہوئے سیرت کی کتابیں پڑھی ہیں، حدیث کی کتابیں پڑھی پڑھائی ہیں، تفسیر کی کتابیں پڑھی ہیں، میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ مجھے ایک عورت کا نام بھی یاد نہیں ہے جو مکہ سے خوشحال خاندانوں کے بچے لے کر گئی تھی کہ وہ کون تھی جو آئی تھی اور کون بچے تھے جن کو وہ لے کر گئی تھی۔

لیکن جس مسکینہ نے اس یتیم کو گود میں اٹھایا ہے پوری دنیا میں اس کے گن گائے جا رہے ہیں ساری دنیا اس کے گیت گاتی ہے، چودہ سو چراسی سال سے جس نے اس یتیم بچہ کو گود میں لیا اپنے سینہ سے لگایا اب دنیا میں عزت ہے تو اس کی ہے، احترام ہے تو اس کا ہے دعائیں ہیں تو اس کے لیے نکلتی ہیں، گیت گائے جاتے ہیں تو اس کے گائے جاتے ہیں، اور روئے زمین پر جہاں بھی کوئی مسلمان موجود ہے اس سے پوچھو وہ بتائے گا کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہے جس نے سب سے پہلے اس یتیم کو اپنی گود میں لیا ہے وہ دنیا میں بھی شہرت کی چوٹی کو پہنچ گئی اور آخرت میں جو اس کا درجہ ہوگا وہ وہاں جا کے معلوم ہوگا تو یہ مسکنت کا پردہ اللہ تعالیٰ نے اس اشرف المخلوقات پر جو ڈال دیا تھا یتیمی کا پردہ جو ڈالا تھا تو یہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

☆ بے عزت کرنے کے لیے ڈالا تھا؟ (نہیں)۔

☆ بے قدر کرنے کیلئے ڈالا تھا؟ (نہیں)۔

بے قدر کرنے کے لیے نہیں ڈالا تھا بے قدروں سے بچانے کے لیے ڈالا تھا

(سبحان اللہ) جو دنیا کے طالب تھے وہ اس یتیم کو ہاتھ نہیں لگا سکے ان بے قدروں سے بچایا یتیمی کا پردہ ڈال کے، وہی بات اُس وقت سے اِس وقت تک چلی آ رہی ہے۔

یتیم کے دین پر بھی مسکنت کا پردہ:

یتیم کا لایا ہوا دین آج اس پر بھی مسکنت کا پردہ ہے لیکن یہ مسکنت کا پردہ اس کے بے قدر ہونے کی دلیل نہیں یہ بے قدروں سے بچانے کے لیے ہے اس لیے کوئی دنیا دار آدمی کوئی صنعت کار اور کوئی سرمایہ دار جس کے دل دماغ میں دنیا کی محبت ہو وہ کبھی اپنے گھر کے اندر اس یتیم کا دین نہیں آنے دیتا نہ اپنا بچہ اس دین کی خاطر دینے کے لیے تیار ہے اللہ تعالیٰ نے یہ دولت مسکینوں کے لیے رکھی ہے تو یوں سمجھو کہ یہ مسکین اس یتیم کے وارث ہیں جنہوں نے قدر کی وہ نام پا گئے اور جنہوں نے بے قدری کی وہ ذلیل ہو گئے یہ ہے آخری نکتہ جو اس واقعہ کے تحت میں آپ کے سامنے ذکر کرنا چاہتا تھا۔

جنہوں نے اس یتیم کی قدر کی اس مسکین کی قدر کی وہ نام پا گئے اور جنہوں نے اس سے اعراض کیا رسوا ہو گئے بے قدر ہو گئے اور ان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے اول سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ قیمتی چیز کو بسا اوقات اس قسم کے پردے میں چھپا کے دیتے ہیں تا کہ بے قدروں سے بچا کر ان کو با قدروں تک پہنچایا جائے اس لیے یہ طلباء، مساکین اور یہ یتیم جو اس دین کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھے ہیں جو یتیم لے کے آیا تھا تو یوں سمجھو کہ اس یتیم کے یہ قدردان ہیں اور ان کا تعلق اس یتیم کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا اس کے ساتھ تعلق تھا۔

وہ تعلق حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو نواز گیا اور ان شاء اللہ العزیز یہ تعلق جو ان یتیموں اور مسکینوں کو اس یتیم کے ساتھ ہے یہ ان کو بھی نواز دے گا آپ ان کی قدر نہ کریں آپ کے قدر نہ کرنے سے یہ بے قدر نہیں ہوں گے بلکہ آپ اجر وثواب سے محروم ہو جائیں گے اور اس تعلق سے ٹوٹنے کا نقصان آپ کو پہنچے گا ان کا رشتہ تو اس یتیم کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

استہزاء کوئی نئی بات نہیں:

اور اسی طرح جو اس یتیم کے لائے ہوئے دین کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھے ہیں جس وقت وہ یتیم اس دین کو لے کر آیا تھا اس وقت کے سرمایہ داروں نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا۔

مہذب دنیا میں نہیں غیر مہذب دنیا میں بھی جو گالی دی جاسکتی تھی وہ گالی انہوں نے سرور کائنات ﷺ کو دی ہے جو گندی زبان وہ استعمال کر سکتے تھے وہ انہوں نے کی ہے قرآن کہتا ہے کبھی اس کو شاعر کہتے تھے، کبھی اس کو کاہن کہتے تھے، کبھی اس کو جادوگر کہتے تھے، کبھی اس کو مفتری کہتے تھے، کبھی اس کو کذاب کہتے تھے، اور کبھی اس کے ہر حال کا مذاق اڑاتے تھے" ولقد استهزئ برسل من قبلك" (الانعام آیت ۱۰) قرآن کریم میں اشارہ موجود ہے کہ جب وہ حضور ﷺ کا مذاق اڑاتے اور اس قسم کے لفظ بولتے تو اللہ تعالیٰ تسلی دیتا ہے کہ گھبرایئے نہیں۔

جس جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اس جماعت کے ساتھ دنیاداروں نے ہمیشہ ایسے ہی کیا ہے، آپ سے پہلوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس جماعت سے آپ کا تعلق ہے آدم سے چلی آرہی ہے اور دنیا کے سرمایہ دار طبقہ نے، دنیاداروں نے دنیا کے با اقتدار طبقہ نے، فرعونوں نے، نمرودوں نے جو اس دنیا کے اقتدار پر قابض تھے ہمیشہ اس طبقہ کے متعلق ایسی ہی زبان اختیار کی ہے جیسی زبان یہ لوگ آپ کے متعلق استعمال کرتے ہیں اس لیے جب حالات بہت ناسازگار تھے۔

تو میں ہمیشہ اپنے بیان میں جو طلباء میں ہوتا ہے میں کہا کرتا تھا کہ بھائی جس وقت دنیا تمہارا مذاق اڑائے، تمہارے ساتھ استہزاء کرے، تمہاری تحقیر کرے تو تم دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ساتھ لوگوں نے ہمیشہ ایسا ہی برتاؤ کیا ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ تمہارے پاس صحیح وراثت

ہے تمہاری نسبت صحیح ہے باقی اگر تم گھبراتے ہو تو پھر گھبرانے کا نتیجہ یہی ہے کہ پھر اس کو چھوڑ دو اگر جماعت میں شامل ہونا ہے تو یہ مذاق بھی سہنے پڑیں گے، استہزاء بھی سہنا پڑے گا، اور دنیاداروں کی زبان سے برا بھلا بھی سننا پڑے گا۔

برداشت کرو یا چھوڑ دو:

اور اگر اس کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس جماعت سے علیحدہ ہو جاؤ تمہاری داڑھی کا مذاق اڑائیں گے، تمہاری اونچی شلوار کا مذاق اڑائیں گے اور کونسی بات ایسی ہے کہ جس کا مذاق نہیں اڑاتے تو پھر میں وہی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کیا کرتا ہوں کہ یا تو ہاتھی والوں سے یاری نہ لگاؤ اور اگر یاری لگائی ہے تو اپنے مکان اونچے اونچے بناؤ کہ ہاتھیوں نے تو پھر آنا ہے یاری بھی ہو اور مکان بھی چھوٹے چھوٹے ہوں یہ دونوں باتیں جوڑ نہیں کھاتیں اور ہماری پنجابی زبان میں کہتے ہیں "اوٹھاں والے نال یاری لا کے دروازے چھوٹے نہیں رکھی دے" اگر اونٹوں والوں سے یاری لگائی ہے تو دروازے اونچے اونچے رکھو تاکہ اس میں سے اونٹ بھی گزر سکے جس جماعت کے ساتھ تعلق ہے اس کے ساتھ سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

- اگر دنیاداروں کے استہزاء سے گھبرانا ہے۔
- اگر ان کے مذاق سے تنگ ہونا ہے۔
- اگر ان کی گالیوں سے دل تنگ ہوتا ہے۔

تو جماعت چھوڑ دو، ورنہ اس جماعت میں جب آؤ گے تو یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑے گا اس لیے جہاں میں دنیاداروں کو تنبیہ کیا کرتا ہوں جن کا تعلق دیندار لوگوں کے ساتھ نہیں ہے کہ علماء کی تحقیر، علماء کا استہزاء جو آج عام کیا جا رہا ہے ٹی وی کے ذریعہ سے الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کے ذریعہ سے یاد رکھیے یہ مشرکین کی سنت ہے یہ سنت کافروں کی

ہے اور یہ مردود اور گمراہ قسم کے لوگوں کا کام ہے باقی انبیاء علیہم السلام تو اشرف المخلوقات ہیں ان کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا جہنم اپنے لیے خرید تے ہیں اس لیے کبھی اس جماعت کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔

علماء کو میلا کچیلا کیوں رکھا:

باقی پھر یہ سوال کہ اللہ نے ان کو میلا کچیلا کیوں رکھا ہے ان کی شان وشوکت کیوں نہیں؟ تو ہمیشہ یاد رکھیے کہ یہ شجرۂ ملت کے لیے جڑ کی جگہ ہیں۔

- جڑ جتنی زمین میں دبی ہوئی ہو۔
- جتنی مٹی میں چھپی ہوئی ہو۔
- جتنی میلی کچیلی ہو

درخت اتنا ہی سرسبز و شاداب ہوتا ہے اگر علماء دنیادار ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر ملت کو نقصان پہنچے گا ان کا مسکین رہنا ہی امت کے لیے مفید ہے یہ چٹائیوں پر بیٹھ کے دین کی خدمت کرتے رہیں یہی دین کے لیے سرسبز و شادابی کا ذریعہ ہے اگر ان کو بھی پینٹ کوٹ اور ٹائی کا شوق چڑھ جائے تو پھر امت کے ہاتھ سے یہ دین ختم ہو جائے گا ملت اسلامیہ کا درخت خشک ہو جائے گا یہ مسکین اسی طرح چٹائیوں پر ہی ٹھیک ہیں۔

حفاظت دین کے لیے دو طبقوں کی ضرورت کیوں؟

یہ عرض کر رہا تھا کہ ایسا شخص جو علم کی خدمت کر رہا ہے علم کی نشرواشاعت کر رہا ہے تو ان کو دیکھ کے تمہارے دل میں اتنی عزت اور احترام آنا چاہیئے کہ تمہارے دل میں خیال پیدا ہو کہ کاش ہم بھی ایسے ہوتے اور دوسرا آدمی جس پر رشک آئے وہ یہ ہے کہ ''رجل اٰتاہُ اللہ مالا فسلطہ علیٰ ھلکتہٖ فی الحق'' (مشکوٰۃ ۳۲ ج ۱) دوسرے نمبر پر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے لیکن مال دینے کے بعد اس کو حق پر

خرچ کرنے کی توفیق دی ہے وہ مالدار بھی اس قابل ہے کہ اس کی طرف رشک کی نظروں سے دیکھو کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا اور میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اللہ کے راستہ میں حق کے لیے خرچ کرتا جس کو اللہ نے یہ توفیق دے رکھی ہے وہ بھی قابل رشک ہے۔

لہٰذا جو مدارس کے معاونین ہیں ان کی مدح بھی اس جملہ کے اندر موجود ہے ورنہ مال تو خرچ ہونے کی چیز ہے کہ جس کے پاس مال ہے وہ عیاشی اور بدمعاشی پر خرچ کرتا ہے لیکن اگر اللہ نے اس کو حق کے لیے خرچ کرنے کی توفیق دیدی ہے تو وہ انسان قابل رشک ہے۔

باقی یہ بات کہ ان دونوں کا ذکر حضور ﷺ نے ایک روایت میں کیا اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کی حکمتیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ہی جانتا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اصل کے اعتبار سے دونوں کا ایک جوڑ ہے اور اس جوڑ میں فائدہ ہے اگر ایک آدمی کے پاس علم ہے اور وہ نشر و اشاعت کرنا چاہتا ہے مال نہیں ہے۔

- تو وہ نشر و اشاعت نہیں کرسکتا۔
- کتاب نہیں خرید سکتا۔
- طالب علم کو کھانا نہیں دے سکتا۔
- طالب علم کو رہنے کی جگہ نہیں دے سکتا۔
- طالب علم کے لیے روشنی کا انتظام نہیں کرسکتا۔

اب سب چیزوں کے لیے مال کی ضرورت ہے علم ہے لیکن آگے اسباب نہیں تو وہ کیسے پھیلائے۔

اور ایک آدمی کو اللہ نے مال دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں دین حق کی اشاعت کروں لیکن علم اس کے پاس نہیں ہے تو اکیلے پیسے سے تو دین حق کی اشاعت نہیں ہوتی، اس لیے اس روایت میں یہ اشارہ ہے کہ دونوں آپس میں جڑ جاؤ جس وقت دونوں جڑ جائیں گے

تو یوں سمجھو کہ گاڑی کے دونوں پہیے ٹھیک ہو گئے علم والا علم خرچ کرے مال والا مال خرچ کرے تو دیکھو دین کی اشاعت کیسے ہوتی ہے دونوں کے جڑنے کا یہ فائدہ ہو جائے گا۔

اس لیے دونوں کے جڑنے کا یہ نتیجہ ہے کہ آج یہ طالبات فارغ ہو رہی ہیں اتنے حافظ تیار ہوئے یہ حافظ اور یہ فاضلات بچیاں یہ صرف اپنے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ نہیں ہیں، بلکہ اس صدقہ جاریہ میں وہ لوگ برابر کے شریک ہیں جنہوں نے اس نشر و اشاعت کے اندر اپنے مال کو خرچ کیا ہے، جو کمرہ بنوا کے دیتے ہیں، جو کتابیں خرید کے دیتے ہیں، جو طلباء طالبات کے لیے کھانے کا انتظام کرتے ہیں، دونوں برابر کے شریک ہیں صدقہ جاریہ میں۔

اس لیے جلسہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ مدرسہ کے اندر رہنے والے تو جانتے ہیں کہ ان کے لیے کتنی محنت کی ضرورت ہے اور باہر والے لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا ان کو بلا کے دکھایا جاتا ہے کہ دیکھو تمہارے مال خرچ کرنے سے یہ فصل تیار ہوئی ہے اس لیے تمہارا خرچ کیا ہوا مال ضائع نہیں گیا تمہارے پیسے سے

...... اتنے حافظ تیار ہو گئے۔

...... اتنے عالم تیار ہو گئے۔

تو یہ حافظ اور علماء ان سرمایہ داروں کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہیں جنہوں نے اپنے مال کے ساتھ اس نشر و اشاعت کے اسباب مہیا کیے ہیں اس لیے آپ کے علم میں یہ بھی ہونا چاہیئے ہم مدرسوں والے تو اچھی طرح جانتے ہیں آجکل اس بات پر بھی زور ہے حکومت کا کہ سرمایہ داروں کا ربط علماء سے ختم کر دیا جائے وہ سونگھتے پھرتے ہیں کہ کون شخص ہے جو مدرسوں کو چندے دیتا ہے اور جب پتہ چل جائے کہ فلاں شخص مدرسہ کو چندہ دیتا ہے تو اس کو پکڑتے ہیں کہ تو مدرسہ کو کیوں دیتا ہے؟

ہم ان کو مدینہ سے نکال دیں گے:

اگر مدرسہ کو اتنا دیتا ہے تو ہمیں بھی اتنا دے اب ہے تو یہ راز کی بات لیکن بھری مجلس میں یہ راز فاش کر رہا ہوں کہ اللہ کے ایسے نیک بندے بھی ہیں جو دے کے جاتے ہیں اور نام تک نہیں بتاتے وہ کہتے ہیں ہمارا نام نہ لکھنا ورنہ اگر حکومت نے پڑتال کر لی تو ہمارے نام کا پتہ چل جائے گا، اتنا خوف پیدا کر دیا ہے کہ چندہ دینے والوں کا اپنا مال ہوتا ہے اپنی کمائی ہوتی ہے اور اپنے شوق کے ساتھ دینا چاہتے ہیں لیکن خوف اتنا پیدا کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنا نام بھی نہیں بتاتے تا کہ علماء کا اور اہل مال کا ربط توڑ دیا جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح کرنے کے ساتھ بھی مدرسے بند ہو جائیں گے اور مولوی پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیں گے۔

لیکن آپ یقین کیجئے ہر آنے والی بیماری اور ہر آنے والی مصیبت اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ہدایات ہمارے سامنے پہلے دن ہی رکھ دیں، قرآن کریم پڑھنے والے جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارے میں ایک سورت منافقون بھی ہے، پہلے رکوع کے آخر میں ایک واقعہ کے تحت منافقوں کا سردار اہل مُدینہ کو ترغیب دیتا ہے اور مہاجرین کے متعلق کہتا ہے یہ مہاجر یہ لٹے پٹے آئے تھے ہم نے ان کو سنبھالا (اپنی زبان میں اس کی ترجمانی کرتا ہوں) ہمارے خرچ پر پلتے ہیں ہمارا کھاتے ہیں اور پھر ہم سے لڑتے ہیں، یہ بے عزت اور ذلیل قسم کے لوگ جن کو ہم نے سنبھالا اب ہم مدینہ میں واپس جائیں گے تو ان سب کو اپنے شہر سے باہر نکال دیں گے۔

"لیخرجن الاعز منھا الاذل" (المنافقون آیت ۸) عزت والا ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا ایک بات تو یہ کہی کہ ہم ان کو مدینہ سے نکال دیں گے اور دوسری بات اس نے کہی کہ ان کو خرچ دینا بند کر دو "لاتنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ حتیٰ

ینفضوا ''رسول اللہ ﷺ کے پاس جو لوگ موجود ہیں ان پر خرچ نہ کیا کرو ان کا چندہ بند کردو تو یہ خود یہاں سے بھاگ جائیں گے یہ ہمارے چندے پر پلتے ہیں اور ہمارے ساتھ لڑتے ہیں یہ منافقوں کا قول قرآن کریم میں مذکور ہے۔

دونوں کا جواب اللہ نے دیا ہے''وللہ العزۃ ولرسولہٖ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایفقھون ''ان بے وقوفوں کو پتہ نہیں کہ عزت ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے عزت تو ہے ہی اللہ کے لیے اور اللہ کے رسول کے لیے اور مؤمنین کے لیے ان کو سمجھ نہیں ہے۔

منافقانہ سازشیں ہر دور میں ناکام:

اور اگلا جملہ جو نقل کیا کہ خرچ نہ کرو تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا '' للہ خزائن السمٰوٰت والارض "زمین وآسمان کے خزانے تو اللہ کے پاس ہیں '' ولکن المنافقین لایعلمون" لیکن منافقوں کو اس بات کا علم نہیں ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ تم سارے ہی مل کر چندے ختم کردو۔

لیکن پھر بھی دیکھو گے ان شاء اللہ مدرسے بھی آباد ہوں گے ،علماء کی آواز بھی ہوگی ،بھوکا کوئی بھی نہیں مرتا اس اللہ کی زمین پر

- سور پلتے ہیں۔
- کتے پلتے ہیں۔
- ریچھ پلتے ہیں۔
- سانپ پلتے ہیں۔
- بچھو پلتے ہیں۔

اور اللہ کے نافرمانوں کو نوازا جاتا ہے تو اللہ کا نام لینے والے اس زمین پر بھوکے

مرجائیں گے؟ تجربہ کرکے دیکھ لو، سارے کے سارے بند کردو پھر دیکھو مدرسے کس طرح چلتے ہیں، نہ آج تک کبھی سرمایہ داروں کے بائیکاٹ کرنے سے دین کا کام رکا ہے اور نہ آئندہ رکے گا تجربہ کرکے دیکھ لو، ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ رات کی تاریکی میں کون آکر مدرسہ میں بکرا باندھ کے چلا گیا، معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ بوری کون رکھ گیا۔

اللہ تعالیٰ دلوں میں ڈالتا ہے اور وہ آکر دیتے ہیں کہ ان کو نہ نام چاہیئے نہ شہرت چاہیئے تو یہ چندے بند کرکے دینی کام روکنے کا جذبہ یہ منافقین کا ہے جو اندر اندر منافق ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں کرکے کیا ہمارے حوصلے نہیں بڑھا دیے؟ کہ اگر کسی طرف سے بھی آواز اٹھے کہ ان کے چندے بند کردو تو فکر نہ کرنا اللہ کے خزانے ہیں اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے نہیں دیتا۔

تو منافقوں کی اس قسم کی سازش کے ساتھ اسلام کی تحریک رک نہیں گئی تھی تو جب قرآن کریم میں یہ موجود ہے کہ ایسا حضور ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھ بھی ہوا تو آج ہمارے ساتھ اگر کوئی کرتا ہے تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟ کوئی کہے ہم باعزت ہیں یہ بے عزت ہیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا وہاں بھی منافقوں نے اذل کا لفظ استعمال کیا تھا نہ کسی کے اذل کہنے سے فرق پڑتا ہے نہ کسی کا چندہ بند کرنے سے فرق پڑتا ہے نیک بخت وہ لوگ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے لیکن پھر وہ اہل علم کے ساتھ جڑ کر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اہل علم اپنا علم خرچ کرتے ہیں تو دین کی گاڑی دن بدن چلتی چلی جارہی ہے۔

اس وہم میں مبتلا نہ ہونا کہ کوئی شخص اس اسلام کو دبا سکتا ہے پھیلنے سے روک سکتا ہے اگر ایک طرف دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور ہم اپنی نالائقی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے تو آئے دن آپ اخبارات میں پڑھتے ہیں اور اپنے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کرو،

///...... امریکہ میں۔

///...... افریقہ میں۔

///...... برطانیہ میں۔

///...... فرانس میں۔

///...... جرمنی میں۔

اتنا تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے کہ وہاں کی حکومتیں پریشان ہیں اب دیکھو! لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان ہر جگہ پٹ رہا ہے لیکن مسلمان پٹ رہا ہے اور اسلام پھیل رہا ہے ورنہ مسلمان پٹ رہا ہے تو چاہئے تھا کہ لوگ اسلام سے متنفر ہو جائیں لیکن جو اپنے خیال کے مطابق پٹائی کرنے والے ہیں انہی کے گھروں سے اسلام ابھر رہا ہے، آخر تاریخ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ فرعون کے گھر بھی موسیٰ پلتا ہے جس نے پروگرام بنایا تھا کہ سب کو ایک ایک کرکے ختم کر دیا جائے اسی کے گھر سے موسیٰ اٹھا ہے۔

اب اسی طرح یہ لوگ جو مرضی دنگا فساد کرتے پھریں لیکن ان کے گھروں سے اسلام ابھر رہا ہے ان علاقوں میں اسلام پھیل رہا ہے اور جو نومسلم ہیں وہ ہم سے زیادہ پکے مسلمان بن گئے ہیں۔

بہر حال یہ دونوں طبقے تھے جن کا ذکر اس روایت میں آیا ہوا تھا تیسرا طبقہ معلمات کا تو ان کی خدمت میں عرض کروں کہ آپ کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے ''خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ'' (بخاری ۷۵۲ ج ۲) پہلے ہے'' من تعلم القرآن ''کم'' کا خطاب مسلمانوں کو ہے اے مسلمانو! تم میں سے بہتر طبقہ وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے پھر آگے سکھاتا ہے تو قرآن سیکھنے والوں کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خیر کم'' کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے کہ یہ تم میں سے بہتر طبقہ ہے۔

ٹی وی پر آنے والے ڈاکٹر اور اسلام کی تشریح:

لیکن اس میں بھی تھوڑا سا اپنے موضوع سے ہٹ کے ایک بات کرلوں قرآن کریم سیکھو لیکن اس میں ایک بات کی رعایت رکھو اور اس کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے بھی آج ہمیں بہت نقصان پہنچ رہا ہے وہ رعایت یہ ہے کہ مثلاً اللہ کی طرف سے پانی برستا ہے پہاڑوں میں بارش ہوتی ہے آپ کی ضرورت کے لیے کچھ کو اللہ برف کی صورت میں محفوظ کر دیتا ہے وہ تھوڑا تھوڑا پگھل کے آہستہ آہستہ آتا رہتا ہے۔

اب وہ پانی جو چلتا ہے تو دریا میں آتا ہے دریا سے نہر میں آتا ہے نہر سے چھوٹے نالے میں آتا ہے اور آپ کے کھیت تک پہنچتا ہے یہ رابطہ اس پانی کا ہمیں معلوم ہے کہ کس راستہ سے آتا ہے تو ہم اس پانی کو پاک سمجھتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا "انزلنا من السماء ماءً طھوراً" "میں نے ایسا پانی اتارا جو پاک بھی ہے اور پاک کرتا بھی ہے تو یہ جو نہروں میں بہتا ہوا پانی ہمارے پاس آتا ہے یہ پاک بھی ہے اور پاک کرتا بھی ہے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس پانی کی شاخ کسی نے کاٹ کے کسی گٹر میں ڈال دی اور وہ گٹر میں سے ہو کر آگے نکل کر آئے تو جب وہ گٹر میں سے ہو کر آئے گا تو اللہ نے تو آسمان سے پاک صاف ہی اتارا لیکن ہماری بدکرداریوں سے وہ پانی نجاست آلود ہو گیا تو نجاست آلود ہونے کے بعد نہ پاک رہے گا نہ پاک کرنے والا رہے گا۔

اس علم دین کو بھی سرور کائنات ﷺ نے بارش کے پانی کی طرح قرار دیا ہے اس کے بھی راستے متعین ہیں وہ راستہ ہے جس کو ہم سند کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، میرے سے لے کر سرور کائنات ﷺ تک یہ راستہ محفوظ ہے جو قرآن و حدیث مدرسہ میں پڑھایا جاتا ہے سب اس پانی کو لیے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے سرور کائنات ﷺ پر اتارا تھا لیکن آپ دیکھیں گے بعض لوگ اس صحیح سند سے اس علم کو لینے کی بجائے وہ یہاں سے جاتے ہیں برطانیہ، یہاں سے جاتے ہیں امریکہ۔

وہاں مستشرقین جو یہودی ہیں یا عیسائی ان سے جا کر یہ قرآن وحدیث پڑھ کے آتے ہیں، یہ ان یہودیوں اور عیسائیوں سے پڑھ کے آتے ہیں جن کو مستشرقین کہا جاتا ہے مستشرقین وہی لوگ ہیں جو علوم شرقیہ کے ماہر ہیں اور وہاں سے پڑھ کے ڈاکٹر بن کے آجاتے ہیں اور یہاں آ کے پھر جو وہ تبلیغ کرتے ہیں آپ نے دیکھا ہو گا ٹی وی پر آنے والے، لاکھوں روپے تنخواہ پانے والے وہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کا صحیح علم ہم دیتے ہیں۔

یہ مولوی ٹوٹے پھوٹے مدرسوں والے ان کو قرآن کریم سمجھ نہیں آتا وہ آ کے اس شان وشوکت کے ساتھ اس علم کو پھیلاتے ہیں کہ لوگ ٹی وی سے سن سن کر وہاں سے عقیدہ لیتے ہیں وہاں سے عمل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آخر وہ بھی تو قرآن پڑھاتے ہیں۔

بھائی! پڑھاتے قرآن ہیں لیکن یہودیوں سے سیکھ کے، عیسائیوں سے سیکھ کے، جب درمیان میں یہودی اور عیسائی کا واسطہ آجائے تو وہ علم پاک نہیں۔ علم کا انکار نہیں ہے لیکن جب درمیان میں یہودی کا واسطہ آگیا جب درمیان میں کسی نصرانی کا واسطہ آگیا وہ تو ایسے ہے کہ پاک صاف پانی گٹر میں سے گزار دیا۔

اب گٹر میں سے گذرا ہوا پانی پاک صاف کیسے رہا اس لیے جو ڈاکٹر بھی آپ کے سامنے آئے،

- نئی شکل کے ساتھ آتا ہے۔
- نئی صورت کے ساتھ آتا ہے۔
- نئے لب ولہجہ کے ساتھ آتا ہے۔

اور باتیں ایسی کرتا ہے کہ قرآن میں یوں آتا ہے جو پوری امت کا معمول نہیں ہے، ائمہ اربعہ کا معمول نہیں ہے، جو سند متصل کے ساتھ اس علم کو نقل کر رہے ہیں ان کا عقیدہ نہیں ہے ان کا عمل نہیں ہے وہ نئی نئی باتیں قرآن سے نکال کے لاتے ہیں نام قرآن کا

لیتے ہیں لیکن یہ علم۔لے کے عیسائیوں سے آئے ہیں یہودیوں سے لے کر آئے ہیں ڈاکٹری کی سند ان کے پاس ہے،

- نہ شکل مسلمانوں جیسی۔
- نہ عقل مسلمانوں جیسی۔
- نہ عمل مسلمانوں جیسا۔

تو یہ عمل جو لوگ کرتے ہیں وہ گمراہ ہوتے ہیں وہ صحیح راستہ نہیں پاتے اس لیے اگر یہ نکتہ آپ حضرات کی سمجھ میں آجائے تو ٹی وی پر آنے والے ڈاکٹر جن کی شکل وصورت، لب ولہجہ اور علم کی سند عیسائیوں اور یہودیوں سے آتی ہے اگر وہ کسی نئے عقیدہ کی بات کریں تو یاد رکھیے اس کو کبھی نہ اپنائیے وہ گمراہی ہوگا چاہے قرآن کا نام لے کر ہی کیوں نہ بیان کریں آپ علم ان لوگوں سے لیں جو آپ کے سامنے پورا نسب نامہ بیان کریں اور وہ نسب نامہ ایسا ہوگا کہ اپنے وقت کی سچی زبان، اپنے وقت کا پاک دل وہاں سے یہ علم ہوتا ہوا آتا ہے وہ تو ہے ہدایت کا ذریعہ، اور جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کا واسطہ آگیا ان کی ڈاکٹریاں گمراہی پھیلاتی ہیں اس لیے کبھی عمل اور عقیدہ ان لوگوں سے نہ سیکھیے۔

علم اور عقیدہ ان لوگوں سے سیکھیے جن کا ربط بالتفصیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے اور درمیان کے سارے راوی اپنے وقت کے اولیاء اللہ اور اپنے وقت کے بہترین دل دماغ اور زبان کے مالک ہیں ان سے جو علم آئے گا وہ پاک علم آئے گا اس لیے سیکھیے تو ضرور لیکن سیکھیے کسی صحیح نسب والے سے جسکی نسبت صحیح ہو جس کی نسبت صحیح نہ ہو اس سے نہ سیکھیے تو تب جا کے آپ ''خیر کم من تعلم القرآن و علمه'' کا مصداق بنیں گے۔

نیک لوگوں سے محبت:

اب ایک عام نصیحت عام حضرات کے لیے یاد رکھنے کی بات ہے ایک بدو آیا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آکے کہتا ہے کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے قیامت کی کیا تیاری کر رکھی ہے جو تجھے قیامت کا شوق چڑھا ہوا ہے؟

وہ کہنے لگا کہ تیار تو کچھ بھی نہیں کی بس میرے پاس ایک ہی بات ہے "انی احب اللہ ورسولہ" مجھے اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت ہے سوائے محبت کے میرے پلے کچھ نہیں ہے میں اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انت مع من احببت" (مشکوۃ ۴۲۶ ج ۲) تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو نے محبت لگا رکھی ہے۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول آتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر صحابہ کرام کو مسلمان ہونے کے بعد کسی بات پہ اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی خوشی اس بات کو سننے کے بعد ہوئی (ترمذی ص ۶۴ ج ۲) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے کیونکہ ہر مسلمان سمجھتا تھا کہ ہماری محبت اللہ کے رسول کے ساتھ ہے، ہماری محبت صحابہ کرام کے ساتھ ہے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت ہے، مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے محبت ہے قیامت کے دن میں ان کے ساتھ ہوں گا۔

تو یہ محبت والا سبق ایک ایسا سبق ہے کہ جس کے ساتھ محبت لگاؤ گے آخرت میں اسی کے ساتھ ہوؤ گے بلکہ دنیا میں بھی اس پارٹی میں شمار ہونے کی بناء پر آپ اللہ کے نیک بندوں میں شمار ہو جاؤ گے اگر اچھوں کے ساتھ محبت لگاؤ گے تو اچھے ہو جاؤ گے، بروں کے ساتھ محبت لگاؤ گے تو برے ہو جاؤ گے۔

اب آپ کہیں گے کہ یہ تو سارے ہی کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ محبت ہے کون انکار کرسکتا ہے؟

لیکن یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان آزاد پیدا کی ہے زبان دل کی ترجمان ہے لیکن یہ ترجمان سچا بھی ہے جھوٹا بھی ہے جو زبان سے کہے ضروری نہیں کہ دل

میں بھی ہو اگر زبان سے کہی ہوئی بات دل میں بھی ہو تو پھر منافقت ختم ہو جائے لیکن دنیا میں منافقت موجود ہے منافقت کا معنیٰ یہی ہے کہ دل کچھ اور کہتا ہے زبان کچھ اور کہتی ہے زبان آزاد ہے یہ نہیں کہ مجبور ہے جو دل میں ہو وہی کہے اگر ایسا ہوتا تو جھوٹ کیوں ہوتا جھوٹ یہی تو ہے کہ دل میں کچھ ہے زبان سے کچھ کہہ رہا ہے اس لیے اپنے آپ کو پہچانو دوسرے پر تبصرہ نہ کرو، اپنے آپ کو پہچانو کہ میرے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے یا نہیں؟

اس کا طریقہ یہ ہے؟ تفصیل کی اسوقت گنجائش نہیں مثال دیتا ہوں آپ خاک کی ایک چٹکی بھ لیں، کیا قیمت ہے اس خاک کی؟ لیکن ہوا کا رخ متعین کرنے کے لیے ایک چٹکی بھی کافی ہوتی ہے اس کو اڑاؤ آپ کو ہوا کا رخ معلوم ہو جائے گا کدھر سے آ رہی ہے اور کدھر کو جا رہی ہے خاک کی چٹکی اپنی حیثیت میں کچھ نہیں لیکن ہوا کا رخ متعین کرنے کے لیے وہ ایک چٹکی بھی کافی ہے۔

آپ کس طبقے کے ساتھ ہیں؟

ایک علامت آپ کو بتاتا ہوں دنیا کے اندر دو قسم کے طبقے ہیں ایک اللہ اور اللہ کے رسول سے تعلق رکھنے والا اور ایک تعلق نہ رکھنے والا، جس کی اچھی حالت دیکھ کر آپ کو خوشی ہو یوں سمجھو کہ اس کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔

اب دنیا کے اندر اولیاء اللہ بھی ہیں، دین کا کام کرنے والے بھی ہیں اور دینی ادارے بھی ہیں اور دین دشمن بھی ہیں، اب مسجدیں بلڈوز ہو رہی ہیں، مدارس برباد کیے جا رہے ہیں، قرآن وحدیث پڑھنے والوں کے چیتھڑے اڑائے جا رہے ہیں اس پر کسی کو نہ دکھ ہوتا ہے نہ تکلیف کا اظہار ہوتا ہے آپ کے شہر کے اندر کتنے بڑے بڑے علماء شہید ہو گئے ذرا مجھے بتاؤ کس کس نے ان کے بارے میں تعزیتی بیان دیا ہے؟ کس کس نے دکھ کا اظہار کیا ہے؟ اور جن کو دکھ ہوا ہے اور جو خون کے آنسو روئے ہیں ان کی حالت بھی دیکھ لو۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے پچھلے دنوں ملاقات ہوئی تو بتا رہے تھے کہ سینکڑوں مسجدیں اجاڑ دی گئیں، دہائیوں مدرسے بلڈوز کردیے گئے جب ہم یہ بات سنتے ہیں تو ہمارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔

ہماری ہمدردیاں ان طلباء کے ساتھ ہیں جو دین سے تعلق رکھتے ہیں ہماری ہمدردیاں ان مساکین کے ساتھ ہیں جو مسجدوں میں بیٹھ کر پڑھاتے ہیں ہم جب ان پر کسی کا ظلم وستم دیکھتے ہیں تو ہم روتے ہیں اور ہم دکھ کا اظہار کرتے ہیں ہم ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور جو ان کے اوپر ظلم وستم کرتے ہیں ہم ان کے لیے اللہ سے ہدایت مانگتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ

یا اللہ! اگر ان کی قسمت میں ہدایت نہیں تو ان کو برباد کردے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہمارا تعلق اس طبقہ سے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے یہ دلیل ہے کہ آپ کے دل میں اللہ، اللہ کے رسول اور دین کی محبت ہے، اگر ان کی بربادی کو دیکھ کر تو کوئی بولتا نہیں اور ایک طبقہ کی تکلیف کو دیکھ کر وہ فوراً بول اٹھتا ہے کہ ان کو جو تکلیف پہنچی ہے اس سے مرا دل دکھ محسوس کرتا ہے یہ ہمارے بھائی ہیں تو آپ خود ہی سمجھ لیجئے کہ دل کا رجحان کس طبقہ کے ساتھ ہے اور آپ اپنا جائزہ خود لے لیجئے کہ آپ کی ہمدردیاں یہود کے ساتھ ہیں، نصاریٰ کے ساتھ ہیں، منکرین ختم نبوت کے ساتھ ہیں، پاکستان کے آئین کے باغیوں کے ساتھ ہیں یا اہل اسلام کے ساتھ ہیں؟

آپ اپنا جائزہ خود لے لیجئے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہتا آئینہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے شکل اپنی دیکھ لیجئے، جو دینی طبقہ کی تکلیف پر دکھ محسوس کرتا ہے وہ دیندار ہے اور جو بے دینوں کی تکلیف پر دکھ کا اظہار کرتا ہے اور دینداروں کی تکلیف پر دکھ کا اظہار نہیں کرتا تو آپ بتادیں اس کا تعلق کس طبقہ کے ساتھ ہے اس لیے اس آئینہ کے اندر

اپنی شکل کو دیکھ کے اپنا معیار خود قائم کر لیجیے، یہ عمومی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے اللہ کا واسطہ دے کے کہتا ہوں کہ آخرت کی فکر کرو اور اہل اللہ کے ساتھ، دیندار لوگوں کے ساتھ، اہل علم کے ساتھ اپنی ہمدردیاں رکھو، ان کے ساتھ محبت رکھو یہ علامت ہے کہ آپ کو صحیح طور پر اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت ہے اور آخرت میں آپ کا حشر اسی طبقہ کے ساتھ ہوگا تو جو میں نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ اگر اللہ اور اللہ کے رسول کی رفاقت چاہتے ہو تو اللہ والوں اور اللہ کے رسول کے دین کے خادموں کے ساتھ اپنا رابطہ رکھو ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھو یہ علامت ہے آپ کے صحیح پیار کی، ورنہ جدھر آپ کا دل دھڑکتا ہے ادھر ہی آپ کا تعلق ہے اور حشر بھی انہی کے ساتھ ہی ہوگا۔

آخری حدیث کا درس:

بہرحال اس مجمع کے اندر جو کچھ میں نے کہنا تھا مختصر انداز میں کہہ دیا ورنہ ایک ایک بات زیادہ تفصیل طلب تھی، اب بچیاں کتاب کی طرف توجہ کریں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کو شروع کیا تھا وحی کے مسئلہ سے اور آگے اخلاص کی تعلیم دی تھی، پھر کتاب الایمان کا تذکرہ کیا تھا اور آخر میں پھر کتاب التوحید رکھی تا کہ اول ایمان آخر توحید اور کتاب التوحید کا خاتمہ وزن اعمال والی حدیث پر کیا ہے اور وزن اعمال کی دلیل دینے کے لیے یہ روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے اللہ کو بہت محبوب ہیں اور زبان سے ادا کریں تو بہت ہلکے پھلکے معلوم ہوتے ہیں۔

لیکن میزان میں رکھیں گے تو بڑے وزنی ہوں گے گویا کہ یہ دلیل ہے کہ جو اقوال انسان کے منہ سے نکلتے ہیں وہ بھی قیامت کے دن تولے جائیں گے، اس کے ساتھ فکر

آخرت پیدا کرنا مقصود ہے کہ آپ اپنے ہر عمل اور قول کو اختیار کرتے ہوئے یہ خیال رکھا کرو کہ اس نے قیامت کے دن سامنے آنا ہے اور اللہ کے میزان میں تلنا ہے۔

اس لیے بے تکا بولنا اور بے تکا عمل انسان کے لیے رسوائی کا باعث بنے گا تو یہ روایت فکر آخرت پیدا کرتی ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاتمہ ان الفاظ پر کیا ہے ''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم'' گویا کہ تسبیح اور تحمید پر خاتمہ کیا اس کا کتاب التوحید سے کیا تعلق ہے؟ اور آخر کا ماقبل سے کیا ربط ہے؟ یہ درس گاہ میں کرنے کی باتیں ہیں۔

ہمارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ مجلس کے اختتام پر اور خاص طور پر اپنی زندگی کا اختتام اللہ کے ذکر کے ساتھ کیجئے ''سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلمٌ على المرسلين والحمد لله رب العالمين، سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کو کفارۃ المجلس قرار دیا ہے کہ گفتگو کے دوران اگر کوئی کمی بیشی ہوگئی ہو تو ان کلمات کی برکت سے اللہ معاف فرما دیتے ہیں۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
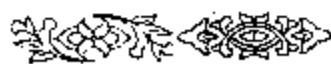
مدارس کی اہمیت

بمقام: جامعہ رشیدیہ ساہیوال

بتاریخ: ۱۴۳۱ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

جامعہ رشیدیہ کے ساتھ حضرت حکیم العصر کا تعلق:

جامعہ رشیدیہ میرے لیے کوئی اجنبیت کی جگہ نہیں ہے میرے نام کے ساتھ آج کل لوگ ''لدھیانوی'' لکھتے ہیں اس کے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ میں ضلع لدھیانہ تحصیل جگراؤں قصبہ سلیم پور کا رہنے والا ہوں اور آپ میں سے پرانے لوگ جو اسوقت چیدہ چیدہ ہیں وہ سلیم پور کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

ہمارے درمیان اور جامعہ رشیدیہ رائے پور کے درمیان صرف دریائے ستلج حائل تھا جن دنوں میں پانی نہیں ہوتا تھا لوگ پیدل آیا جایا کرتے تھے اور جن دنوں پانی ہوتا تھا تو لوگ جالندھر، لدھیانہ کی طرف سے چکر کاٹ کے آیا کرتے تھے سلیم پور میں جہاں ہمارا گھر تھا ہمارے پڑوس میں ہی حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے سسرال تھے اور آنا جانا رہتا تھا، مولوی عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے ساتھیوں میں تھے، مولوی مطیع اللہ تو بہت چھوٹے تھے اس لیے کبیر والا کے زمانہ میں میرے پاس ایک سال کچھ تھوڑا سا پڑھے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کی قبور کو منور فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے (آمین) اور جس سال قاری لطف اللہ صاحب شہید ہوئے ہیں بس کے حادثہ میں اس سال میں ان کے ماتحت مدرس تھا کمالیہ میں وہ میری تدریس کا پہلا سال تھا یہ آج سے چھپن ستاون سال پہلے کی بات ہے۔

طلبہ کی عظمت:

بہر حال میں نے آپ کو یہ تھوڑا سا تعارف کرا دیا آنا جانا تو ہوتا ہی ہے لیکن چونکہ اس وقت مجمع عام ہے تو میں نے عرض کر دیا کہ جامعہ رشیدیہ کے ساتھ ہماری نسبت بہت پرانی ہے انڈیا میں بھی آمد و رفت تھی، یہ نشست جو ہے یہ ختم صحیح البخاری کی ہے یہ طلباء کا رخ میں نے بدلوایا ہے آپ کے سامنے، ان کے چہرے میں نے آپ کی طرف اس لیے کر دیے

کہ آپ ذرا ان کی شکلیں بھی دیکھ لیں گے اور دہشت گردوں کو پہچاننے میں آسانی ہو جائے گی اگر ان کی صورتیں آپ کے سامنے ہوں گی تو پہچاننے میں آسانی ہوگی کہ دہشت گرد یہ ہوتے ہیں جن کے چہروں پر نورانیت ہے جو آج سرور کائنات ﷺ کے علم کے حامل بن کے عالم بن کے نکل رہے ہیں قرآن وحدیث کے عالم بن کے نکل رہے ہیں۔

ہم تو سنا کرتے تھے اور واقعہ بھی ہے اگرچہ تعبیر میں کچھ تھوڑا سا فرق ہے حدیث شریف میں آتا ہے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا'' **ان الملائکة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم**'' (مشکوۃ ص ۳۴ ج ۱) رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ فرشتے اپنے پر رکھ دیتے ہیں طالب علم کے لیے جو ''**وضع اجنحه**'' کا معنیٰ ہے فرشتوں کا پر رکھ دینا عام طور پر لوگ ان کی تعبیر ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ طالب علموں کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں یہ مفہوم جو ان الفاظ کا بیان کیا جاتا ہے اس میں تھوڑا سا مبالغہ ہے ورنہ ''**وضع اجنحه**'' کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ پاؤں کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں اس کا لفظی معنیٰ ہے کہ طالب علم کے لیے فرشتے اپنے پر رکھ دیتے ہیں تو ''وضع اجنحه'' کا یہ معنیٰ ہے؟

فرشتوں کے پر ایسے ہیں جیسے ہمارے بازو، ہم جس وقت چلتے ہیں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے بازو ہل رہے ہوتے ہیں جتنا آپ تیز چلیں گے اتنا بازو زیادہ ہلتے ہیں اور چونکہ فرشتوں کے پروں کا ذکر آتا ہے تو فرشتے اڑتے وقت اپنے پر ہلاتے ہیں جیسے جانور اڑتا ہے تو پروں کو حرکت دیتا ہے مثال کے طور پر ایک طالب چلا جا رہا ہو آگے آجائے اس کا استاد تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر سائیکل پر جا رہا ہو تو ادب کے طور پر فوراً سائیکل سے اتر جائے گا اگر پیدل چلا جا رہا ہو تو فوراً رک کے کھڑا ہو جائے گا اس کے بازو جو حرکت کر رہے تھے ان کی حرکت بند ہو جائے گی اور رک کے کھڑا ہو جائے گا۔

جب استاد آگے گذر جائے گا تو پھر اپنے ہاتھوں کو حرکت دینا شروع کر دے گا اور چل پڑے گا یہ ادباً رک جانا اپنے بازو روک لینا یا اپنے پر رکھ دینا اس کا یہ معنیٰ ہے کہ

فرشتے گذر رہے تھے آگے طالب علم آگیا تو طالب علم کو دیکھ کے ادباً کھڑے ہوگئے اپنے پروں کو روک لیتے ہیں جب طالب علم گذر جاتا ہے تو پھر اپنے پروں کو حرکت دینا شروع کردیتے ہیں یہ ہے ان لفظوں کا اصل مفہوم اور اسی روایت میں ہے کہ پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں وہ بھی طالب علم کے لیے دعا کرتے ہیں، چیونٹیاں اپنے سوراخوں کے اندر طالب علم کے لیے دعا کرتی ہیں، مچھلیاں دریاؤں میں دعا کرتی ہیں۔

اب اللہ کا رسول تو کہتا ہے کہ فرشتے بھی ادب کرتے ہیں اللہ کا رسول کہتا ہے کہ ہوا میں اڑنے والے پرندوں کے دل میں بھی ان کا احترام ہے، اللہ کا رسول کہتا ہے کہ کیڑے مکوڑے، چیونٹیاں جو سوراخوں میں رہتے ہیں (ترمذی ص ۹۸ ج ۲) ان کے دل میں بھی ان کا احترام ہے، اللہ کا رسول کہتا ہے کہ پانی کے اندر رہنے والی مچھلیوں کے دل میں بھی ان کا احترام ہے۔

اب اللہ کا رسول تو ساری کائنات کے اندر طالب علم کی عزت وعظمت کو نمایاں کرتا ہے تو کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں کے پڑھائے ہوئے سبق کے تحت جو پوری کائنات کے لیے محترم ہیں آج وہ ہمیں دنیا کے اندر دہشت گرد نظر آتے ہیں۔

صحیح ایمان کائنات کی روح ہے:

اب اللہ کے رسول کی زبان ٹھیک ہے یا ان یہودیوں، عیسائیوں کی ٹھیک ہے فیصلہ آپ کرلینا، لیکن آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے گا کہ ان میں کیا خوبی ہے جسکی وجہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ساری کائنات ان کے لیے استغفار اور دعا کرتی ہے ان غریبوں کو جو چٹائیوں پر بیٹھتے ہیں، ٹوٹے پھوٹے حال میں رہتے ہیں، مانگ کے کھاتے ہیں بظاہر ان کے اندر کوئی کمال نظر نہیں آرہا کونسی خوبی ہے کہ جسکی وجہ سے ساری کائنات کو

ان کا ... م بنا کے پیش کیا جا رہا ہے اوران کی عزت وعظمت کو بیان کیا جا رہا ہے یہ سوال آپ کے ذہن میں آسکتا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ چونکہ فرشتے ہوں یا باقی کائنات ہو وہ ہے صحیح فطرت پر اوران کا اللہ کے ساتھ ربط صحیح ہے وہ اللہ کو پہچانتے ہیں اور شعوری طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں یہ بات ڈالی ہوئی ہے کہ پرندوں کا ہوا میں اڑنا، اور چیونٹیوں کا نقل وحرکت کرنا، اور سمندر کے اندر مچھلیوں کا تیرنا یہ سارے کا سارا باقی ہے، جاری وساری ہے ایک اللہ کے نام کی برکت سے جیسا کہ حدیث شریف میں اشارہ کر دیا گیا کہ جب روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہیں رہے گا تو قیامت آجائے گی سب کچھ ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

نہ رہیں گی مچھلیاں نہ رہیں گی چیونٹیاں، نہ رہیں گے پرندے تمام کائنات روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائے گی ہمارا عقیدہ یہی ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں رہے گا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان لانے والا اور اللہ کو صحیح پہچاننے والا کوئی نہ رہے۔

اب مشرک اللہ اللہ بھی کرتا رہے تو اس کی اللہ اللہ کا کوئی اعتبار نہیں کافر اللہ اللہ بھی کرتا رہے تو اس کی اللہ اللہ کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ کی معرفت اور صحیح ایمان یہ اس کائنات کی جان ہے اوراس کائنات کی روح ہے جس وقت تک اللہ کی معرفت اللہ کی پہچان اور اللہ کے اوپر ایمان باقی رہے گا تو یوں سمجھو کہ اس کائنات میں روح باقی ہے جب روح باقی ہوتی ہے تو سارا بدن متحرک ہوتا ہے اور جب روح نکل جاتی ہے تو حرکت ختم ہو جاتی ہے جیسے آپ میں روح ہے،

- تو آپ کے پاؤں بھی کام کرتے ہیں۔
- آپ کے ہاتھ بھی کام کرتے ہیں۔

- آنکھ بھی کام کرتی ہے۔
- کان بھی کام کرتے ہیں۔
- آپ چلتے پھرتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔

جب تک روح باقی ہے تو آپ کا سارا بدن آپس میں جڑا ہوا ہے لیکن جب روح نکل جاتی ہے تو آپ جانتے ہیں کہ پھر چند منٹ کے اندر اندر یہ سارا سلسلہ منتشر ہو جاتا ہے

☆ گوشت علیحدہ۔

☆ ہڈیاں علیحدہ۔

☆ بازو علیحدہ۔

☆ ٹانگ علیحدہ۔

☆ بال علیحدہ۔

☆ دانت علیحدہ۔

پھر ہر چیز بکھر جاتی ہے یہ روح ہے جو ان کو جوڑ کے بیٹھی ہوئی ہے اور اسی طرح کائنات کی روح جس کی بناء پر کائنات آپس میں جڑی ہوئی ہے اور یہ حرکت کرتی ہے اس کی روح اللہ کی معرفت، اللہ کی پہچان اور اللہ کے اوپر صحیح ایمان ہے اس وقت تک کائنات باقی ہے جب تک یہ باقی ہے اور ایک وقت آئے گا جب یہ روح نکل جائے گی اللہ کو پہچاننے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اللہ پر ایمان لانے والا کوئی نہیں رہے گا تو وہ ایسے ہی کائنات بکھر جائے گی جس طرح شخص کی روح نکل جانے کے بعد انسانی بدن کے اعضاء بکھر جاتے ہیں۔

اس روح کو باقی رکھنے والا کون ہے:

اب آگے آپ کے سوچنے کی بات ہے کہ یہ کائنات کی روح جو ہے اس کو باقی کس طرح رکھا جاتا ہے اس کو باقی رکھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ کن کن وجوہ سے یہ روح باقی ہے

معاف کرنا ناراض ہونے کی بات نہیں، تعلیم آج کل دو قسم کی ہے ایک تعلیم ہے جس کو ہم عصری فنون کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں یہ بھی بہت ضروری ہے اس تعلیم کے بغیر آپ کی صحت کی حفاظت نہیں ہوسکتی، اس تعلیم کے بغیر آپ کے لیے سواریاں نہیں مہیا ہوسکتیں، اس تعلیم کے بغیر آپ کے لیے غذا نہیں مہیا ہوسکتی، اس تعلیم کے بغیر آپ کی سڑکیں نہیں بنتیں آپ کی گٹر لائنیں نہیں بچھتیں آپ کی نالیاں نہیں ٹھیک ہوتیں، جتنی بھی دنیا کے اندر آپ کی ضرورت کی چیزیں ہیں وہ ساری انہی جدید علوم وفنون کے اثرات ہیں اس لیے یہ بہت ضروری ہے۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ مسلمان کے نزدیک زندگی صرف یہی تیس، چالیس پچاس، ساٹھ، ستر سال کی ہی نہیں ہے جس وقت آپ اس دنیا سے آنکھیں بند کرلیں گے تو نہ آپ کو ڈاکٹر کی ضرورت نہ آپ کو انجینئر کی ضرورت، نہ کسی دوسرے کی ضرورت اگلی زندگی کے اندر یہ آپ کی ضروریات کو مہیا نہیں کریں گے اگلی زندگی میں کام آنا ہے ایمان نے اور اللہ کی معرفت نے، اللہ کی اطاعت اور صحیح عبادت نے اور یہ چیز آپ کو مہیا کرتے ہیں یہ لوگ جو اللہ اور اللہ کے رسول کا علم حاصل کرتے ہیں۔

☆ قرآن کریم پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں۔

☆ حدیث شریف پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں۔

☆ فقہ پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں۔

یہ ہیں جو آپ کی ایمانی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔

اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ باقی سارے فنون بدن کی ضرورت کے ہیں اور یہ قرآن وحدیث کا علم آپ کی روح کی ضرورت کا ہے یہ آپ کے لیے اس دنیا میں بھی کام آئے گا، قبر میں بھی کام آئے گا، حشر میں بھی کام آئے گا اور ہمیشہ کے لیے کام آتا رہے گا اس لیے یہ علم جو ان مدارس میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے یہ ہے اصل میں آپ کی وہ ضرورت جس کے ساتھ آپ کی آخرت کی زندگی جڑی ہوئی ہے۔

لیکن آج کل چونکہ آخرت کے بارے میں ایمان کمزور ہو گیا اس لیے ہم اپنے بدن کی ضرورت کے لیے تو بہت تگ ودو کرتے ہیں بہت کوشش کرتے ہیں لیکن اپنی روحانی ضرورت کے لیے ہم کوئی کسی قسم کی فکر نہیں کرتے اس کی مثال تو وہی ہے جیسے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ ذکر کیا کہ اگر کسی کے گھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدھے پر سوار ہو کے آجائیں چونکہ حضرت عیسیٰ کی سواری مشہور تھی خرِ عیسیٰ، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کئی جگہ ذکر کیا ہے۔

خر عیسیٰ مکہ بدند چوں باز آید خر باشد

اور یہ شعر مجھے بہت یاد آیا کرتا تھا جب کہ وقت کا ایک بہت بڑا جابر، دین کا دشمن، فخر کے طور پر کہا کرتا تھا کہ مکہ سے ہو کر آیا ہوں میرے لیے بیت اللہ کا دروازہ کھولا گیا اور میں بیت اللہ کے اندر بھی گیا ہوں تو میں اس موقع پر کہا کرتا تھا خر عیسیٰ مکہ بدند چوں باز آید خر باشد عیسیٰ کے گدھے کو اگر کوئی مکہ لے جائے تو واپس آئے گا تو گدھے کا گدھا ہی ہوگا اس لیے ہمارے اوپر کوئی رعب نہیں پڑتا اور حق باہو بھی بہت مشہور ہیں ان کی بھی اس قسم کی بات ہے کہ

کوڑ تمبے تو تربوز نہیں بن دا چاہے تو ڑ مکہ پہنچایئے ہو

کوڑتمبا اگر مکہ ہو کر بھی آجائے تو کوڑتمبا رہے گا وہ تربوز نہیں بنتا بات میں یہ کر رہا تھا کہ جن کے سامنے آخرت نہیں ان کے سامنے اس طبقہ کی کوئی قدر و منزلت نہیں اور جن کے سامنے آخرت ہے وہ جانتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے دنیا کی متاع ان کے پاس ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور مسلکنت:

انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کا مطالعہ کریں صرف دو نبیوں کا ذکر آتا ہے جو وقت کے بادشاہ گزرے ہیں۔

ایک حضرت داؤد علیہ السلام اور ایک حضرت سلیمان علیہ السلام وہ اگر چہ وقت کے بادشاہ تھے لیکن اس کے باوجود ان کے حالات حدیث شریف کے اندر آتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں، ''کان یأکل من عمل یدیه'' (مشکوٰۃ ۲۴۱ ج ۱) وہ اپنے ملک کے خزانے سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے اپنے گذارے کے لیے اپنے ہاتھ سے مزدوری کرتے تھے اور ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بھی یہی آتا ہے۔

اور سکول و کالج میں جو آپ نے تاریخ پڑھی ہے شاید اس میں بھی ہو ورنہ نجی تعلیم میں تو ہے کہ یہی حال تھا عالمگیر اورا ورنگزیب کا جس کی حکومت مغلیہ خاندان میں سب سے بڑی حکومت تھی آپ نے پڑھا ہوگا کہ اپنے ہاتھ سے قرآن کریم لکھا کرتا تھا اور اس سے جو کچھ ملتا تھا اس سے گزارہ کرتا تھا خزانہ کے مال سے فائدہ نہیں اٹھاتا تھا۔

انبیاء علیہم السلام نے عملاً اپنے آپ کو مساکین کے درجہ میں رکھا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا مشہور ہے، اللهم احيني مسكينا وامتني مسكيناً واحشرني في زمرة المساكين۔ (مشکوٰۃ ۴۴۷ ج ۲)

اے اللہ! مجھے زندگی میں بھی مسکین رکھ، مجھے موت بھی مسکنت کی حالت میں آئے اور قیامت کے دن میرا حشر ہو تو مساکین کے گروہ میں ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حدیث میں منقول ہے، بات لمبی ہوتی جارہی ہے آپ توجہ فرمائیں یہ درخت ہمارے سامنے کھڑے ہیں سایہ دار، پھل دار پر پھل لگتے ہیں، پھول دار ہوں تو ان پر پھول لگتے ہیں اور پھلوں کے ساتھ ہی ان کی بہار ہوتی ہے، اور سامنے نظر انہی پر پڑتی ہے، بہار دیکھتے ہیں تو آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

مدارس والے جڑ کی طرح ہیں:

لیکن اس بات کی طرف توجہ کسی کی نہیں جاتی کہ یہ سارے کے سارے پھول سارے کا سارا پھل، یہ سارے کا سارا سبزہ اس جڑ کا صدقہ ہے جو مٹی کے اندر گھسی ہوئی

ہے اس کا مٹی کے اندر گھسنا اس سبزہ زاری کا ذریعہ ہے تو اہل علم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت رکھنے والے ہیں ان کی حیثیت اس شجرۂ ملت کے لیے جڑ کی ہے جتنی دیر تک یہ چٹائیوں پر بیٹھ کر کام کرتے رہیں گے اس وقت تک شجرۂ ملت سرسبز رہے گا اور جس وقت ان کو بھی شوق ہوگیا کہ ہم بھی اپنی زندگی کا معیار بلند کرلیں اس وقت یہ شجرہ خشک ہوجائے گا یہ باقی اس وقت تک ہے جب تک یہ مسکین اپنی مسکنت کو باقی رکھتے ہوئے چٹائیوں پر بیٹھ کے دین کی حفاظت کررہے ہیں اس وقت تک یہ ساری بہار ہے اور اگر ان کو بھی یہی شوق چڑھ گیا کہ ہم بھی بڑی بڑی کرسیاں حاصل کریں تو یوں سمجھو کہ پھر جب یہ جڑ ننگی ہوکر اوپر کو آئیگی تو اوپر والی شاخیں خشک ہوجائیں گی اس لیے ان کا مسکین رہنا ہی بہتر ہے۔

یہ جو تھوڑی تھوڑی تنخواہوں اور تھوڑی تھوڑی چیزوں پر گزارہ کررہے ہیں اسی سے دین کی رونق ہے یہ بات تو لمبی ہوگئی اس بات سے جو میں نے کہا کہ کائنات تو کرتی ہے احترام لیکن یہود ونصاریٰ اور یہود ونصاریٰ سے متاثر ان کے شاگرد اور مرید ان کو دنیا کے اندر سب سے زیادہ وحشتناک شکلیں انہی کی نظر آتی ہیں جن کے چہروں کے اوپر یہ نورانیت آپ کے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کتنے بارونق ہیں میں نے اس لیے ان کا منہ آپ کی طرف کیا تا کہ آپ ان کو توجہ سے دیکھ لیں یہ بات تو میں نے ویسے ہی کردی۔

صرف ختم بخاری کا اہتمام کیوں؟

اب آیئے کتاب کی طرف یہ مجلس ہے ختم صحیح البخاری کی لیکن جن لوگوں کا مدارس سے تعلق نہیں وہ اس مغالطہ میں نہ رہیں کہ شاید ان طلباء نے اس سال کے دوران میں صرف صحیح بخاری ہی پڑھی ہے اور آج اس کا ختم ہے ایسی بات نہیں ہے بلکہ ہمارے ہاں یہ سال ہوتا ہے حدیث شریف کا اس میں حدیث شریف کی ساری بڑی بڑی کتابیں پڑھی جاتی ہیں صحیح بخاری بھی پڑھی گئی، جامع ترمذی بھی پڑھی گئی، صحیح مسلم بھی پڑھی گئی

،سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ یہ صحاح ستہ کہلاتی ہیں یہ ساری کتابیں پڑھی گئیں اور پھر اضافی طور پر مؤطا امام مالک مؤطا امام محمد اور طحاوی بھی پڑھی جاتی ہے پورے ذخیرہ حدیث کے اوپر عبور ہوتا ہے۔

لیکن ان کتابوں میں چونکہ اولیت تالیف کے اعتبار سے بخاری کو حاصل ہے، ان کتابوں میں جو کتاب سب سے پہلے جمع کی گئی وہ صحیح بخاری ہے اور صحت کے اعتبار سے بھی اس کا معیار اونچا ہے جس کی بناء پر اختتام پر عنوان اس کا اختیار کرلیا جاتا ہے ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ طلباء نے صرف یہی کتاب پڑھی ہے طلباء اور ان کو پڑھانے والے کتنی محنت کرتے ہیں تمہیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہے اس لیے ان کی محنت کی قدر عام طور پر لوگوں کے ذہن میں نہیں ہوتی یہ ساری کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کتاب سے بھی اولیت اور فضیلت قرآن کریم کے لیے ہے وہ براہ راست اللہ کی کتاب ہے جب وہ اللہ کی کتاب ہے تو اس کے ختم پر بھی ہم اہتمام کرتے ہیں یہ نہیں کہ صرف بخاری کے ختم پر اہتمام کرتے ہیں لیکن اللہ کی کتاب جو ہمارے مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کا ختم سارا سال جاری رہتا ہے ہر مدرسہ میں کئی کئی قاری صاحبان ہوتے ہیں کہیں چار ہیں کہیں آٹھ ہیں، کہیں دس ہیں ان کے درجات میں ہر ہفتہ ،پندرہ دن کے بعد کوئی نہ کوئی بچہ حافظ قرآن بن جاتا ہے جب کوئی نہ کوئی بچہ حافظ بن جاتا ہے تو اس بچہ کے وارث آتے ہیں والد آگیا، بھائی آگئے رشتہ دار آگئے مدرسہ کے اساتذہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اس ختم قرآن کے موقع پر بچہ سے سورۃ والناس پڑھوا کر قرآن کے ختم کا اعلان کرتے ہیں۔

اور اس کے بعد دعا کرتے ہیں اللہ کی رحمت سے امید کرتے ہوئے کہ یہ دعا قبول ہوگی تو قرآن کریم کے ختم ہمارے مدرسے میں سارا سال جاری رہتے ہیں اس لیے اس کے متعلق کوئی زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا اور زیادہ بڑا جلسہ نہیں کیا جاتا ورنہ یہ نہ سمجھیں کہ

ہمارے ہاں ختم قرآن نہیں ہوتا، یا ختم قرآن پر ہم خوشی نہیں کرتے یہ خوشی تو ایسی ہے جو ہمارے ہاں مسلسل جاری رہتی ہے۔

البتہ حدیث شریف جو قرآن کریم کی شرح ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست اقوال ہیں یہ چونکہ پورا سال پڑھنے کے بعد یہ دن آتا ہے جس دن ہم اس کو ختم کرتے ہیں تو اس لیے اس نیک عمل کے اختتام پر احباب کو بھی اکٹھا کر لیتے ہیں تاکہ ان کے سامنے سال کی کارگزاری بھی آجائے گی اور اس موقع پر جو دعا کی جائے تو عام طور پر اکابر کی طرف سے منقول ہے کہ یہ اجابت دعا کا موقع ہے اس لیے یہ توسل بالاعمال کے اندر داخل ہے جیسے کسی نیک عمل کو قبولیت دعا کا وسیلہ بنایا جائے تو یہاں بھی ایک نیک عمل کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے ہیں اور اپنے احباب کو بھی ساتھ ملا لیتے ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ صحیح بخاری کا ختم تو ہم شان وشوکت کے ساتھ کرتے ہیں اور ختم قرآن کے موقع پر ہم اس طرح اشتہار نہیں چھپواتے وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ سارا سال جاری رہتا ہے وہ ایک انفرادی عمل ہے اجتماعی عمل نہیں ہے اور یہ اجتماعی عمل ہے کہ پوری جماعت شروع سے لے کر سال کے آخر تک پڑھتی ہے تو پوری جماعت اس وقت اس عمل سے فارغ ہو رہی ہے قرآن کریم میں یہ جماعتی سلسلہ نہیں ہوتا بچہ اپنے طور پر

/// کوئی تین سال میں یاد کر لیتا ہے۔

/// کوئی دو سال میں یاد کرتا ہے۔

/// کوئی ڈھائی سال میں یاد کر لیتا ہے۔

/// کوئی ایک سال میں یاد کر لیتا ہے۔

وہ ایک انفرادی عمل ہے اس میں جماعت کی صورت نہیں ہوتی تو اس کے لیے انفرادی دعا ہو جاتی ہے۔

کافر ہارا تھا اور ہارے گا:

بہر حال قرآن کریم اور حدیث جوان مدارس کے اندر پڑھائی جاتی ہے یہ ہے آپ کے ایمان کی محافظ اور آپ کے ایمان کو غذا مہیا کرنے والی اور اسی کے ساتھ ہی مسلمان کا مسلمان ہونا باقی ہے اور اسی کی برکت کے ساتھ ہی کائنات آباد ہے یہ اتنے اہم ہیں اس لیے دشمن کافر اتنا کسی چیز کے پیچھے نہیں پڑا ہوا جتنا وہ ان مدارس کے پیچھے پڑا ہوا ہے، کیونکہ وہ اسلام پر کفر کا غلبہ چاہتا ہے اور وہ جانتا ہے جب تک مدارس باقی ہیں یہ ایمان کے چشمے جاری ہیں اور مسلمانوں کو اسلام سکھانے والے باقی ہیں اسی طرح نظریاتی جنگ بھی لڑ رہا ہے اپنی نشر و اشاعت کے پورے ذرائع کے ساتھ جسکو میڈیا کہا جاتا ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں اسلام کو مغلوب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

لیکن آپ کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ان شاء اللہ العزیز جس طرح وہ میدان میں پٹ رہا ہے اور میدان چھوڑ کے بھاگ رہا ہے اور آپ نے یہ تماشہ پہلے دیکھ لیا ہے کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے تھے تو دو بڑی سلطنتیں تھیں ایک روم کی اور ایک فارس کی، فارس کا باشاہ کسریٰ کہلاتا تھا اور روم کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا پوری دنیا دو بلاکوں میں بٹی ہوئی تھی جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ پچھلے دنوں میں پوری دنیا نظریاتی طور پر دو بلاکوں میں بٹی ہوئی تھی۔

ایک روس، اور ایک امریکہ یہ پوزیشن تھی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے دونوں مالدار تھے، دونوں فوجوں والے تھے، دونوں ہر قسم کی مہارت والے تھے، آپس میں لڑتے تھے ٹکریں مارتے تھے، کبھی وہ اس کو گرا دیتا، کبھی وہ اس کو گرا دیتا نہ کسریٰ قیصر کو ختم کر سکا، نہ قیصر کسریٰ کو ختم کر سکا، نہ فارس نے روم کی سلطنت کا نقشہ مٹایا، نہ روم نے فارس کی سلطنت کا نقشہ مٹایا یہ دونوں ایک دوسرے سے لڑتے تھے لیکن ایک دوسرے کو مٹا نہ سکے۔

اب اللہ کی قدرت کا نظارہ کرو کہ درمیان میں ایک مسکینوں کا ٹولا اٹھا جن کو بدن پر پہننے کے لیے کپڑا میسر نہیں تھا، تلواروں کے اوپر نیام میسر نہیں تھے، کھانے کو کچھ میسر نہیں تھا کھانے کو چوبیس چوبیس گھنٹوں میں ایک ایک کھجور ملا کرتی تھی، اور کبھی ایسا ہوتا کہ وہ بھی نہیں ملی، درختوں کے پتے کھا کھا کر یہ مسکین میدان میں اترے تھے لیکن آپ نے دیکھا کہ یہ تیسری طاقت جو درمیان سے اٹھی تو نہ کسریٰ رہا نہ قیصر، جن کے پاس کچھ نہیں وہ ان بڑی بڑی سلطنتوں سے ٹکرا گئے۔

اب وہ ہی تاریخ پھر آئی کہ دنیا دو حصوں میں بٹی اور جو کچھ ان کا حال تھا وہ آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں نہ وہ ان کو ختم کر سکے اور نہ یہ ان کو ختم کر سکے اب درمیان میں سے اللہ نے ایک مسکینوں کا ٹولا اٹھا دیا جن کے پاس رہنے کو مکان نہیں، جن کے پاس کھانے کو غذا نہیں، جن کو کوئی کسی قسم کا اسلحہ دینے کے لئے تیار نہیں ایک ریچھ آیا تھا اچھل کے اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ اور پھر ٹانگیں تڑوا کے چلا گیا دنیا نے دیکھ لیا۔

جب روس کا آخری سپاہی نکل رہا تھا:

مجھے یاد ہے کہ جب روس کا آخری سپاہی افغانستان سے نکل رہا تھا تو کسی نے کارٹون بنایا تھا اور اخبار میں چھپا تھا کہ ریچھ کی رسی پکڑی ہوئی ہے بازی گرنے اور اس کے ہاتھ میں ڈگڈگی ہے اور وہ اس کو بجا رہا ہے اور نیچے لکھا تھا کہ تماشہ دکھا کے مداری گیا اور اس مداری کا جو حال ہوا وہ آپ کے سامنے ہے وہ ابھی تک بیٹھا زخم چاٹ رہا ہے اور اس کے بعد دوسرے کو سوجھی جو بندر کی طرح چھلانگ مار کے آ گیا اس نے جو آ کر کرنا چاہا شروع کیا تو وہ سمجھا کہ شاید روس کم طاقت والا تھا اور میں زیادہ طاقت والا ہوں اور اس نے آ کر آ کر کے ساتھ سارا کفر سمیٹ لیا تو ان سات آٹھ سال میں جب سے روس کے جانے کے بعد امریکہ آیا۔ یہ دور صحیح بخاری کے ختم پر اکثر و بیشتر میں اس وقت سے کہہ رہا

ہوں کہ انشاء اللہ العزیز یہ بندر بھی دم کٹا کر بھاگے گا، اگر وہ ٹانگیں تڑوا کر گیا ہے تو یہ دم کٹا کر بھاگے گا اب کٹ تو گئی ہے ذرا بھاگنے میں تھوڑی سی دیر ہے ان کو کس نے مارا ہے؟ ان درویشوں نے۔

مسلمان موت سے نہیں ڈرتا:

اس لیے ہم سارے سمجھتے ہیں اور ان کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ مسلمانوں میں کیا چیز ہے کہ یہ مرنے سے نہیں ڈرتے یہ ہے تہہ کی بات کہ یہ مرنے سے نہیں ڈرتے، اور دنیا میں سب سے زیادہ موت سے ڈرنے والا یہودی ہے قرآن گواہی دیتا ہے کہ یہ کہتے ہیں " نحن ابناء الله و احبائه " (المائدہ آیت ۱۸) ہم اللہ کے محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔" تمنون الموت ان کنتم صادقین " اگر تم سچے ہو تو تمہیں موت کا شوق کیوں نہیں ہے۔ ڈرتے کیوں ہو اور دوسری جگہ ہے" قل یا ایھا الذین ھادو اان زعمتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت " (الجمعہ آیت ۶) اگر تمہارا خیال ہے کہ لوگوں میں سے اولیا تم ہو تو تمہیں موت کا شوق کیوں نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے کتنا شان دار فیصلہ دیا ہے" ولن یتمنوہ " کہ یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کر سکتے ایک جگہ فرمایا کہ یہ تو چاہتے ہیں کہ ہمیں ہزار سال زندگی مل جائے ان کی خواہش تو یہ ہے اور یہ مسلمان موت سے ڈرتا نہیں ہے یہ نکتہ کیا ہے اس لیے غور کر کر کے کر کر کے وہ حقیقت تک پہنچ گئے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سبق یہ پڑھا ہے کہ موت کو آنا ہے وقت پہ، اور ایک ہے طبعی موت اس کے بعد تو آخرت میں بڑے خطرات ہیں اور ایک ہے اللہ کے راستہ میں شہادت اور یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ ہماری اس امت کا نبی جو افضل الانبیاء ہے سید الانبیاء ہے اللہ کی کائنات میں اس جیسا کوئی دوسرا ہے نہیں وہ کہتا ہے " والذی نفسی بیدہٖ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احییٰ ثم اقتل ثم احییٰ ثم اقتل ثم احییٰ ثم اقتل " (مشکوٰۃ ۳۲۹ ج ۲)

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں قتل کردیا جاؤں پھر دوبارہ مجھے زندگی ملے پھر قتل کیا جاؤں پھر زندگی ملے پھر قتل کردیا جاؤں پھر زندگی ملے پھر قتل کردیا جاؤں، تین دفعہ فرمایا اور قسم کھا کے فرمایا جس امت کا نبی شہادت کے لیے ایسی تمنائیں رکھتا ہے تو کیا اس کی امت میں شہادت کی تمنا نہیں ہوگی؟

تو اس لیے جو شخص مؤمن ہے وہ تو شہادت کی موت کی دعائیں کرتا ہے" اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك "(یہ حضرت عمر کی دعا ہے، بخاری ۲۵۳/ج/۱) اور میں کہتا ہوں کہ اللہ مجھے شہادت کی موت دے آپ سب آمین کہیں، تو شہادت تو مؤمن کا مطلوب ہے۔

رستم کی کمر کس نے توڑی:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رستم کے نام خط لکھا تھا (مشکوٰۃ ۳۴۲ ج ۲) میں مذکور ہے رستم کی بہادری کے قصے تو آپ نے بہت یاد کر رکھے ہیں۔

- کوئی رستم ہند ہے۔
- کوئی رستم پاکستان ہے۔
- کوئی رستم پنجاب ہے۔
- کوئی رستم عالم ہے۔

کہ جو بہت بہادر ہو اس کو رستم کہتے ہیں لیکن اس رستم کی کمر جس نے توڑی وہ آپ کو یاد ہی نہیں، وہ ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط رستم کے نام مشکوٰۃ میں مذکور ہے۔

اسی انداز کے مطابق ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو خط لکھے تھے" اَسْلِمْ تَسْلَمْ "(بخاری ص ۵ ج ۱) مسلمان ہو جا بچ جائے گا اور اگر اسلام کا ارادہ نہیں ہے تو مطیع

ہو جاؤ ہتھیار ڈال دو بچ جاؤ گے تیسری بات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صاف لفظوں میں نہیں لکھی بہت بلیغانہ انداز میں لکھی ہے کہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جن کو موت کا ایسا نشہ ہے جیسے فارس کو شراب کا جب طالب علموں کو یہ روایت پڑھایا کرتا ہوں تو کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کاموں میں سے ایک اختیار کرلو تیسری غلطی نہ کرنا ان مستانوں سے نہ ٹکرانا یہ موت کے متوالے اور مستانے ہیں ان سے نہ ٹکرانا ورنہ مارے جاؤ گے۔

لیکن انہوں نے پنگا لیا تو پھر جو حال ہوا وہ آپ کے سامنے ہی ہے تو یہ ہے دشمنی یہود و نصاریٰ سے کہ ان کو یہ سبق کہاں سے ملتا ہے۔

درختوں کے پیچھے کون چھپے گا؟

اب میں کہتا ہوں کہ کالج کی پہلی جماعت سے لیکر، سکول کی پہلی جماعت سے لیکر ایم اے تک آپ پورا نصاب اول سے آخر تک پڑھ لیں تو مجھے بتاؤ کہ کسی کتاب کے کسی صفحہ پر مؤمن کو یہ سبق دیا گیا ہو اس کو پڑھنے کے بعد تو سارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں یہ سبق اگر ملتا ہے تو وہیں ملتا ہے جہاں اللہ کی کتاب پڑھی جارہی ہے اس نے اس شجرۂ ملت کو شاداب رکھا ہوا ہے یہ وجہ ہے کہ آج کفر سارے کا سارا متفق ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ العزیز ان کا متفق ہو کے آنا بات ذہن کے اندر رکھیں گھروں کے اندر چیونٹیاں منتشر ہوتی ہیں تو ایک ایک کو مارنا بہت مشکل ہوتا ہے اور جب وہ اکٹھی ہو کے ایک جگہ بیٹھی ہوں تو تھوڑا سا پاؤڈر بھی سب کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہود سارے کے سارے اکٹھے کر دیئے اسرائیل میں اور ان کے اوپر پاؤڈر چھڑکنا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ وقت آرہا ہے ان کا نام ونشان نہیں رہے گا اور یہ بیالیس ملک جو اکٹھے ہو کے افغانستان میں آگئے تھے اور اب مار کھا کے جب یہ بیالیس ملک بھاگیں گے تو کیا پھر کسی کے اندر مسلمان کے ساتھ آنکھیں لڑانے کی جرأت رہ جائے گی پھر دیکھنا کس طرح میدان مسلمان کے ہاتھ آتا ہے اور مسلمان کیسے غالب آتا ہے یہ پوری قوت جب شکست کھا جائے گی تو مقابلہ میں آئے گا کون؟

سارے بھاگیں گے، تو پھر وہ وقت آجائے گا جس کی حدیث شریف میں پیش گوئی ہے، میں کہا کرتا ہوں کہ لڑائی کے دوران میں نہ فتح کا فیصلہ ہوتا ہے نہ شکست کا۔

- کوئی مرتا ہے۔
- کوئی جیتا ہے۔
- کوئی بھاگتا ہے۔
- فتح کس نے پائی۔
- کس نے نہیں پائی۔

یہ اس وقت پتہ چلتا ہے جب لڑائی ختم ہوتی ہے اور ہم پوری طرح ایمان رکھتے ہیں اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آخری فتح تمہاری ہے پھر وہ وقت آجائے گا کہ نہ کسی یہودی کو کوئی درخت پناہ دے گا اور نہ کسی یہودی کو کوئی پہاڑ پناہ دے گا حدیث شریف میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی درخت کے پیچھے چھپے گا تو درخت آوازیں دے گا یا مسلم ھذا یھودی وراءی فاقتلہ (بخاری ص ۴۱۰ ج ۱) پہاڑ کے پیچھے چھپے گا، پتھر کے پیچھے چھپے گا تو پتھر آوازیں دے گا یا مسلم ھذا یھودی وراءی فاقتلہ (بخاری ص ۴۱۰ ج ۱) یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اس کو آ کے مار دے، نہ پہاڑوں میں پناہ ملے گی نہ جنگلوں میں پناہ ملے گی اس وقت ڈنکا اسلام کا بجے گا اور وہ وقت بہت قریب ہے۔

یہ نظارہ بھی زندگی میں دکھادے:

ہم صبح و شام دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ! جس طرح باقی تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا ہے اور ہم یہ نقشہ دیکھ رہے ہیں تو یہ نظارہ بھی زندگی میں دکھادے'' اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون'' یہ نظارہ بھی ہمیں دکھادے کہ ہم نے فرعون کو غرق کیا اسحال

ہیں کہ تم دیکھ رہے تھے تو یہ تاریخ بھی دوہرا دے اس کی بڑی تمنا ہے دل میں اگر دیکھ کے مرے تو خوشی سے جائیں گے ورنہ دل میں تھوڑے سا قلق ہوگا یہ میں تمہیں اس تعلیم کی برکات بتا رہا ہوں کہ مسلمان کا رعب، مسلمان کی طاقت، مسلمان کا ایمان سب اس تعلیم کی وجہ سے ہے ورنہ ان سکول و کالج والوں نے تو بسم اللہ کو بھی ختم کر دیا ہے اور ہر چیز کو ختم کرتے جا رہے ہیں ایمان ملے گا تو صرف یہاں ملے گا۔

آخری حدیث کا درس:

یہ باب جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر آخر میں رکھا ہے یہ باب ہے وزن اعمال کا کہ انسان کے اقوال اور اعمال تولے جائیں گے اس سے فکر آخرت پیدا کرنا مقصود ہے کہ اپنی زبان سے بولو سوچ کے بولو، جو کام کرو سوچ کے کرو کیونکہ تمہارے اعمال اور اقوال اللہ کے ترازو میں رکھے جائیں گے اور ان کا وزن ہوگا۔ یہاں طالب علمانہ بحثیں کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ وہ عوام کے لیے مفید ہوتی ہیں معتزلہ کہتے تھے کہ اعمال اور اقوال کا تو وجود ہی نہیں تو پھر ان کا وزن کیسے ہوگا۔

لیکن آج کل یہ باتیں طشت از بام ہیں بچہ بچہ جانتا ہے کہ قائل سے علیحدہ کر کے قول بھی موجود ہے اور فاعل سے علیحدہ کر کے فعل بھی موجود ہے آج آپ کی بنائی ہوئی مشینیں سب کچھ ریکارڈ کرتی ہیں اور دس سال کے بعد بھی اگر آپ چاہیں گے تو آپ میری آواز سن سکیں گے ہم نہیں ہوں گے لیکن ہماری حرکات اسی طرح باقی ہوں گی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ قول اور فعل کا قائل اور فاعل سے علیحدہ ہو کر بھی وجود ہے، تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ بیان کیا'' **ان اعمال بنی آدم واقوالھم یوزن** '' کہ بنی آدم کے اعمال بھی تولے جائیں گے اور اقوال بھی تولے جائیں گے بلکہ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے اس کا ذکر بھی کتاب میں

ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے بتایا ہے کہ میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جو بلاحساب جنت میں جائیں گے (اللّٰھم اجعلنا منھم) اور پھر آگے فرمایا کہ اس میں بھی وسعت ہے کہ پھر ایک ایک ہزار کی برکت سے ستر ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ان کی صفات بھی مذکور ہیں جو بلاحساب جائیں گے جن کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

بلاحساب جنت میں جانے والے:

لیکن ایک چھوٹی سے بات جو میں تقریباً ہر جلسہ میں کہتا ہوں اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف میں حشر کے باب میں یہ روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ جب قوم حساب کتاب کے لیے جمع ہوگی تو کافر تو ایک طرف ہو جائیں گے'' وامتازوا الیوم ایھاالمجرمون ''ان کو ایک طرف کر دیا جائے گا کافر کا کیا حساب اس کے پاس تو کوئی نیکی ہی نہیں ہے وہ تو سارے کے سارے بغیر حساب کے جہنم میں جائیں گے مؤمنین جن کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی اور کچھ گناہ بھی ہوں گے اعمال کا محاسبہ ان کا ہونا ہے تو میدان میں سارے جمع ہوں گے سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا'' این الذین کانت تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع ''(مشکوٰۃ ۴۸۷ ج ۲) اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلوان کے بستروں سے علیحدہ رہا کرتے تھے۔

یعنی جب لوگ مست ہو کے سوتے تھے وہ اپنے بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ کو پکارتے تھے اللہ سے امیدیں رکھتے ہوئے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کا اعلیٰ مصداق ہیں تہجد پڑھنے والے، جب ساری دنیا مست ہو کے سوئی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اپنے پہلوؤں کو اپنے بستروں سے علیحدہ کر لیتے ہیں اور تنہائی میں جس میں نہ کوئی ریا کا اندیشہ اور اللہ اور بندے کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی ایسے وقت میں اللہ کے

ساتھ رابطہ قائم کر کے اللہ کے سامنے روتے ہیں اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ''مما رزقنا هم ینفقون ''اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے لوگ کہاں ہیں؟

جب یہ اعلان ہوگا تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجمع میں سے کچھ لوگ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے ''وهم قليل ''اور وہ تھوڑے سے ہوں گے، زیادہ لوگ وہی ہیں جو رات کے آخری حصہ میں عبادت نہیں کرتے، اٹھتے نہیں ہیں کیونکہ رات کو دیر سے سوتے ہیں کھاتے پیتے دیر سے ہیں اور پھر ایسی مستی کی نیند آتی ہے، کہ صبح اٹھنا ممکن نہیں ہوتا، وہ تھوڑے سے ہوں گے اور اٹھ کے کھڑے ہو جائیں گے جو تہجد پڑھتے تھے اور جو اللہ سے ڈرتے تھے اور اللہ سے امید رکھتے تھے اور اپنی حیثیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ بھی کرتے تھے جب اٹھ کے کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کہیں گے تم تو چلو بلا حساب جنت میں باقیوں کا حساب میں کرتا ہوں یہ روایت حدیث شریف میں موجود ہے میں کہتا ہوں کہ اگر آدمی اس کو پلے باندھ لے اور کوشش کرے ان صفات کو اپنانے کی کہ جب لوگ غافل ہو کے سوئے ہوئے ہوں اس وقت اٹھیں بستر کو چھوڑ دیں اور اللہ کو پکاریں اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت سے امید رکھتے ہوئے اور اپنی حیثیت کے مطابق اللہ کے راستہ میں خرچ بھی کریں تو اس حدیث کی رو سے آپ کا داخلہ بھی بلا حساب جنت میں ہو جائے گا، اگر ہمت کر لیں تو اس میں زیادہ مشقت نہیں ہے لیکن اجر بہت ہے۔

بہر حال حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عقیدہ نقل کیا اور آگے قسطاس کا معنیٰ ذکر کیا کہ یہ قسط سے ہے اور قسط باب افعال سے ہو تو انصاف کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ قرآن میں ہے'' ان الله يحب المقسطين '' کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اگر یہ مجرد سے استعمال ہو تو ظلم کے معنیٰ میں ہے، جیسا کہ اس کا ذکر بھی قرآن میں ہے'' اما القاسطون فكانو الجهنم حطبا '' کہ ظالم لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے، دونوں معنوں کی طرف حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کر دیا ہے۔

بہر حال اعمال تولے جائیں گے اقوال تولے جائیں گے یہ اصل عقیدہ ہے

اہلسنت والجماعت کا اور اس کی دلیل کے طور پر جو روایت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے وہ روایت یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے اللہ کو بہت محبوب ہیں اور زبان کے اوپر بہت ہلکے پھلکے ہیں اور جب قیامت کے دن ترازو میں رکھے جائیں گے تو بہت وزنی ہوں گے " ثقیلتان فی المیزان " یہ ترجمۃ الباب کی دلیل ہے ترجمۃ الباب دعویٰ ہوتا ہے اور یہ روایت اس کی دلیل ہے تو جب یہ کلمے بوجھل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تولے جائیں گے تو یہ دلیل بن گئی کہ اقوال تولے جائیں گے اور اعمال اور اقوال کے درمیان میں فصل کا قائل کوئی نہیں اس لیے یہی دلیل ہے اعمال کے تولے جانے کی بھی، اور وہ کلمات یہ ہیں " سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم " یہ تو اس باب کے ساتھ ربط ہے اور آخری آخری کتاب کتاب التوحید ہے تو یہ کلمات اللہ کی توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ " سبحان اللہ " میں آگیا کہ اللہ میں عیب اور نقص کوئی نہیں، " بحمدہ " میں آگیا کہ اس میں ساری خوبیاں موجود ہیں اور عظیم میں آگیا کہ ہر قسم کی عظمت اس کے لیے ثابت ہے اور جس کی شان یہ ہو معبود بھی وہی ہوا کرتا ہے اس اعتبار سے یہ الفاظ کتاب التوحید کے ساتھ بھی مناسبت رکھتے ہیں اور ایک قسم کا تبرک ہے کہ کتاب کا خاتمہ اللہ کے ذکر پر ہو گیا اور اللہ کے ذکر پر کتاب کا خاتمہ یہ ایک اچھی فال جس میں اس بات کی ترغیب ہے کہ احکام لو وحی سے، اخلاص دل میں پیدا کرو، اللہ کے احکام پر چلو، فکر آخرت رکھو اور خاتمہ اللہ کے ذکر پر ہو سب سے بڑی سعادت یہ ہے، اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

(آمین)

جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ذکر اللہ پر ختم کیا ہم بھی اپنی کلام کو اسی پر ختم کرتے ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین